کس سفر کی پہل تُو کر بیٹھا انورؔ
قدم رُکتے ہیں مگر رُکتے بھی نہیں

منشور
Manifesto

پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی. ٹی. آئی)
PAKISTAN TEHREEK-E-IJTIHAD(P.T.I)

☆☆☆ جوانشاءاللہ ''پاکستان تحریکِ انقلاب'' ثابت ہوگی۔ ☆☆☆

خوشی وغمی اور مسلم وغیر مسلم کی بلاتمیز نمائندگی کرنے والا سات رنگوں پر مشتمل پاکستان تحریکِ اجتہاد (PTI) کا انقلاب پر مبنی ''امن پرچم'' ہے۔

مونوگرام ہذا میں ظاہر کردہ دُنیا کے نقشے پر ثبت محنت کی علامت ہتھوڑا، درانتی اور کُرسی کے علاوہ علم و ہنر کے نمائندہ قلم اور کتاب کی مدد کے ساتھ UNITE & RULE کے تحت پاکستان تحریکِ اجتہاد (PTI) اقتدار میں عوام، انصاف بن دام اور احتساب سرعام کی صورت میں ثمرات کے حصول کی خواہاں ہے۔

''پاکستان تحریکِ اجتہاد''... ''قوم کو ایک دعوتِ اصلاح!''... ''ایک دیوانے کا خواب (لاحاصل)''

''عوام اور اسلام'' جنکا ہر چھوٹے بڑے نے ڈھٹائی کے ساتھ استعمال کیا، بلکہ بدترین حد تک استحصال کرکے، قوم کو منقسم وغیر مُنظّم کیا، اب عوام کا مقدمہ، عوام ہی کی عدالت میں، پیش کیا جارہا ہے، سماعت اور فیصلہ بھی عوام ہی کرے!

الطاف حسین انور (ساقیؔ) : بانی وصدر: پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)/Pakistan Tehreek-e-Ijtihad (PTI)

صحافی و مُصنّف: (i)- ''کیا یہ ممکن ہے؟'' (ii)- ''MBCS سسٹم اور اسلامی معیشت کے خدوخال'' (iii)- ''عائلی زندگی کے اسرار ورموز'' (زیرِ تکمیل)

رابطہ نمبرز 0333-305-312-345-320-2880393 ، رہائش فون/فیکس نمبر : 044-2880393

خط وکتابت کا پتہ : 13-C، سول ایریا اوکاڑہ چھاؤنی، پاکستان :13-C, CIVIL AREA, OKARA CANTT.(PAKISTAN)

ای میل altafsaqi@gmail.com or info@jtihad.org.pk

پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی) کی ویب سائیٹ : www.ijtihad.org.pk

عوام کا مقدمہ، عوام ہی کی عدالت میں۔۔۔

سماعت اور فیصلہ بھی عوام ہی کرے!!!

اقتدار میں عوام

انصاف بن دام

احتساب سرعام

ہم اور ہمارا پاکستان

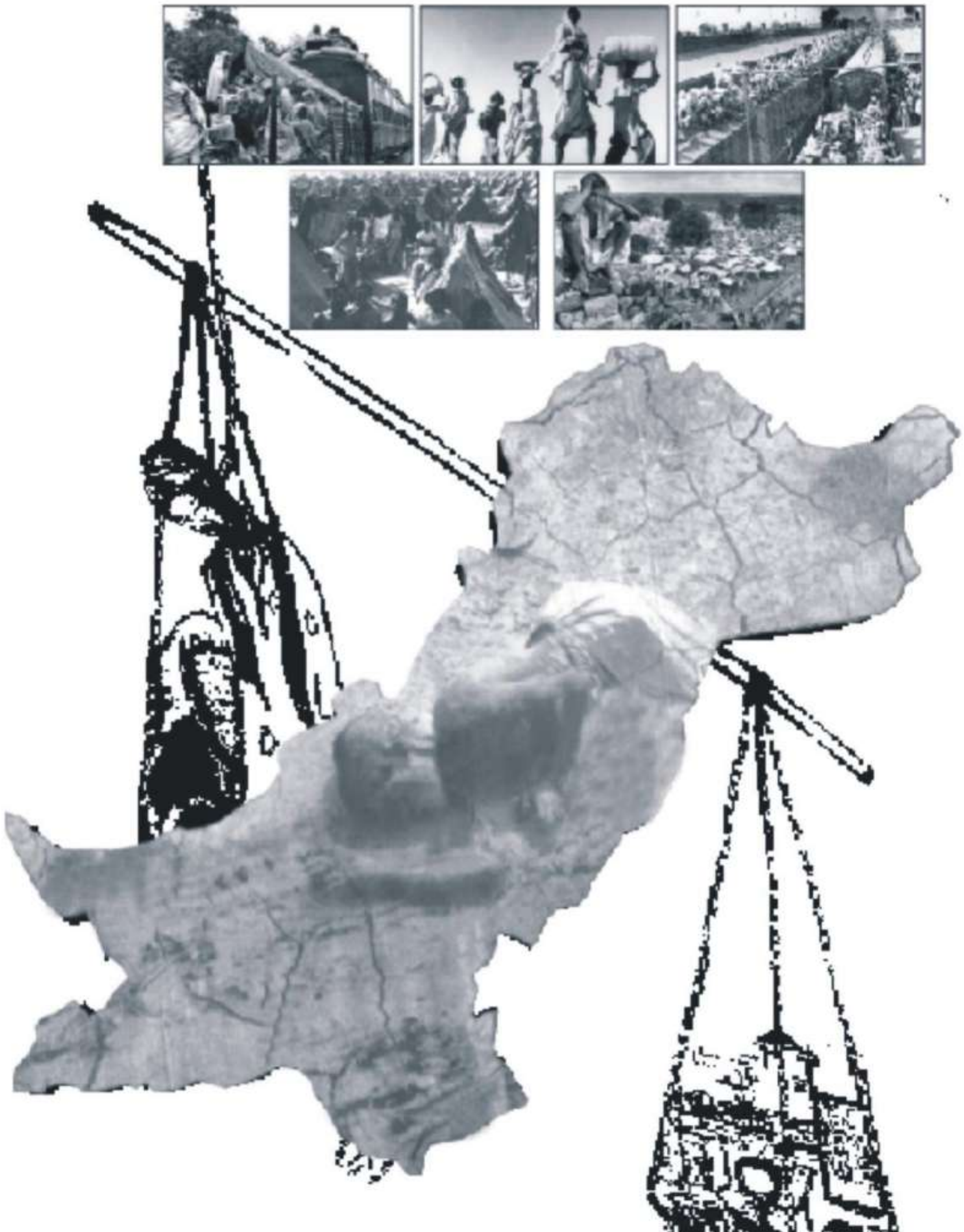

ایک گزارش: عوام چاہے کسی بھی شعبہ سے تعلق رکھنے والے سیاسی کارکن ہوں یا متوسط طبقہ کے سول وعسکری و پولیس ملازمین یا حساس/سکیورٹی ادارے اور مذہبی رجحان کے حامل محبِّ وطن ہوں، مگر وہ مجوزہ نظام کی زد میں آنے کے سبب اپنے اپنے مقتدر حلقوں کے گروہی وانفرادی مفادات کے زیر اثر اسلام اور قانون کے منافی ملنے والے ان کے جملہ احکامات پر عمل کرنے سے قبل سچے ومخلص پاکستانی ہونے کی حیثیت سے پاکستان تحریکِ اجتہاد (PTI) کے مسودہ ہذا پر مبنی منشور ودستور کا مطالعہ ضرور کرلیں اور اگر وہ خیال کریں کہ اس پر عمل درآمد ہونا چاہیے تو ملّی ودینی فرض سمجھتے ہوئے سب مل کر اپنا مثبت قومی کردار ضرور ادا کریں۔ خصوصاً عصری تقاضوں کے پیش نظر عدالتِ عظمٰی کے فیصلہ کی روشنی میں پہلے سے جاری نیشنل ایکشن پلان کے تحت حکومتِ وقت کے ساتھ مل کر ہمہ قسم بے قاعدگیوں اور کرپشن کے خلاف مصروفِ عمل وطن عزیز کے سپہ سالارِ اوّل سے بھی مقصد ہذا کیلئے خصوصی اپیل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کیلئے آسانیاں پیدا فرمائے اور ملک وقوم میں ترقی وخوشحالی، امن وسلامتی اور یکجہتی پیدا کرکے اُسے دوام بخشے۔ آمین

”نظامِ ربوبیت“
اور اس کے مکمل نفاذ سے قبل تک
’عبوری نظام کا ڈھانچہ‘

بیشک گھریلو جنت کے بعد دُنیاوی معاشرے کی بہشت سے متصلہ ابدی زندگی کی فردوس کا احساس ہر مردوزن نظام خداوندی کے اتباع سے اِسی دُنیا میں متشکل معاشرہ کی صورت میں کرسکتا ہے۔ تاہم افراط وتفریط میں جھولتے ہوئے ہمارے معاشرے کا علاج انفرادی سے زیادہ اجتماعی اصلاح میں ہے، جہاں پورا دین ہی ایک رسم بن کر رہ گیا ہے اور زندگی کی رمق تک باقی نہیں رہی، تو ایسے میں جب تک ہم اپنے معاشرہ کو بدل کر اس کی جگہ قرآنی معاشرہ قائم نہیں کرلیتے، اُس وقت تک اصلاح حال کی کوئی صورت ممکن نہیں، اور اگر اس کے سوا کوئی دیگر صورت ممکن ہوجائے تو قرآن کا یہ دعویٰ باطل ہوجائیگا کہ انسانوں کا بنایا ہوا کوئی قانون اور نظام اس کی جگہ لے ہی نہیں سکتا' اس لئے معراج انسانیت کیلئے قرآن مجید میں مومنین، مسلمین، صالحین اور قانتین جیسے کردار کے حامل افرادِ بقائے اصلح، یعنی ”قہرالصاحب الشوکت“ (Survival of the fittest) کے دھارے کو مثبت مفہوم دیتے ہوئے اس پر صادق آکر علم وہنر کی لاٹھی کو یوں تھام لیں کہ بھینس بھی ان کی ہوسکے۔ تاہم کامیابی کی صورت میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں یہ یاد رہنا چاہیے کہ ”نیکی وہی نیکی ہوتی ہے جو بدی کی قدرت رکھتے ہوئے عمل میں آئے۔ اطاعت وہی اطاعتِ اصل ہے جو سرکشی کی استطاعت کے باوجود سرزد ہو۔ نیاز مندی اُسی کی قابل ستائش ہے جو خود سراپا ناز ہو۔ اُسی سر کے جھکنے میں لذت ہے جس کی پیشانی میں دُنیا کی سرفرازیاں جھلک رہی ہوں۔ جس میں انتقام کی قوت نہیں اُس کے عفو میں کیا خوبی ہے۔ جس میں ہمسری کی ہمت نہیں اُس کا جھک کر سلام کرنا خوئے غلامی ہے۔ جس کے پاؤں تلے تختِ حکومت نہیں اُس کا بوریہ نشین ہونا گداگری ہے“۔ غلامی کے دور میں تو دشواری ہوسکتی تھی مگر اب تو ہم خود اپنے لئے قوانین وضع کرسکتے ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ جس قسم کے قوانین ہونگے اُسی قسم کا معاشرتی چلن ہوگا۔۔۔

لہٰذا پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی) کا مسودہ ہذا پر مبنی منشور عوامی رائے کیلئے مشتہر کیا جارہا ہے، جس کے نفاذ کیلئے نیشنل ایکشن پلان اور قومی واسلامی ضرورتوں کے پیش نظر وزیر اعظم صاحب/ چیف ایگزیکٹو ”ہاں یا ناں“ کی صورت میں قوم کے سامنے سوال رکھ کر آئین کی دفعہ 48 کی شق 6 کے تحت استصواب رائے کرائیں۔

1- ضرورتِ انقلاب کیوں؟۔۔عملِ اجتہاد کیوں؟

بیشک قوموں میں انقلاب چند فکر انگیز افراد ہی لاتے ہیں جو آپ بھی ہوسکتے ہیں۔ کامیابی فوری عمل کی متقاضی ہے، جس کیلئے انتشار وخلفشار اور شورش وہیجان برپا کرنے والے بے مقصد ہنگاموں اور سطحی نعروں کی بجائے قوم کی تعمیر فکر سے کرنی ہے۔ ہم چونکہ ایک قوم نہیں محض ہجومیت اور آتش سیال کی اشتعال انگیز روانی ہیں جو بھڑکتے طوفانی بگولوں کی طرح دیکھا دیکھی سارے ماحول کو گمراہ کُن اندھی عقیدت یوں لپیٹتی چلی جارہی ہے کہ ہمیں تخریبی خواہشوں کا غلام بنا کر ہمارے کانوں اور دلوں پر مہریں لگادی جاتی ہیں (45/23)۔ پھر ہم دل ودماغ رکھتے ہوئے بھی عقل وفکر سے کام نہیں لیتے، آنکھیں رکھنے کے باوجود دیکھتے نہیں، کان رکھتے ہیں مگر سنتے نہیں (7/179)۔ اللہ فرماتا ہے کہ آپ ﷺ کا کام حکمت ودانائی سے پیغام پہنچانا ہے نہ کہ منوانا ہے۔ دین میں جبر کا کوئی کام نہیں، کیونکہ اس سے قلب وذہن کی رضامندی حاصل نہیں ہوسکتی۔ ہدایت دینا نہ دینا اللہ کا کام ہے۔

ہم چونکہ نظریاتی کنفیوژن کے حامل ناقص ومتنوع ساخت کے بے رحم معاشرے کا حصہ ہیں جو بیک وقت قاتل ومقتول ہے۔ جس میں ستم گر ہی منصف ٹھہرتا ہے! جہاں غدار محبِّ وطن کہلاتا ہے۔

رہزن ہے میرا رہبر، منصف ہے میرا قاتل — سہہ لوں تو قیامت ہے، کہہ دوں تو بغاوت ہے

سوچاں دی میت نوں لے کے ہور میں کیہڑے گھر جاواں گا — جے بولاں تاں مار دین گے، نہ بولاں تے مر جاواں گا

بلاشبہ صوبوں کی بجائے ایک نظریہ کے تحت قائم ہونے والی ریاست میں آج اُس کے عام انسانوں کی بقاء مشکل ہورہی ہے کہ ہمارا سماج انتہا پسندی کے حصار میں مقیّد ہوکر پہلو بہ پہلو انتہاؤں کی آماجگاہ بن چکا ہے جو مرورِ زمانہ نشو ونما پانے کے قابل نہ رہنے سے حالتِ معکوس میں ہے۔ درندگی محورِ قصاں ہے اور ہمہ وقت ٹکراؤ سے ہر لحظہ موت کی سی کیفیت پیدا کررہا ہے۔ ہم

مسلمان ہیں مگر اسلام کہیں نہیں ہے۔ جبکہ ایسے میں اسلام اور مسلمان قوم کو ایک تصور کر لینا بھی ایک بھول ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی پستی وزبوں حالی سے اسلام کے ناکام ہونے کا نتیجہ نکال لیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام ایک صاف وشفاف رواں ندی ہے جس سے جن اقوام نے سعی وعمل کے مطابق جزواً ہی سہی اپنی زمینوں کو سیراب کیا اُن کی کھیتیاں لہلہا اُٹھیں۔ مگر مکمل سرفرازیاں و خوشگواریاں اس وقت نصیب ہونگی جب قرآن کے پروگرام کو پوری طرح نافذ کیا جائیگا۔ کیونکہ ربّ العالمین کا نظام ایک غیر منقسم وحدت ہے جسے کلّی طور پر اختیار کیا جانا چاہیے۔ پھر جس کا جی چاہے ممکن العمل قرآنی نظام کو عملی پیکر میں لاکر خوشگوار نتائج حاصل کرسکتا ہے۔ اس لئے ضروری نہیں کہ مسلمانوں کی مملکت فلاحی ہو، مگر اسلامی مملکت یقیناً ایک فلاحی ریاست ہوگی جس میں اسلام دین ہوگا نہ کہ مذہب جو فرقوں کا باعث بنتا ہے۔ گویا ریاست ماں کا کردار ادا کرکے صحت، تعلیم، روزگار اور انصاف جیسی بنیادی ضروریات ہر ایک کو بلا امتیاز مہیا کریگی۔

بہرکیف سود وزیاں کے جس معاشرے میں ہوس زر اور حصولِ زر انسانی زندگی کا مقصد بن چکی ہو اور اسلام کے عطا کردہ سیاسی واقتصادی ومعاشی وسماجی حقوق عوام کو حاصل نہ ہو رہے ہوں وہ اسلامی معاشرہ کیونکر ہوگا؟ خواہ اس میں حج، عمرے، صدقات اور ٹی وی پر درود واسلام اور اذان کی نشریات کا مسلسل اہتمام ہی کیوں نہ کیا جارہا ہو۔ جہاں **اوّل وآخر طاقت کی حکمرانی سے ریاست کے اندر ریاست قائم ہے** جس میں باہمی رشتہ داریوں میں منسلک بلاواسطہ وبالواسطہ حکمران طبقہ اپنے بے نیاز اثر ورسوخ کی بدولت تمام مراعات ہمہ وقت حاصل کیے رکھتا ہو۔ جبکہ عوام معاشی عدم مساوات کے سبب زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم ہوں اور سیاسی استبداد پر مبنی فرعونیت، معاشی استحصال کی حامل قارونیت اور مذہبی اقتدار کی خواہاں ہامانیت انسانی عقل وفکر کو جکڑ رکھے۔ جہاں زندگی کیلئے دشواریاں اور درندگی کیلئے آسانیاں پیدا کردی گئی ہوں اور **غلاظت میں لپٹے تو دن دوگنی رات چوگنی ترقی پائیں اور قانون واخلاق کی پاسداری کرنے والے خودکشیاں کریں،** بھوکے مریں اور ریاست محض منظّم استحصال کی صورت میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے ہاتھوں کسانوں، مزارعوں، مزدوروں اور محنت کشوں کے استحصال کی آلۂ کار بن کر اشرافیہ کی خدمت گزار بن چکی ہو، جس کی ترجیحات میں عوام پہلے نمبر پر نہ ہوں اور برسوں کی ملوکیت کے نتیجہ میں عوام بھی اپنے سیاسی ومعاشی حقوق کی نسبت استحصال کے عادی ہو چکے ہوں تو اس کا نتیجہ یقیناً لاتعلقی، منافقت اور بے وفائی نکلتا ہے جو آج ہمارے سماج کی پہنچان بن چکا ہے۔ بیشک منقسم قوم بھیڑ بکریوں کی طرح لوگوں کا ایک ریوڑ ہوتی ہے جو سیاسی ومذہبی دھڑوں میں بٹ کر بے ہنگم ہجوم المسلمین کے طور پر ہلڑ بازی میں وقت گزارنا زیادہ پسند کرتی ہے جنہیں اجتماعیت کی سرے سے تربیت ہی نہیں دی گئی۔ روپ بہروپ، دھوکہ فریب عصر حاضر کی بے لگام پاکستانی جمہوریت کے چلتے سکّے ہیں، جنکے ذریعے عوام کو بیوقوف بنانے کی اہلیت اور جھوٹے وعدوں پر بہلانا، آج کی کمرشل سیاست میں کامیابی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ ایسے میں قانون مکڑی کے اُس جالے کی مانند بن جاتا ہے جس میں کیڑے مکوڑے تو پھنس جائیں مگر بڑے جانور اسے پھاڑ کر آسانی سے نکل جائیں۔

یہی وجہ ہے کہ فلاحِ عامہ کے منافی مترفین کو زرعی اراضی بہادری کی بجائے ''استحقاق'' کے طور پر ملنے سے **پاکستان آفیسرز ویلفیئر اسٹیٹ بن چکا ہے** جن کی آکاش بیل وطنِ عزیز کو نگل رہی ہے۔ **کرپشن زندگی کا معمول بن گئی ہے جس کی ممانعت کی گئی ہے** (2/188)۔ مگر پھر بھی کبھی یہ نقد روپیہ کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے، کبھی سفارش، ہدیہ اور تحفہ کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔ کبھی نفع میں حصّہ دار بن کر، تو کبھی منصب وملازمت نوازنے کے روپ میں وارد ہوتی ہے۔ کبھی جنسی اختلاط کے متنوع مواقعوں کی لذت حاصل کرتی ہے اور مرغوب کھانوں اور پُرتکلف دعوتوں کے ذریعے پیٹ کی آگ بجھاتی ہے۔ جہاں **ظالم کو پناہ ملتی ہے اور مظلوم جبرِ اُظلم برداشت کرنے پر مجبور ہے۔** الیکشن کے روپ میں سلیکشن ہوتی ہے، جہاں خدا کی پکڑ کا خوف، نہ عوام کو جواب دہی کا احساس ہے۔ انتخابات کی سرکسی مہم، میلے اور مسخرے انداز میں چلائی جاتی ہے جس میں یقیناً جوشیلی عوامیت نے بھی عریاں سیاست کو رواج دینے میں اپنا حصہ ڈالا ہے۔ جہاں بھاری اخراجات کے ساتھ مہنگی گاڑیوں اور ٹرکوں پر جلوسوں اور سطحی انداز میں بینرز، پوسٹرز، فلیکسز اور بِلّے کارڈز کی جھوٹی ومتعصب تشہیر ہوتی ہے اور رائے دہندگان کا طرزِ عمل بھی کسی اصولی بنیادوں کے بغیر وقتی مصلحت اور شخصیت پرستی پر قائم مرکزیت، ذات برادری، مقامی وعلاقائی عصبیت جیسی سطحی قدروں اور جذباتی خواہشات پر مبنی رواج کی شکل میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے مسائل قوانین کی بجائے مالی اور سیاسی وگروہی وابستگیوں کی بنیاد پر حل ہوتے ہیں۔ پارٹیاں سیاسی ضرورت ومجبوری کے تحت ووٹ حاصل کرنے کے لالچ میں عوام کی حقیقی رہنمائی کرنے کی بجائے اُنکی ناجائز خواہشات کا خیال اور اپنی جماعتی ترجیحات کو ہر حال میں مقدم رکھ کر بہت سی ناجائز مراعات عطا کرکے قومی خزانے پر بتدریج بوجھ بن جاتی ہیں۔ حالانکہ ووٹ بیچنا (یا خریدنا) بدترین بددیانتی اور ملک وقوم سے بغاوت ہے، بلکہ درست نظریہ کے حامل دیانتدار نمائندہ کو ووٹ نہ دینا گناہِ کبیرہ ہے۔ **ووٹ دینے کی شرعی حیثیت ایک شہادت کی ہے** جس سے محض ایک سیاسی ہار جیت اور دُنیاوی کھیل تماشا سمجھ کر ازروئے قرآن حقائق چھپانا یا جھوٹ بولنا حرام اور بہت بڑی غلطی ہے۔ شرعاً ایک ووٹر دراصل یہ گواہی دیتا ہے کہ اُسکا اُمیدوار اپنے نظریئے، علم وعمل، قول و فعل اور دیانتداری وکردار کی رو سے اِس کام کا اہل اور دوسرے اُمیدواروں سے بہتر ہے جس کے اسمبلی میں پہنچ کر اچھے یا بُرے اقدامات کرنے کی ذمہ داری ووٹر پر بھی عائد ہوتی ہے اور وہ بھی اسکے ثواب یا عذاب میں برابر کا شریک تصور ہوتا ہے جس کے بھلے یا تباہ کُن اثرات قومی وملکی سطح پر پڑتے ہیں۔ **مروجہ جمہوریت میں ہر اچھے بُرے کا ووٹ برابر مانا جاتا ہے اور ووٹر پر بھی کوئی قدغن نہ ہے۔ جبکہ اسلام جاہل، جرائم پیشہ اور پرہیزگار کو برابر کا درجہ نہیں دیتا اور جس طرح اُمیدوار (لیڈر) سے قبل، ووٹر (عوام) پر (بھی) قدغن لگاتا ہے** (34/31-33,33/67)، **ویسے ہی اقوام کو بھی تنبیہہ کرتا ہے** (7/38، 22/45، 23/24، 25/73، 27/69، 28/58)۔

لہٰذا پاکستان تحریکِ اجتہاد (PTI) آپ کو دعوتِ فکر وعمل دیتی ہے تاکہ بے مثال عوامی عمل وقوت سے ہنگامی طور پر انقلاب برپا کرنے کے بعد اعتدال پر مبنی معاشرتی توازن وتناسب کے قیام کیلئے بتدریج ارتقائی منازل طے کی جاسکیں۔ اُمید ہے اسکے وحدتی نظام کا انتظامی واقتصادی ڈھانچہ مربوط اور لچکدار ہونے کے سبب عوامی خواہشات کے مطابق مڑتا چلا جائیگا اور ٹوٹنے وبکھرنے سے نہ صرف محفوظ رہیگا، بلکہ سماجی رجحان اور عقائد ونظریات سے متصادم بھی نہ ہوگا۔ اس جدوجہد کو باقاعدہ منصوبے کے تحت آگے بڑھانے میں آپکے استفسار ورہنمائی سمیت آپکا عملی تعاون بھی مطلوب ہے۔ **آپ کی شرکت ودلچسپی کے مدِنظر ملک کے ہر کونے میں تحریک کے دفاتر قائم کرکے براہ راست رُکنیت سازی اور عوامی رابطہ مہم شروع کرنے کا فیصلہ کیا جائیگا۔**

چنانچہ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ اس اچھائیوں کا قحط اور برائیوں کا مسکن قرار پانے والی مروجہ جمہوریت کے برعکس دوسری جنگ عظیم کی تباہی کے بعد بہت سے دیگر ممالک سمیت جاپان میں 55 سال، ملائشیا میں 1956ء سے، سنگاپور میں آزادی کے بعد سے ہنوز اور چین میں 1948ء سے لیکر آج تک **''یک جماعتی''** اقتدار کے تحت مبہوت کرنے والی تیز رفتار ترقی ہوئی ہے۔ اسلام میں بھی حق کے غلبہ کی حامل **''حزب اللہ''** کی جماعت اور باطل کی متمنی شیطان کی پیروکار **''حزب الشیطان''** جماعت ہے۔ جبکہ **کثیر الجماعتی نظام میں معاشرہ گروہی شکل اختیار کر کے فرقوں اور لسانی وعلاقائی بنیادوں پر انتہا پسند لشکروں میں بٹ جاتا ہے۔** اس لئے 'یک جماعتی' سسٹم میں مشاورت کے ساتھ اراکین کا حق وانصاف کے مطابق دی گئی رائے کا فیصلہ درست ہوگا جس کیلئے اکثریت لازمی نہیں ہے۔ کیونکہ جو بات اخلاقی معیار کے مطابق صحیح ہے، وہی صداقت ہے، خواہ اس کی تائید میں ایک ہاتھ بھی نہ اُٹھے۔ اسلام اس بات کی تائید نہیں کرتا کہ آپ ہر حال میں اپنی پارٹی کے ساتھ چپکے رہیں، خواہ وہ باطل پر ہی کیوں نہ ہو۔ اسلامی نظامِ معاشرت کا تقاضا ہے کہ جس بھی رائے کو آپ حق پر پائیں اسکا ساتھ دیں ورنہ اس سے اختلاف کریں۔ یعنی جماعتی عصبیت کا مظاہرہ نہیں کیا جائیگا اور وفاداری کی بناء پر جائز و ناجائز بات کی حمایت نہیں کی جائیگی **اور جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقے ڈالے اور مختلف پارٹیوں میں تقسیم ہوگئے آپ کا ان سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں ہے(6/159)۔ مذہبی فرقے اور سیاسی پارٹیاں دونوں ہی قرآن کی رو سے خدا کا عذاب ہیں۔ کیونکہ اسلام میں کوئی فرقہ یا پارٹی نہیں (30/31,32)۔ بیشک قرآن نے** اختلاف اور افتراق کو عذابِ عظیم قرار دیا ہے جو وقتی اور ہنگامی نہیں بلکہ استمراری اور دوامی ہوگا۔ سورۂ انعام کے مطابق پارٹی بازی عدالتِ خداوندی میں بہت بڑا سنگین جرم ہے۔ اس لئے ہر وہ فرد یا ادارہ جو اپنی قوت کو بلا استحقاق مستحکم رکھنے کیلئے ملک کے امن پسند باشندوں کو مختلف پارٹیوں میں تقسیم کر کے باصلاحیت افراد کو کمزور اور ذلیل وخوار کرتے ہوئے نہ صرف غیر مؤثر بنائے، بلکہ جوہر سے عاری لوگوں کو ابھار کر فساد انگیز ناہمواریاں پیدا کرے تو اُن کیلئے فرمایا کہ دین میں فرقے پیدا کرنے والے (30/30-31) اور مشرکانہ رسوم ادا کرنے والے مشرکین ہیں (4/119-121) جن کیلئے جہنم ہے (21/29,98)۔ فرعون کا جرم باشندگانِ ملک کو پارٹیوں میں تقسیم کرنا تھا۔ تفرقہ انگیزی کا شرک جلی گوسالہ پرستی کے شرک خفی سے بھی سنگین ہے۔ یہاں تک کہ تفرقہ کے فروغ کا سبب بننے والی مسجد بھی منہدم کرادی گئی تاکہ وہ کہیں اسلام کے قلعہ کی بجائے دشمن کی پناہ گاہ نہ بن جاتی۔ **قرآن کا دعویٰ ہے کہ وہ ہر قسم کے اختلافات کو مٹانے کیلئے آیا ہے۔** ہر رسول کا پیغام تھا کہ ''دین کو قائم کرو اور باہمی تفرقہ کے نزدیک مت جاؤ۔ اجتماعیت کا حامل دین تو ایک ہی ہوتا ہے، مگر فرقہ بندی سے وہ ٹکڑے ہو کر مذاہب میں تبدیل ہو جاتا ہے، جس میں ہر شخص خدا کی اطاعت انفرادی طور پر کرتا ہے۔ جبکہ قوانینِ خداوندی کے ساتھ وابستگی ایک اجتماعی عمل ہے اور دین کا اشتراک ہی اُمتِ واحدہ و وجۂ جامعیت ہے، جس کے مطابق جب تک اُمت نظامِ صلوٰۃ وزکوٰۃ پر قائم رہی، فرقوں میں نہ بٹی۔

کہا جاتا ہے کہ جمہوری نظام کی کامیابی کیلئے حزبِ اختلاف ہو، **مگر اسلام کہتا ہے کہ حکمرانوں کی مخالفت برائے مخالفت نہیں، بلکہ اُنکا احتساب کرو اور شخصی یا خاندانی آمریت سے پاک ''یک جماعتی'' نظام کے تحت انسانی تکمیل کا اس انداز میں معاشرتی خاکہ تشکیل دو جو اپنی اصل کے اعتبار سے مذہبی، وجود کے اعتبار سے اخلاقیات کا پابند و پاسدار اور اسلوب کے اعتبار سے جدید ہو، جس کی ایک جھلک ''پاکستان تحریکِ اجتہاد (PTI)'' کے زیر تحریر، قابل تصحیح وتوسیع منشور کے خاکہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔**

پاکستان تحریکِ اجتہاد (PTI) کے منشور کا اجتماعی طرزِ نظامت کا خاکہ؛

2- امام، مدرسہ اور ہمارا سماجی رویہ... تاریخ کے آئینے میں!

بیشک اسلامی ڈھانچے کا معمار امام اور استاد ہے جنکا معیارِ زندگی بیان کرتے ہوئے انتہائی ندامت ہوتی ہے۔ اس لئے **دینِ فطرت کی رو سے آپؐ کی سنت کے بطور نائب و وارث عالم کو امامت وخطابت سمیت کائنات پر تفکر کرنے کے قابل بنایا جائیگا۔ کیونکہ عالم صرف مذہبی علم رکھنے والا نہیں بلکہ موجوداتِ کائنات (دین) سے متعلق معاملات کی سوجھ بوجھ رکھنے والا ہی عالم و دانا اور لیڈر کہلائے گا۔** قرآن میں علماء کا لفظ صرف سورہ شعرا (197) وفاطر (28,27) میں ایسے دو مقامات پر آیا ہے جہاں بادلوں کے مینہ برسانے اور انواع واقسام کے پھل پیدا ہونے سمیت پہاڑوں، انسانوں، جانداروں اور مویشیوں کا سائنسی علم یعنی علم الفطرت کا احاطہ کیا گیا ہے جو طبیعات، نباتیات، طبقات الارض، حیوانیات اور انسانیات کے متنوع شعبوں پر غور وفکر سے متعلق کائناتی وانسانی زندگی کے عملی گوشوں کا احاطہ ہے۔ اس لئے **کائناتی قوانین کو سامنے رکھ کر ہر آن غور وفکر کرتے رہنے کو ہی دراصل قرآن نے ذکر وفکر سے تعبیر کیا ہے، یہی مومنین کا شعار ہے** (45/3-6) جن کے سامنے نظامِ ربوبیت بے نقاب ہو کر رہ جاتا ہے، یہی متقیوں کی نشاندہی ہے جو کائناتی نظام پر غور وفکر اور اشیائے فطرت کی تحقیقات کیلئے عملی جدوجہد کرتے ہیں، اسی کو علم اور اس کے حاملین کو قرآن کی رو سے علماء کہا گیا ہے، جنہیں دورِ حاضر کی اصطلاح میں سائنسدان اور کائناتی مفکّر کہا جاتا ہے۔ قرآن نے فرمایا ''خدا کی عظمت وہیبت کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو کائناتی مظاہر کے خارجی پہلوؤں پر غور وفکر کر کے حقیقتِ ثابتہ ہونے کا یقین کریں''۔ گویا ''تسخیرِ فطرت اور اتباعِ قوانینِ خداوندی کی دونوں شرائط پر پورا اُترنے والے ہی مومن وعالم کہلا سکتے ہیں''۔ **لہٰذا تمام مساجد کو سرکاری تحویل میں لے کر ایک مخصوص تعلیمی معیار کے ساتھ ائمہ کرام مقابلے کے امتحان کے ذریعے منتخب کیے جائیں گے، جنہیں پبلک سرونٹس کی حیثیت سے درجہ اوّل کے ساتھ تمام مطلوبہ وجائز مراعات اور ضروری اضافی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔** دوسرے ریاستی عہدیداروں کی درجہ بندی کی مانند ائمہ کے درجے بھی مقرر ہونگے اور اُنکی قابل قبول اور غیر متنازعہ ٹریننگ کیلئے قومی وبین المسلمین اکیڈیمیاں قائم کی جائیں گی۔ مدارس کو عمومی تعلیمی اداروں کے نیٹ ورک سے منسلک کر کے مستند یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ائمہ کا ہی مساجد میں تقرر یقینی بنایا جائیگا۔ ائمہ کو ایک ہی مسجد یا مدرسہ پر قبضہ کروانے کی بجائے دیگر سرکاری ملازمین کی طرح ملکی سطح پر نہیں تو کم از کم ضلع کی حد تک اُن کے تبادلے عمل میں لائے جاسکیں گے، تاکہ لوگ مختلف ائمہ کے خطبے سننے کے سبب دین کو

الگ پہلوؤں سے جان سکیں۔ تاہم فتاویٰ، اکائیوں کی وساطت سے **قومی سطح پر قائم قاضی صاحبان کی کمیٹی کے زیرنگرانی جاری ہونگے۔** جس قاضی کو فتویٰ جاری کرنے کی ضرورت محسوس ہوگی وہ دلائل کے ساتھ کمیٹی سے تحریری رجوع کریگا۔ جس پر کمیٹی جانچ پڑتال کریگی اور اگر مواد معیار پر پورا اُترے گا تو کمیٹی فتویٰ جاری کردیگی۔

3- انسان اور عبادت گاہیں... ہمارے کردار کے بدلتے ہوئے پہلو! پاکستان تحریکِ اجتہاد (PTI) کے منشور میں مسلمانوں کا مسجد سے ناتا!

بلاشبہ **مسجد ایمان ویقین کی تجدید اور اللہ کی ربوبیت کے مسلسل اعتراف کا مقام ہے۔** یہ صرف حقوق اللہ، رسمی عبادات یا مذہبی تقریبات کیلئے مخصوص نہیں، **بلکہ حقوق العباد ادا کرنے کا مرکز بھی ہے۔** مگر صد حیف کہ مسلمانوں نے اِسکے اصل مقاصد پس پشت ڈال دیئے ہیں۔ **مسجد دراصل محلہ داری کی بحالی کے ساتھ ساتھ انفرادی واجتماعی، معاشی وسماجی اور عائلی مسائل یعنی نکاح وشادی بیاہ، شرعی، روحانی، حربی وعدالتی، عوامی وسیاسی اور قومی ومقامی اجتماعات کا اعلیٰ ترین تربیتی مرکز ہے**، جہاں خلفائے راشدین کے ادوار میں سیاسی وسماجی مسائل پر باہمی مشاورت کیلئے دعوتِ عام دی جاتی تھی۔ اُس وقت مسجد دعوت، عدالت اور سیاست کا مرکز تھی، جہاں پنج وقتہ نماز کی ادائیگی کے علاوہ مقدمات کا فیصلہ کرنا، جہاد کیلئے مجتمع ہوکر لشکروں کا روانہ ہونا اور مجلسِ شوریٰ کی فیصلہ سازی کا عمل بھی شامل تھا۔ یہی مسلمانوں کے عروج کا دور تھا۔ مساجد کے مقاصد میں رائے عامہ کی جانکاری، آپس میں پیدا ہونے والی بیگانگی کی دوری، معاشی وسماجی مساوات کا قیام، معاشرے کے طور طریقوں سے آگاہی، فیصلہ سازی کا ہنر، دینی ودُنیاوی علوم کی درس وتدریس اور تربیتی لائبریریوں کے قیام کے علاوہ اہلِ محلّہ کے احوال اور تازہ ترین حالات وواقعات سے واقفیت کا حصول شامل ہے۔ جب یہ سماجیات کا مرکز تھی تو محلّہ اپنی حیثیت میں ایک جامع ادارہ تھا، جو حالیہ زمانہ میں بُری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکا ہے۔ آج مسجد محض مذہبی منافرت اور فرقہ واریت پھیلانے کا سبب بن چکی ہے۔ ہمیں اِسکی پہلی حیثیت اور نوعیت وکیفیت بحال کر کے ہر صورت میں رواداری کا ایسا ماحول پیدا کرنا ہے کہ تمام فرقے ایک ہی مسجد میں باجماعت نماز ادا کرسکیں۔ **مساجد کی تعمیر کو کمیونٹی کی ضرورتوں کے تحت باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ حکومت کی زیرنگرانی لایا جائیگا**، تاکہ ملک بھر کی غیر قانونی، بے سلیقہ اور غیر شرعی مساجد کے حسّاس مسئلہ کو قوانین کے تابع لا کر اسپیکرز پر، یا کسی بھی صورت میں چندہ اکٹھا کرنے جیسے افعالِ شُنیعہ سرانجام دینے کی ممانعت ہو سکے۔ **مساجد سے ملحقہ قائم ہونے والی مجوزہ اکائیاں سماجی وعائلی مسائل میں سلجھاؤ کے حصول میں مددگار ثابت ہونگی اور بروقت وصحیح جوڑ کے** ساتھ بلا مالی تفکرات، لڑکے ولڑکی (بالغان) کو رشتہ ازدواج میں منسلک کرانے میں والدین کی مدد وراہنمائی کیلئے کوائف کی تصدیق بذریعہ سرکاری خفیہ ایجنسی کروا کر متعلقہ ادارہ کی معاونت سے امور کی تکمیل کا سبب بنیں گی۔ اس سے یقیناً لواطت وبے راہ روی کا خاتمہ ہوگا۔ جبکہ نکاح کی رجسٹریشن اور حق مہر کی رقوم کو ہندسوں اور الفاظ میں درج کیا جانا، عورت کو اُسکے والدین، بہن بھائیوں کی تحریری مشاورت سے مشروط طلاق کا حق تفویض کیا جانا قرین انصاف ہوگا اور میاں بیوی میں اختلافات مٹانے کیلئے فریقین کے نمائندگان پر مشتمل مصالحتی بورڈ تشکیل دیا جائیگا (4/35)۔ نیز نکاح نامے کا کوئی خانہ خالی نہیں چھوڑا جائیگا اور میاں بیوی کے وراثتی اثاثہ جات کی تفصیل بھی درج کی جائیگی۔ **البتہ دیگر ممالک کی مانند ہمیں بھی اجتہاد کے ذریعہ لڑکے اور لڑکی کو وراثت میں برابر کا حصہ دار بنانے پر غور کرنا چاہیے جس کے تحت شادی یا طلاق کے بعد میاں بیوی ازخود ایک دوسرے کی جملہ جائیداد میں برابر کے حقدار وشریک ہونگے جو خاندانی اکائی کو برقرار رکھنے میں مددگار ہوگا۔** جبکہ دوسری، تیسری یا چوتھی شادی کرنے کی صورت میں پہلے قرآنی احکامات (4/3) سے رہنمائی لی جائے گی۔ جبکہ بیوی بچوں کی تفصیل کا (بعد کے) نکاح نامے پر درج ہونا بھی لازمی ہوگا اور شادی سے قبل مطلوبہ میڈیکل ٹسٹ کے ذریعہ صحتمند نسل کو یقینی بنایا جائیگا۔ بدلتے حالات میں خواتین کا اگر ملازمت کرنا خانگی ضرورت بن چکا ہے تو اُنکے فطرتی مسائل کے حل کیلئے حکومتی سطح پر مطلوبہ سہولتیں بھی مہیا کی جائیں گی۔ یعنی دفتری اوقات کار میں ملازمت پیشہ خواتین کے شیر خوار بچوں کا خیال رکھنے کیلئے آیا رکھی جائیں گی۔

4- عوامی شمولیت سے خودمختار انتظامی اکائیوں کی تشکیل... پاکستان تحریکِ اجتہاد (PTI) کے مجوزہ خودانحصاری نظام کی روح!!

بیشک حقیقی حاکم اللہ کی ذات ہے، لیکن بطور نائب وخلیفہ فیصلہ سازی میں عوام برابر کی شریک ہوگی، تاکہ عام فرد سمیت مقتدرِ اعلیٰ بھی غلطی پر جوابدہ ہو۔ انتظامی طور پر حفظِ مراتب کا کچھ یہ تاثر ہوگا کہ ہم نفاق وتقسیم کی حامل مروجہ جمہوریت کی مانند سب قطار میں کھڑے ہونے کی بجائے اشتراک واتفاق پر مبنی دائروی محیط میں ایک دوسرے کے بازو تھامے یوں مربوط ہونگے کہ کوئی آگے ہو نہ پیچھے، اعلیٰ ہو نہ ادنیٰ، **بلکہ اقتدار کو عوام میں نچلی سطح تک منتقل کر کے عام آدمی کو بلاواسطہ یا بالواسطہ اقتدار میں شرکت کی ضمانت دیتے ہوئے یہ احساس دلایا جائیگا کہ وہ اپنے بُرے بھلے کی خاطر حالات کو بگاڑنے یا سنوارنے کیلئے خود کچھ کر سکنے کا کلی اختیار رکھتا ہے۔** بیشک گاؤں، بستی اور گلی محلّہ ہی وہ فطری سطح ہے جہاں کا ہر رہائشی اپنے ہمسایہ سے نسل در نسل بخوبی واقف ہوتا ہے۔ یہیں پر بنیادی فیصلے ہونے چاہیں، جہاں عوام کی اپنی ایک خود مختار اکائی ہو، جو اپنے علاقے کی ترقی کی راہیں خود متعین کرے اور ہمہ وقت اپنے عوام کے سامنے جوابدہ ہو۔ اس اکائی کی جغرافیائی حدود کے اندر واقع تمام سرکاری ونیم سرکاری ادارے حسن کارکردگی کے حوالے سے عوامی دسترس میں رہیں گے۔ **آبادی کے لحاظ سے نئی حلقہ بندیاں وجود میں لاکر گاؤں کی آبادی کے تناسب سے ہر قصبہ اور شہر کی حد بندی کرنے کے بعد 'قاضی صاحب' کے بطور سرکاری ممبر سمیت متذکرہ بااختیار بنیادی مقامی انتظامی اکائیاں، مذکورہ طریقہ کار کے تحت تشکیل دی جائیں گی جو ضلعی اسمبلی کے مربوط رابطے میں رہیں گی۔** اسطرح گاؤں، قصبہ اور شہر کی سطح پر قائم مطلوبہ تعداد (گیارہ ممبران) پر مشتمل اِن اکائیوں میں سے ماسوائے صدور اور جنرل سیکرٹریز بالخصوص اور دیگر چھٹے نمبر تک کے عہدیدار بالعموم کے، ایک، دو، تین یا زائد ممبران مجوزہ طریقہ کار کے تحت ضلعی اسمبلی کیلئے منتخب ہونگے۔ جن میں سے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک ضلعی ممبر کی بجائے چند ممبران کو کمیٹی کی شکل میں ضلع کی نمائندگی کیلئے قومی اسمبلی بھیجا جائے۔ گویا ضلعی اسمبلیاں انہی مقامی اکائیوں میں سے مجوزہ طریقہ کار کے تحت چناؤ کا نتیجہ ہونگی۔ یہ طریقہ کار حکومتی ڈھانچہ کیلئے ہوگا۔ تاہم تنظیمی ڈھانچے کیلئے اس ترتیب کے برعکس ذیلی اکائی کے صدر اور جنرل سیکرٹریز اپنے سے بالا اکائی کے ممبر ہونگے۔ اس نسبت دستور میں وضاحت کی گئی ہے۔ البتہ انتظامی ضرورتوں کے تحت جہاں ضروری ہوا، وہاں اضلاع کی ازسرنو تقسیم کی جاسکتی ہے۔ اسی طریقہ کار کو قومی اسمبلی تک توسیع دی جائیگی۔ ہر ضلعی اسمبلی کی مجموعی تعداد میں سے ماسوائے صدور اور جنرل سیکرٹریز بالخصوص اور دیگر عہدیدار بالعموم کے، ایک، دو، تین یا زائد اراکین کو مجوزہ طریقہ کار کے تحت منتخب کر کے قومی اسمبلی تشکیل دی جائیگی۔ **اس طرح انتخابی عمل کے اس مربوط سلسلہ کے تحت مقامی اکائی،**

ضلعی اسمبلی اور ضلعی اسمبلی اپنے سے بڑی قومی اسمبلی کے اراکین کا انتخاب کرے گی اور ایسی اسمبلیاں ہی سپریم ادارہ ہونگی۔ جبکہ مرکزی اکائی کا دفتر یعنی ملک کا دالالخلافہ ماہانہ یا سالانہ بنیادوں پر باری باری ہر ضلع میں قائم کیا جاسکتا ہے۔ البتہ سینٹ کا وجود نہیں ہوگا مگر قومی، ضلعی اور مقامی سطح پر قومی مجلس مشاورت کی صورت میں معاونین خصوصی/محفل مدبران کے تھینک ٹینک ہونگے۔

پاکستان تحریکِ اجتہاد (PTI) کے نظام میں جائیداد کا جو معیار مقرر ہوگا اس سے زائد مال و دولت کا حامل یا غیر ذمہ دار و بدکردار شخص، ووٹر، اکائیوں کا ممبر یا عہدیدار نہیں بن پائیگا۔ تاہم لگاتار زائد ٹیکس دہندہ یا ملکی قرضہ اُتارنے، قومی زندگی میں نمایاں کارنامے و خدمات سرانجام دینے یا کسی بھی سطح پر نیک نامی کمانے والے افراد کو سینٹ کے متبادل قومی سطح کی مستقل اقتصادی و سلامتی مشاورتی کمیٹی، نیشنل سکیورٹی کونسل و تھینک ٹینک وغیرہ کا باعزت ممبر بنایا جاسکتا ہے، جن کو ملکی پالیسیاں وضع کرنے میں ویٹو کی حد تک اختیار دیا جاسکتا ہے جس پر حتمی نتائج پانے کیلئے بذریعہ اکائیاں اور متعلقہ یونینز، عوامی استصواب رائے کے عمل میں لایا جانا مشروط ہوگا۔ کیونکہ استصواب رائے کے ذریعہ عوامی خواہشات ورجحانات اور احساسیت کا پتہ چلتا رہتا ہے۔ جبکہ محض نمائندوں کے انتخاب کے ذریعہ، رائے دہندگان، اصولوں یا پالیسیوں پر مؤثر طریقے سے رائے زنی نہیں کر پاتے۔ اس لئے **ووٹرز کا کسی ایک نمائندہ کے حق میں ووٹ ڈالنے کا عمل تمام قومی مسائل پر رائے زنی تصور کر لینا غلط ہوگا۔** ہمارے ہاں لوگ اصولوں یا مسائل پر رائے زنی کے عادی نہیں ہیں، بلکہ نام نہاد کارروائی صرف ووٹ ڈال کر اپنے حاکموں کے انتخاب تک محدود رہ کر ملکی و سیاسی معاملات میں عدم دلچسپی و جمود کا شکار رہتے ہیں، جس کے خاتمہ کیلئے مقامی انتظامی اکائیوں میں استصواب رائے، حق ہدایت اور حق بازطلبی کے ذریعہ قوانین کو مقامی ضروریات کے مطابق ڈھالنا ہے، تاکہ عوام بتدریج سیاسی شعور کی پختگی کے حامل ہو جائیں اور سیاسی لیڈروں کے خوش کُن وعدوں یا جذباتی نعروں سے کم اثر لیں۔ سورہ نور کے فرمان کی تعبیر کرتے ہوئے اہل ایمان کی جماعت کے ہر فرد کو حکومت میں برابر کا حصہ دار بنانے کیلئے برقی رائے دہی کے مربوط مرکزی نظام کے ساتھ عوام کو ہمہ وقت منسلک کر کے براہ راست قانون سازی کے عمل میں شریک کیا جائیگا، تاکہ لوگوں کی سیاسی مسائل میں دلچسپی بڑھنے کے ساتھ احساس ذمہ داری میں اضافہ، عزتِ نفس بحال اور خود اعتمادی پیدا ہو اور قوانین گروہی یا طبقاتی تعصّبات کی بجائے قومی مفادات کے آئینہ دار ہو پائیں۔ اسطرح عمومی اقتدارِ اعلیٰ کے نظریہ کی بہترین ترجمانی ہوگی اور عوام اپنی مرضی کے قوانین بنوا کر خود بااختیار کنٹرولنگ اتھارٹی کی حیثیت سے اپنے جملہ امور کی اصلاح کیلئے بطور حاکم بیک وقت حزبِ اقتدار و اختلاف کا بھرپور کردار ادا کرتے ہوئے ہمہ وقت حکومتی مشینری کا احتساب کر سکیں گے۔ فرمایا انسان اور قومیں مکافاتِ عمل کے تحت اپنے محاسب خود ہوتے ہیں (65/8,3/3,45/28)۔ خصوصاً ہمیں اللہ نے اُمتِ وسطیٰ بنایا ہے تاکہ نوعِ انسانی کے اعمال و کردار کے نگران رہیں اور ہمارا نگران مرکز، نظامِ خداوندی ہے (2/143)۔

یہی وہ پیمانے ہیں جن کے تحت افراد اور قوموں کی عمریں طویل ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ **کسی ملک یا قوم کی عام (اوسط) طبیعی عمر حفظانِ صحت کے اصولوں پر کاربند، عمدہ خوراک، غذا، دیکھ بھال، وراثتی اثرات، معاشرتی حالات، اعصابی سکون و توازن کے اسباب و علل، جنین کی مناسب حفاظت و پیدائش اور پرورش، علاج معالجہ کے انتظامات، حادثات اور امراض کی روک تھام کی تدابیر اختیار کرنے کی صورت میں معیارِ زندگی بلند کر کے بڑھائی جاسکتی ہے۔** فرمایا ''نہ کسی کو لمبی عمر ملتی ہے، نہ کسی کی عمر سے کچھ کم کیا جاتا ہے، بجز اس کے کہ یہ قانون (کی کتاب) کے مطابق ہوتا ہے۔ **لیکن اگر ہر شخص کی عمر کا تعین پہلے سے کیا جا چکا ہے تو پھر کم یا زیادہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر آیت ہذا، اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ عمروں کا تعین پہلے سے نہیں ہو جاتا اور طبیعی زندگی، طبیعی قوانین کے مطابق گزار کر انسان لمبی عمر پا سکتا ہے، وگرنہ گھٹا لیتا ہے۔** یہی وہ پیمانے ہیں جن کے مطابق قوموں اور افراد کی عمروں کا تعین ہوتا ہے۔ ہم نے تمہارے لئے موت کے پیمانے مقرر کر دیئے (ہیں) **(56/60) جو چاہو انتخاب کرلو۔ البتہ اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو (2/195)۔** اس تاکید سے عمروں کے پہلے سے متعین ہونے کے تأثر کی نفی ہوتی ہے۔ **میدان جنگ کیلئے سر بکف نکلنے والے سپاہیوں سے کہا کہ اپنی حفاظت کا پورا پورا سامان ساتھ رکھو (4/71)۔ اس طرح خطرہ کے عالم میں اجتماعِ صلوٰۃ کیلئے ایک گروہ کو دوسرے کی حفاظت کرنے کی ہدایت کرنا (4/102) وہ حفاظتی تدابیر ہیں جو متعین عمروں کی نفی کرتی ہیں۔ کیونکہ اگر سپاہی کو جو گولی لگنی ہی نہیں یا جس پر اُس کا نام لکھا ہوا ہے تو اس سے وہ بچ نہیں سکتا اور یوں تو ایسی تدابیر کا بتانا بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔**

بہرکیف خدا کی متعین کردہ حدود میں رہ کر گاؤں یا قصبہ کو کلی بااختیار مقامی انتظامی اکائیاں بصورت ''انجمنیں/ اسمبلیاں/ پنچایتیں/کمیٹیاں یا مجالس'' میں سے کسی ایک نام کے ساتھ تشکیل دی جائیں گی جو نہ صرف مقامی سطح پر سماجی خدمت کی سیاست سے امور کی احسن تکمیل کیلئے بنیادی و جمہوری تربیت گاہ ثابت ہونگی، بلکہ مقامی سطح کے مسائل حل کرنے کے علاوہ قومی معاملات کے سلجھاؤ میں بھی استصواب رائے کی صورت میں بنیادی مشاورت مہیا کریں گی، تاکہ مقامی اکائیوں سے بننے والی ضلعی اکائیوں اور مرکزی اکائی (حکومت) کے کام کو انتہائی ہلکا کیا جاسکے۔ **اِن عوامی (مصالحتی) اکائیوں کے قیام کا مقصد لوگوں کو فوری اور سستا (بلکہ مفت) انصاف دلانا، نیم عدالتی کارروائی کے روپ میں اپنے معاملات خود طے کرنے اور تنازعات نمٹانے کی تربیت دینے کے ساتھ ساتھ ٹاؤٹی نظام کا خاتمہ کرنا بھی شامل ہے جس میں مخصوص شہرت و تجربہ کے حامل گُھس بیٹھیے افراد، شریف شہریوں کیلئے وبال جان بن کر معاملہ کو ختم کرنے کی بجائے اپنے مفادات کی خاطر طول دیئے رکھتے ہیں۔** جبکہ ہماری اسلامی و سماجی روایات کے مطابق قائم ہمارا پنچایتی نظام انتہائی مثالی تھا اور اب بھی ہونا چاہیے جس کے مماثل امریکن جیوری یا چائنیز اسیسرز سسٹم میں بھی ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والی عوام، عدالتوں کی معاونت کر کے براہ راست عدالتی نظام میں شریک ہوتی ہے۔ سرکاری طور پر امریکن جیوری سسٹم کے تحت قانوناً کم از کم اٹھارہ سال کے بے داغ ریکارڈ کے حامل شہریوں کو مُنصف بنا کر بلا امتیاز مذہب، نسل اور تعلیم و تجربہ سے بالاتر عدالتی فیصلے کرنے کے قابل بنانے کیلئے ثالثی حق دیا گیا ہے، تاکہ عدل و انصاف کی عدالتی کارروائی کو نہ صرف قریب سے دیکھنے کا موقع ملے، بلکہ اس کا لازمی حصہ بنا کر جج کو اپنی مکمل آزادی کے ساتھ رائے دینے کا پابند بنایا گیا ہے، بصورت دیگر کارروائی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ علاقہ کی ووٹر لسٹ سے ملکی سربراہ سمیت کسی بھی منتخب شدہ فرد کو جیوری ڈیوٹی کا قانونی حکم نامہ وصول ہونے پر وہ دی گئی تاریخ کے مطابق اپنے علاقہ کی عدالتی کارروائی میں شریک تصور ہوگا۔ شروع سے آخر تک مقدمے کی اس کارروائی کے دوران طالبعلم کی درسگاہوں سے غیر حاضری کو شمار نہیں کیا جاتا اور نہ ہی ملازمت اثر انداز ہوتی ہے، بلکہ تحفظ دے کر اعزازیہ بھی دیا جاتا ہے۔

چنانچہ پاکستان تحریکِ اجتہاد (PTI) کے مجوزہ نظام میں ہر محلّہ، کالونی اور گاؤں میں مقامی معزز بزرگوں پر مشتمل اکائیاں تشکیل دی جائیں گی جو ملکی انتظامی ڈھانچے میں شہد کی مکھیوں کے چھتے کے خانوں کی مانند اندرونی طور پر (نیم) خود مختار ہونے کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر ٹیکنالوجی سے مطابقت پذیر ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ آن لائن یوں مربوط ہونگی کہ وحدت کا نظارہ پیش کریں گی۔ الیکشن کمیشن کی نامزد کردہ انتخابی کونسل نامزد ممبران کی اہلیت کے بارے میں پڑتال کریگی اور دولت کے قائم کردہ معیار کے منافی ووٹرز اور اُمیدوار چناؤ میں حصہ نہیں لے سکیں گے۔ عوام اُن اہل افراد کے نام بھی تجویز کر سکتی ہے جو خود حصہ لینے کی منشاء نہ رکھتے ہوں، مگر اہلیت کے حامل ہوں۔ کیونکہ رسولؐ نے فرمایا کہ ''امارت مانگ کرمت لو'' (بخاری و مسلم) اور یہ کہ ''اللہ کی قسم ہم کسی ایسے شخص کو اپنی اسلامی حکومت میں کوئی عہدہ (منصب) نہیں دیں گے جو خود مانگے یا اُسکی خواہش رکھے'' (متفق علیہ)۔ جبکہ سقراط نے بھی کہا تھا کہ ''بادشاہ اُسے بناؤ جو نہ بننا چاہے'' اور ایسے ہی مسلم حاکموں کیلئے قرآن دُنیا و آخرت میں خوشخبریاں وخوشحالیاں بتاتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے گورنر متعین کرنے کیلئے خاص قوانین وضع کئے تھے جنہیں عہدہ ملنے کے بعد ایک خاص ضابطہ اخلاق کا پابند رہنا پڑتا تھا، تاکہ وہ حکومت میں آکر حکمران نہ لگیں اور حکمران نہ ہوتے ہوئے حکمران لگیں۔ اِن اقوال کے پیش نظر مقامی اکائی کی تشکیل سے قبل گاؤں کے عوام، مردوزن اُمیدواروں کے انتخابات لڑنے کیلئے، اہل یا نااہل ہونے کا فیصلہ 'ہاں یا ناں' میں رائے دے کر کریں گے، جس کے بعد اہل قرار پانے والے نامزد ممبران، باہم ایک دوسرے کے متعلق رائے دے کر اکائیوں کی تکمیل کا مرحلہ مکمل کریں گے۔ تاہم انتخابی مراحل کے آغاز سے اختتام تک کوئی کسی کو ووٹ دینے یا نہ دینے کے بارے میں قطعاً مائل یا امادہ نہیں کریگا۔ بصورت دیگر ملوث ثابت ہونے پر ووٹر اور ممبر نااہل تصور ہوگا۔ جبکہ مجوزہ نظام کے مکمل نفاذ کے بعد اعلانیہ رائے شماری کو ترجیح دی جائیگی۔ تاہم مروجہ نظام میں ملازمین اپنی پسند ناپسند کی بنیاد پر ووٹ تو ڈال سکتے ہیں، مگر غیر فطری طور پر وہ حسبِ منشاء کسی جماعت کے رُکن نہیں بن سکتے؟ جبکہ مجوزہ جماعتی نظام میں بلاامتیاز کوئی بھی شہری بیک وقت حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کا کردار ادا کرنے کے قابل ہو (سکے) گا۔ اس طرح اکثریتی رائے سے بالائی درجہ پانے والے اُمیدوار مطلوبہ تعداد میں اسمبلی/مجلس/کمیٹی یا پنچایت کے ممبران ہونگے، جن کی باہمی رائے دہی میں اوّلیت پانے والا اکائی کا سربراہ (صدر) ہوگا۔ رائے دہندہ نامزد ممبر، دوسرے نامزد ممبران کے متعلق رائے زنی کرتے وقت چناؤ کے مجوزہ فارم میں اپنے متعلق کسی بھی قسم کی کوئی رائے نہیں دیگا اور دی ہوئی رائے کے سامنے باقی مجموعی ممبران کی تعداد کے نمبر شمار کو ترتیب نزولی کے ساتھ الٹی گنتی کی شکل میں لکھ دیگا جو ممبران کے درجہ بدرجہ حاصل کردہ نمبر شمار ہونگے۔ مثلاً گاؤں کی عوام نے کھڑے ہونے والے مردوزن اُمیدواروں کے متعلق 'ہاں یا ناں' کی صورت میں فیصلہ دے کر A, B, C اور D وغیرہ مطلوبہ اکائی کے نامزد ممبران انتخابات کیلئے منظور کیے ہیں جن میں سے ''A ممبر کی باقی نامزد ممبران کے بارے میں مجوزہ چناؤ فارم پر دی گئی رائے کی ترتیب'' یوں ہے۔

نمبر شمار	نامزد ممبر کا نام	دیئے گئے نمبروں کی معقول وجہ	حاصل کردہ نمبر
1	C	محبّ وطن عالم ہے	3
2	D	تعلیم یافتہ مگر نوجوان ہے	2
3	B	جذباتی ہے	1

''B ممبر کی باقی نامزد ممبران کے بارے میں دی گئی رائے کی ترتیب'' یوں ہے۔

نمبر شمار	نامزد ممبر کا نام	دیئے گئے نمبروں کی معقول وجہ	حاصل کردہ نمبر
1	A	بین الاقوامی امور میں ماہر ہے	3
2	D	کم پڑھا لکھا ہے مگر دیانتدار ہے	2
3	C	قوت فیصلہ کا حامل مگر ان پڑھ ہے	1

''C ممبر کی باقی نامزد ممبران کے بارے میں دی گئی رائے کی ترتیب'' یوں ہے۔

نمبر شمار	نامزد ممبر کا نام	دیئے گئے نمبروں کی معقول وجہ	حاصل کردہ نمبر
1	A	عسکری معاملات میں عالمی اتھارٹی ہے	3
2	B	نظریاتی و جغرافیائی علوم کا ماہر ہے	2
3	D	انسان دوست ہے	1

''D ممبر کی باقی نامزد ممبران کے بارے میں دی گئی رائے کی ترتیب'' یوں ہے۔

نمبر شمار	نامزد ممبر کا نام	دیئے گئے نمبروں کی معقول وجہ	حاصل کردہ نمبر
1	B	عالم، مفکر اور دردمند دل کا مالک ہے	3
2	A	قوت فیصلہ کا مالک لیکن انتہا پسند ہے	2
3	C	درمیانے درجہ کا اعتدال پسند تعلیم یافتہ ہے	1

مجموعی رائے شماری میں A ممبر کے حاصل کردہ نمبر : 3+3+2 = 8 نمبر
مجموعی رائے شماری میں B ممبر کے حاصل کردہ نمبر : 1+2+3 = 6 نمبر
مجموعی رائے شماری میں C ممبر کے حاصل کردہ نمبر : 3+1+1 = 5 نمبر
مجموعی رائے شماری میں D ممبر کے حاصل کردہ نمبر : 2+2+1 = 5 نمبر

اس طرح گاؤں، قصبہ یا شہروں کی مقامی اکائیوں کیلئے A ,B ,C یا D وغیرہ نامزد ممبران میں سے بالائی مقام حاصل کرنے والے مطلوبہ ممبران کی تعداد پر مشتمل مجوزہ نظام کی کلیدی اکائی یعنی مقامی اسمبلی تشکیل پا جائیگی اور A ممبر کی طرح سب سے زائد نمبر حاصل کرنے والا ممبر اس بنیادی مقامی اکائی کا سربراہ (صدر) ہوگا۔ جبکہ دوسرے نمبر پر آنے والا نائب صدر، تیسرے پر جنرل سیکرٹری، چوتھے پر جوائنٹ سیکرٹری، پانچویں پر سیکرٹری مالیات (خزانہ)، چھٹے پر آنے والا سیکرٹری اطلاعات ہوگا۔ تاہم سیکرٹری نشر واشاعت اور سیکرٹری سوشل میڈیا جیسے دیگر ٹیکنیکل عہدے موزونیت کے لحاظ سے صدور نامزد کریں گے جن کی منظوری مجوزہ طریقہ کار کے تحت متعلقہ تنظیم دے گی۔ **یہ مجوزہ طریقہ کار تمام سطحوں پر ممبران کے چناؤ کیلئے اپنایا جائیگا** اور اِس کی مشق سرکاری و پرئیویٹ سطح پر تمام تعلیمی و تربیتی اور مذہبی اداروں اور جیلوں جیسے مقامات میں باقاعدگی سے کروائی جاتی رہے گی۔ جبکہ C اور D کی مانند ایک جیسے نمبر حاصل کرنے والوں کا فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا۔ تاہم حکومتی ڈھانچہ میں جس طرح مجوزہ طریقہ کار کے تحت منتخب ہونے والے **مقامی اکائی کے صدور یا کوئی بھی دیگر منتخب ہونے والے عہدیداران، ضلعی اسمبلی کے رُکن نہیں بن سکیں گے، بالکل ویسے ہی ضلعی اسمبلی کے منتخب صدور یا دیگر منتخب عہدیداران، مرکزی یا قومی اسمبلی کے رُکن نہیں بنیں گے۔ البتہ مقامی اکائی کا ممبر جو ضلعی اسمبلی کا رُکن منتخب کیا جائیگا، وہ باقی ممبران کی نسبت قدرے زیادہ پڑھا لکھا ہونا چاہیئے۔** ایسے ہی ضلعی اسمبلی کا رُکن جو مرکزی اسمبلی کا رُکن چنا جائیگا وہ بھی ضلعی اکائی کے دیگر ممبران میں سے قدرے زیادہ شعوری بلوغت کا حامل پڑھا لکھا ہونا چاہیئے۔ خصوصاً جب مجوزہ نظام میں ہر مرد وزن کو یکساں مواقع میسّر ہونگے تو ایسے میں سبھی ممبران کا پڑھا لکھا ہونا ضروری ہوگا اور خلافت میں خلافِ اسلام وراثت کو فروغ دینے کی بجائے مسندِ خلافت کے حقدار کیلئے وُدیا علم کو معیار بنایا جائیگا۔ اس لئے جب تک تعلیم جیسی بنیادی سہولتیں سب مرد وزن کیلئے یکساں طور پر مہیا نہیں ہو جاتیں تب تک آغاز میں محلے، شہر اور ملک کا نظم ونسق چلانے کا حق اَن پڑھ غریب لوگوں کو بھی اتنا ہی ہوگا جتنا کہ پڑھے لکھے امیر زادوں کو ہے، تاکہ ہر ایک کو اپنے اچھے بُرے اعمال کا ذمہ داری کے ساتھ احساس رہے۔

گویا حکومتی معاملات میں مرد اور عورتیں، دونوں برابر ذمہ دار ٹھہرائے گئے ہیں۔ کیونکہ رسولؐ کی وفات کے بعد **"امر بالمعروف ونہی عن المنکر" پر عمل کروانے کے فریضہ رُسالت کی ادائیگی حکومتی شکل میں بحیثیت جانشیں پوری اُمت کے ذمہ مشترکہ طور پر عائد ہوتی ہے (3/110) اور حکومت قائم کرنا کسی ایک فرد یا پارٹی کا نہیں بلکہ پوری اُمت کا کام ہے** (3/100-5) جس میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہونگے۔ جبکہ مجوزہ نظام کے مکمل نفاذ کی صورت میں ابتدائی مراحل کے بعد **مقامی اکائی کا تجربہ رکھنے والا ہی آئندہ کیلئے ضلعی وقومی اسمبلی کا ممبر بن سکے گا** اور سربراہ مملکت سیاسی وابستگی وحمایت کی بجائے مجوزہ طریقہ کار کے تحت رائے دہی سے منتخب ہوگا۔ **البتہ پاکستان تحریکِ اجتہاد (PTI) کے وضع کردہ اکائیوں کے نظام ہذا میں مساوی بنیادوں پر تنظیم سازی کیلئے مرد اور عورتیں الگ الگ اپنی تنظیمیں تشکیل دیں گے اور حکومتی ڈھانچہ کیلئے ذیلی سے بالا اکائیوں میں مساوی بنیادوں پر کم از کم ایک مرد اور ایک عورت کے تناسب سے مجوزہ طریقہ کار کے تحت ممبران منتخب کر کے مقامی، ضلعی اور مرکزی (قومی) تنظیموں (اکائیوں) کا تنظیمی ڈھانچہ مکمل کیا جائیگا اور عوامی مسائل سے متعلق بالعموم، جملہ امور مرد وزن کی اکائیوں کے مخلوط اجلاسوں میں طے ہونگے۔ تاہم مقامی اکائیوں کی خواتین کو اس حد تک استحقاق حاصل ہوگا کہ وہ عورتوں سے متعلق بالخصوص، بعض اخلاقی وحساس معاملات کی نسبت الگ سے بھی اپنے اجلاس بلوا سکیں گی** جس میں موقع مناسبت سے خواتین کی اکائی اگر ضروری خیال کرے تو امام مسجد (قاضی) کو بطور سیکرٹری شامل کر سکتی ہے اور کیے گئے فیصلہ سے مردوں کی اکائی کے صدر کو اعتماد میں لے کر معاملات نمٹا سکتی ہے۔ **بصورتِ دیگر مرد وزن کی اکائیوں کے مشترکہ ومعمول کے اجلاس میں کیس کا میرٹ پر حتمی فیصلہ کیا جائیگا جس میں سینئر نائب صدر خواتین کی مقامی اکائی کی صدر ہوگی جو صدر کی عدم موجودگی میں ایسے مخلوط اجلاسوں کی صدارت کر سکیں گی۔ گویا مرد وزن کی الگ الگ پہچان کی حامل مقامی اکائیاں صرف مقامی سطح کی حد تک خواتین کے مخصوص وحساس معاملات کیلئے الگ تصور ہونگی۔ جبکہ ضلعی وقومی اکائیوں میں مخلوط نمائندگی ہونے کی وجہ سے مرد وزن پر مشتمل اِن اکائیوں کے اجلاس مخلوط (اکٹھے) ہونگے۔** اکائیوں کے اراکین وعہدیداران اپنے فرصت کے لمحات میں (بھی) بلا معاوضہ کام کرتے رہیں گے۔ یعنی اپنے علاقوں تک محدود رہ کر اپنی نجی گھریلو وکاروباری زندگی کو متاثر کیے بغیر وقت کی قید یا کسی سرکاری وغیر سرکاری چھٹی ہونے کے باوجود عوامی مسائل کے فوری حل کیلئے لوگوں کی پہنچ میں ہمہ وقت میّسر رہ کر ہنگامی اور معمول کے امور موقع پر با آسانی نمٹا سکیں گے۔ اس طرح **"عوام کا سرکاری اداروں سے براہ راست رابطہ منقطع کر کے انفارمیشن ٹیکنالوجی کو استعمال میں لاتے ہوئے پبلک سیکٹر کے متعلقہ جملہ امور مقامی اکائیوں کے ذریعے تعین شدہ دورانیہ میں انجام دیئے جائیں گے کہ کرپشن کا ازخود خاتمہ ہو کر اصلاح پر مبنی خود احتسابی کا لاجواب اجتہادی نظام وجود میں آ جائیگا"۔** اکائی ممبران کو معمولی اعزازیہ کے علاوہ صرف کسی سرکاری سلسلہ میں اپنے علاقہ سے باہر جانے کی صورت میں ہی طے شدہ سفری الاؤنس دیا جائیگا۔ قاضی صاحبان اپنی قابلیت وگریڈ کے مطابق سرکاری مشینری کا باقاعدہ حصّہ ہونے کی بناء پر تنخواہ بشمول الاؤنسز یا مراعات حاصل کر پائیں گے۔ **تاہم اسمبلیوں میں پہنچنے والے تمام اراکین وعہدیداران کو سیاست، معیشت، تجارت، سفارت اور ملکی وبین الاقوامی تاریخ کی باقاعدہ ٹریننگ حاصل کرنا ہوگی۔**

مقامی اکائیوں کے مرکزی صدر دفاتر اسی علاقے کی جامع مساجد کے ساتھ منسلکہ وملحقہ ہونگے، اور تمام ذیلی مساجد ومدرسے بھی جامع مسجد کی انتظامیہ کے زیر نگرانی رہیں گے۔ تاہم تمام دفاتر ایک ہی چھت کے نیچے لانے کی کوشش کی جائیگی جس میں اعلیٰ سے ادنیٰ ملازمین کے دفاتر کے درمیان سے دیواریں ہٹا کر ان کو ہال نما بلڈنگز میں بالترتیب بٹھا دیا جائیگا جن کے سامنے سائلین متعلقہ فائلوں پر اپنی موجودگی میں کھلے عام کارروائی ہوتی دیکھ سکیں گے۔ **جبکہ واش رومز وکیچن جیسی سہولتیں بھی مشترک ہونگی تا کہ صفائی ستھرائی کا ہر وقت معائنہ ہونے سے ایسے مقامات صاف رہیں۔** سالمیت کے معیار پر پورا اُترتے والے اہم حساس اداروں کو اکائیوں سے مربوط کر کے براہِ راست ضلع ومرکز سے منسلک کر دیا جائیگا۔ یعنی ہر درجہ اکائیوں کے صدور اپنے اپنے

علاقے کی صورتحال سے ہمہ وقت آگاہی کیلئے اپنی اپنی خفیہ اطلاعاتی ایجنسی تشکیل دیں گے۔ ایک حلقہ یا گاؤں میں ایک سے زائد افراد اِن ایجنسیوں میں رکھے جاسکیں گے اور اطلاعات میں تضاد کی صورتحال پیش آنے پر متعلقہ علاقہ اور معاملہ کو مزید توجہ دی جائیگی۔ البتہ ایک فرد بیک وقت ایک ہی اکائی کے ساتھ منسلک ہوگا۔ تاہم مفادِ عامہ کی خاطر بالا اکائی کیلئے معلومات شیئر ہوسکیں گی۔ نیز اکائی کے متعلقہ حلقے سے کوئی بھی شخص خفیہ یا اعلانیہ اطلاع متعلقہ اکائی کو پہنچا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں انفرادی طور پر مبنی برحقائق اطلاع پہنچانے والے غیر سرکاری فرد (افراد) کو اعزازیہ بھی دیا جائیگا۔ خصوصاً اس صورت میں اسے مزید بڑھا دیا جائیگا جب ایجنسی کی اطلاع غلط ثابت ہوگی۔

علاوہ ازیں مقامی، ضلعی اور مرکزی سطح کی کسی بھی اکائی کو مطلوب کوئی مفرور اشتہاری، شرپسند، جاسوس، دہشت گرد، منشیات فروش، سمگلر، خطرناک ڈاکو لٹیرا یا اغوا شدہ اور گھر سے بھاگے ہوئے شخص کی آن لائن بھیجی گئی تصاویر و متعلقہ معلومات کے حاصل کردہ پرنٹس کو ملک میں موجود تمام مقامی اکائیاں مساجد اور چوراہوں پر آویزاں کر کے اعلانات و منادی کے ذریعے چند لمحوں میں فوری بازیاب و گرفتار کرسکیں گی۔ اسطرح کوئی نو وارد اتیہ، مشتبہ اور دہشت گرد جاسوس محلے یا گاؤں میں نہ رہ سکے گا اور بہت سی حساس ایجنسیاں غیر ضروری متصور ہو کر ختم ہو جائیں گی۔ تاہم ہر اکائی کے علاقہ میں مرکزی محتسب اور خفیہ ایجنسی کے اہلکار بھی ہونگے جو اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ اُنہیں بھی پہنچنے والی تصاویر/ احکامات پر اُنکے علاقہ کی مقامی اکائی نے فوری عملدرآمد کر لیا ہے، بصورت دیگر باز پُرس کی جاسکے گی۔ مروجہ نظام میں نشاندہی کرنے والے کی بجائے کرپشن میں ملوث افراد گرفت میں آئیں گے۔

بیشک پاکستان تحریکِ اجتہاد (PTI) کے مجوزہ نظام میں قرآنی حکم کے تحت یہ مقامی اکائیاں اپنے اپنے علاقوں میں بچوں سمیت مرد وزن کا تعلیم، عمر، قوم، ذات، پتہ، کردار کی خصوصیات، بلڈ گروپ، صحت و بیماری کے ساتھ ہمہ وقت ڈیٹا اَپ ڈیٹ رکھ کر تمام مکانوں اور مکینوں کے مکمل کوائف مستقل اور مسلسل بنیادوں پر ریکارڈ کرتے ہوئے تازہ ترین مردم شماری کے پیچیدہ مسئلہ کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حل کر رکھیں گی۔ اگر کوئی فرد اپنی متعلقہ اکائی سے مستقل ہجرت کر جائیگا تو نئی جگہ رائے شماری کا حق استعمال کرنے کیلئے اُسے اپنی بنیادی سابقہ اکائی سے این او سی حاصل کرنا ہوگا اور اس فرد کے متعلق جملہ ریکارڈ اُسکی نئی مقامی اکائی کے پاس منتقل ہو جائیگا جس کی ایک مصدقہ کاپی پہلی اکائی اپنے پاس محفوظ رکھے گی۔ جرائم اور ہمہ قسم واقعات کی صحیح رپورٹنگ ریکارڈ پر آسکے گی جس سے ضروری تدابیر اپنا کر بروقت اصلاح احوال ممکن ہو سکے گی۔ یہی مقامی اکائیاں پانچ سال کے بچوں کو سکول بھیجنے، بے روزگاروں کو اُنکی قابلیت کے مطابق متعلقہ ادارہ کی معاونت سے پرائیویٹ و سرکاری سطح پر ملازمت دلانے یا بے روزگاری الاؤنس مہیا کرنے کی ذمہ دار ہونگی۔ البتہ اس نسبت متعلقہ مقامی اکائی سے NOC حاصل کرنا لازمی ہوگا تاکہ بیروزگاری الاؤنس کی ترسیل میں بے ضابطگی کا عنصر پیدا نہ ہو سکے۔ مجوزہ نظام کے رائج ہو جانے پر عوام کو بھی خواص کی طرح دھیرے دھیرے معاملات نمٹانے کی سوجھ بوجھ آتی جائیگی۔ عوام اور سرکاری ملازمین کے بالخصوص ملکی و عالمی سطح پر سفری NOC سمیت ازقسم جائیداد کی خرید و فروخت جیسی تمام تر دستاویزات کی تکمیل کو مقامی اکائیوں کی تصدیق (NOC) سے مشروط کیا جائیگا۔ یوں کوئی بھی نوسر دھوکے باز اور فراڈیا ازخود ناجائز ذرائع سے جعلی دستاویزات بنا کر ملک سے باہر سفر کرنے یا اپنی پراپرٹی کے گوشوارے چھپانے یا کم وبیش ظاہر کرنے کی کوشش کریگا تو اس نسبت فوراً ہی متعلقہ مقامی اکائی جہاں سے وہ کاغذات تیار کروائے ظاہر کیے گئے ہونگے، پڑتال کرنے والے دفتر کیلئے قطعٔ نظر وقت یا چھٹی کے متعلقہ اکائی سے آن لائن جیسے جدید ذرائع کے ذریعے حقائق کی تصدیق کسی بھی لمحے بیٹھے بٹھائے ممکن ہو سکے گی۔ کیونکہ ایسا ریکارڈ اکائی کی جانب سے آن لائن اَپ لوڈ کیا جاچکا ہوگا جو متعلقہ فرد کے شناختی کارڈ نمبر کے درج کرنے سے سامنے آجائیگا۔ اسی طرح حکمرانوں، جرنلوں، ججوں اور بیوروکریٹس سمیت تمام سرکاری مشینری کی ابتدائی تعیناتی کو بھی اُنکی جملہ جائیداد سے متعلق تفصیلی گوشوارے مہیا کرنے سے مشروط کر دیا جائیگا، جو مقامی اکائیوں نے قرآن کی ہدایت کے مطابق وقتِ ولادت سے ہی اپنے اپنے افراد کے متعلق اُنکی تمام منقولہ و غیر منقولہ جائیداد و بینک بیلنس وغیرہ کے اعداد و شمار پر مبنی جملہ ریکارڈ ایسے قائم کیا ہوگا، جس طرح کہ ''روز قیامت کو ہر شخص کا پیدائش سے موت تک (ماضی و حال) کا کھلا اعمال نامہ کتابی شکل میں اُسکے گلے میں لٹکا ہوگا اور ظہورِ نتائج کے وقت (دُنیا و آخرت میں) اپنا اعمالنامہ پڑھ کر حساب لگانے کیلئے انسان خود ہی کافی ہوگا'' (17/13-14,19/79,21/94,78/29,36/12,58/6-7,13/9,50/1)۔ اور یہ بھی فرمایا کہ روز قیامت کو ہم ٹھیک تولنے والے ترازو رکھ دیں گے، پھر کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائیگی اور اگر کسی کا رائی کے دانے کے برابر عمل ہوگا تو اس کو (بھی) سامنے لے آئیں گے اور حساب لگانے کیلئے ہم کافی ہیں (21/47)۔ گویا انسان کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں رہتا (86/4)۔ لہذا اللہ ہی ہے جو رات کو تمہاری رُوحیں قبض کرتا ہے، بقیہ زندگی پوری کرنے کیلئے تمہیں دن کو جگاتا ہے اور جانتا ہے کہ دن (رات) تم کیا کرتے ہو۔ آخر کار تم نے جب اُسی کے پاس جانا ہے تو وہ بتائے گا کہ تم کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اللہ گرنے والے ہر پتے اور برّ و بحر اور اِن کی تاریکیوں میں موجود ہر غیب کا علم رکھتا ہے جو کھلی کتاب میں تحریر ہے جنہیں اُس کے سوا کوئی اور نہیں جانتا (6/60-59)۔ ایسے ہی مقامی اکائی کی حدود میں پیدا ہونے والے مرد وزن کے متعلق اُنکی پیدائش سے لے کر وفات تک کھولی گئی فائل سے تمام اعمالنامہ ہر وقت متعلقہ شخص سمیت سب کے سامنے ہوگا۔

البتہ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات زمان و مکان کی نسبتوں سے بلند ہونے کے ناتے کسی مخصوص جگہ پر مقیم نہیں ہے کہ اُس کی طرف جانے سے مراد کوئی خاص مقام لیا جائے۔ اس لئے کسی انسان کا اس کے پاس جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور خدا کی طرف جانے سے مراد، اُس کے قانونِ مکافاتِ عمل کے مطابق ظہورِ نتائج ہے خواہ وہ اس دُنیا میں ہو، چاہے مرنے کے بعد کی زندگی یا سونے کے بعد اُٹھنے پر جوابدہی کی صورت میں ہو (6/60)۔ بیشک 'تو نے بھی مرنا ہے، انہوں نے بھی مرنا ہے' (39/31)۔ تم مردہ تھے اُس نے تمہیں زندگی عطا کی۔ تم پھر مرجاؤ گے اور اُس کے بعد تمہیں پھر زندگی ملے گی (2/28)۔ گویا 'دو موتیں اور دو زندگیاں دی گئی ہیں' (40/11)۔ چونکہ موت کے بعد انسانی جسم منتشر ہو کر کسی نہ کسی شکل میں کرّہ ارض کے مادی اجزا میں مل کر نئے ارتقاء پذیر پیکر کا روپ دھار لیتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا کہ 'خدا نے تمہیں زمین سے نباتات کی طرح اُگایا۔ پھر تمہیں اسی میں لوٹا دیتا ہے اور پھر تمہیں (جدید انداز میں) دوبارہ نکالے گا (22/7,71/17-18)۔ فرمایا تمہارے پیکروں کو بدل دیں اور تمہیں ایسی کیفیت کے ساتھ زندہ کریں جسے تم اس وقت سمجھ نہیں سکتے (56/60-61)۔ کیونکہ جس طرح حیات کا آغاز مادی قوانین کی پیداوار نہیں بلکہ امر اللہ تھا، ویسے ہی مرنے کے بعد کی زندگی طبعی قوانین کی بجائے امر اللہ سے ہی ظہور میں آئے گی۔ البتہ فرمایا ''تم اس زمین پر زندگی بسر کرو گے۔ اسی میں تمہیں موت آئے گی اور اسی سے تم پھر حیاتِ نو حاصل کر کے (شاید اولاد کی صورت میں) نکالے جاؤ گے (7/25)۔ یعنی 'تمہیں ہم نے زمین سے پیدا کیا، اسی میں تمہیں لوٹا دیں گے اور پھر اسی سے تمہاری تخلیق نو

(تجدیدِحیات) ہوگی(20/55)۔تاہم اُس زندگی میں یہ انسانی پیکر نہیں ہوگا۔وہ اس قسم کی تخلیق (نشاۃٔ ثانیہ) ہوگی جسے تم اس وقت سمجھ نہیں سکتے۔جس طرح کہ بیج کے اندر خوابیدہ شکل میں موجود زندگی کو، جو مشہود ہو جاتی ہے اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے کہ انسان اولاد پیدا کر کے مرجاتا ہے جو نسل در نسل ارتقائی مراحل کے تحت باقی رہتی ہے اور اگر مرنے والوں نے دُنیا کو متشکل نظام کے تحت جنت بنایا ہوتا ہے تو اُن کی اولادیں بھی ابدی جنت کے مماثل آرام دہ زندگی گزار سکتی ہیں۔گویا تمثیلاً آخرت سے مراد اولاد کی صورت میں اچھی دُنیا کی زندگی بھی تصور کی جاسکتی ہے۔تاہم حصولِ جنت چاہے دُنیاوی ہو یا اُخروی (55/62) انفرادی چیز نہیں، بلکہ یہ ایک اجتماعی پروگرام ہے جس کیلئے ایک جماعت کی تشکیل ضروری ہے (30-29/89)۔بلاشبہ قرآن کریم انفرادی زندگی کی بجائے اجتماعی زندگی سکھاتا ہے۔کیونکہ فرد کی صلاحیتوں کی نشوونما اور اس کی ذات کی بالیدگی اجتماعی نظام ہی میں ممکن ہے۔قرآن کی ساری تعلیم اجتماعی پروگرام کی تکمیل کیلئے ہے اور آپ کی مانند آپ کے متبعین اپنے اعمالِ صالح سے اطاعتِ رسولؐ اللہ کی شکل میں عالمگیر انسانیت کیلئے حصولِ جنت کی بنیادی شرط پوری کر سکتے ہیں (48/17,4/13)۔لیکن ''اصول پرستوں اور مفادِ عاجلہ کے خواہاں مادہ پرستوں میں حق و باطل کے باہمی ٹکراؤ کی کشمکش میں اصول پرست اس لئے شکست کھا جاتے ہیں کہ غلط معاشرہ میں باطل پرست افراد ایک متحدہ محاذ کی شکل اختیار کیے ہوتے ہیں اور اصول پرست انسان الگ الگ انفرادی زندگی بسر کرتے ہیں جس سے یکساں طور پر قومی تباہی سب کو بلا امتیاز اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے جس میں اچھے اور بُرے، حتیٰ کہ مومن و کافر میں بھی کوئی تمیز و تفریق نہیں رہتی۔کیونکہ زندگی طبعی قوانین کے تابع ہوتی ہے۔لہٰذا صحیح اسلامی زندگی کے تحت حق پرست افراد جماعتی زندگی بسر کریں تو متحدہ طور پر باطل پرستوں کے ہر محاذ کا مقابلہ کر سکیں گے۔خصوصاً اس تناظر میں کہ فرد تقدیر کے ہاتھوں مجبور نہیں ہوتا، وہ معاشرہ کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے اور قرآن کریم بھی اجتماعی زندگی کی اصلاح پر زور دے کر افراد سے کہتا ہے کہ وہ تقدیر کا رونا رونے کی بجائے معاشرہ کو صحیح (قرآنی) خطوط پر متشکل کرنے کی کوشش کریں۔کیونکہ معاشرہ کے بدل جانے سے افراد کی تقدیریں خود بخود بدل جائیں گی۔مگر شرط یہ ہے کہ تم وہی چاہو جو خدا چاہتا ہے۔تم اپنی آرزوؤں کو مشیتِ خداوندی (قوانینِ فطرت) سے ہم آہنگ رکھو (81/29)۔یہی وجہ ہے کہ تقدیر کے معاملہ میں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ''ہاں! میں خدا کی ایک تقدیر سے اس کی دوسری تقدیر کی طرف جا رہا ہوں''۔یعنی اپنے اختیار و ارادہ سے قوانینِ خداوندی کی اطاعت کرنا ہی تقدیر کا مفہوم ہے۔کیونکہ عالمِ امر میں خدا کی مشیّت کارفرما ہے جس میں انسان دخل دینے کے قابل نہیں ہے۔جبکہ عالمِ خلق (کائنات) میں انسان کو صاحبِ مشیّت (صاحبِ اختیار و ارادہ) بنایا گیا ہے، جس میں اللہ اپنے لامحدود اختیارات کے باوجود دخل نہیں دیتا۔گویا ازخود اپنے اوپر پابندیاں عائد کر لینے سے اس کے اختیار و ارادہ پر کوئی حرف نہیں آتا۔اس لئے جب خدا نے ازخود اپنے امر و مشیّت کو قانون کے پیمانوں میں مقیّد کر دیا، تو اس سے اللہ کے صاحبِ اختیار و ارادہ ہونے میں کوئی کمی نہیں آتی۔

مقامی اکائیاں نجی و سرکاری ضرورتوں کے تحت اپنے مستقل رہائشی باشندوں کا جو ملکی سطح پر ادنیٰ و اعلیٰ جملہ سرکاری مشینری کا بھی حصہ ہو سکتے ہیں، اُن کی جائیدادوں سمیت دیگر از قسم تازہ ترین مشمولات کا تمام ریکارڈ ہر وقت تیار کر کے مکمل رکھیں گی۔جس اکائی کی حدود میں جائیداد واقع ہوگی، وہی اکائی محکمہ مال کے اہلکار (پٹواری) کی معاونت سے جائیداد کی منتقلی جیسے جملہ فرائض انجام دیگی۔یعنی پٹواری ایک یا دو دن صدر دفتر، جبکہ ہفتہ کے باقی دن حلقہ کے متعلقہ چکوک میں گزارے گا، جہاں وہ فرد کے حصول یا رجسٹری و انتقال کی غرض سے اکائی دفتر میں عوام کی جمع کروائی گئی جملہ درخواستوں پر امام کی موجودگی میں فوری کارروائی عمل میں لائیگا۔گویا جائیداد کی خرید و فروخت کرنے والے فریقین کی مقامی اکائیوں سے این او سی حاصل کیا جائیگا اور منتقلی کی اطلاع متعلقہ اکائیوں کے آن لائن کمپیوٹر ریکارڈ پر لائی جائیگی، تاکہ ہر پاکستانی کا تازہ ترین گوشوارہ مکمل رہ سکے اور یقیناً ایسے میں پانامہ اور بہاماس لیکس جیسی خرافاتوں کے مواقع بھی میسّر نہیں آسکیں گے۔تاہم یہ مجوزہ نظام لاگو ہونے پر سب کو ایک موقع دیا جائیگا کہ وہ اپنی اپنی جائیداد کو ریکارڈ پر لے آئیں۔بصورت دیگر ریکارڈ پر نہ آنے والی جائیدادیں بحق سرکار ضبط تصور ہونگی۔ جبکہ فردِ واحد کو ایک سے زائد مکان یا پلاٹ (جائیداد) خریدنے کی ضرورت کیونکر پڑنے اور اس کیلئے جمع کردہ دولت کی معقول وجہ اکائی کو تحریراً بتانا ہوگی جس کی تصدیق کی جائیگی، تاکہ منافع خوری کی حوصلہ شکنی ہو اور غریبوں کو بھی پلاٹ یا چھتیں میسّر آسکیں۔بینکوں میں اکاؤنٹ کھلوانے کیلئے بھی جائیداد کی خرید و فروخت کی طرز پر ہر عام و خاص کو اپنی اپنی مقامی اکائیوں سے این او سی حاصل کرنا ہوگا۔

یہ کلیدی وحدتیں اپنی حدود میں بسنے والوں پر بوقتِ ضرورت موافق و مناسب ٹیکس عائد کر کے ضلعی ریونیو جمع کریں گی اور پھر انہیں اپنے گاؤں، قصبہ یا علاقہ کی تعلیمی/طبی/ رسل و رسائل اور دوسری معاشرتی ضرورتوں پر خرچ کرا سکیں گی۔ ہر اکائی سرکاری طور پر دفاتر سے ملحقہ مہمان خانے کا انتظام کریگی جہاں ہنگامی حالات میں کوئی بھی پاکستانی اور ان کا واقف کار ملکی و غیر ملکی مہمان، طالبعلم اور مسافر جس کا وہاں کوئی عزیز رشتہ دار نہ ہو، دورانِ سفر رات پڑ جانے پر مقامی اکائی کا مہمان بن کر ٹھہر سکے گا۔مقامی اکائیوں کی جانب سے بھیجی گئی ترجیحات کی روشنی میں تعمیر و ترقی جیسے امور ضلعی اسمبلی کی مالی و فنی معاونت اور محکمانہ سرکاری مشینری کی وساطت سے سرانجام پائیں گے جن بلز کی ادائیگی، مقامی اکائیوں کی تسلی بخش رپورٹ ملنے پر ہی ضلعی اکائی کر سکے گی۔جبکہ باہمی لین دین بھی مقامی اکائیوں کی ہی معاونت سے طے پائیں گے، تاکہ کاروباری معاہدے ریکارڈ پر آنے سے باہمی لڑائی جھگڑے، قتل و غارت جیسے سنگین جرائم وقوع پذیر نہ ہونے پائیں اور سٹے بازی کو جرم قرار دینے سے بڑے پیمانے پر مختلف طریقوں سے ہونے والا اُدھار کا لین دین بھی بند ہوگا اور ملک کی معاشی رفتار میں بھی ٹھہراؤ آنے سے اسلامی نظامِ معاش جیسی متوازن طرزِ زندگی وضع ہوگی۔یعنی متعلقہ کاروبار کی تربیت کے اہتمام کے ساتھ قرضوں کی بجائے کاروباری مواقع بڑھائے جائیں گے، تاکہ کسان، مزدور اور کاروباری افراد اپنی پیداواری صلاحیتوں کو بتدریج فروغ دے کر ازخود وسائل پیدا کر سکیں۔

اسکے علاوہ اسٹاک ایکسچینج میں بھی مختلف ناموں سے بینک کے چیکوں کی صورت میں اور نقد دلالی سے کی گئی روزانہ کی خرید و فروخت کے گوشوارے طلب کیے جائیں گے، جن کی نقل مرکزی محکمہ انکم ٹیکس کو بھیج دی جائیگی، تاکہ حکومت کے محاصل میں معتد بہ اضافہ ہو سکے۔انجینئرز اور ڈاکٹرز وغیرہ کے ہاؤس جاب کیلئے تمام سرکاری و پرائیویٹ فرموں، ٹھیکیداروں اور ہسپتالوں کو شیڈول کے تحت پابند بنایا جائیگا اور ملازمتوں میں متعلقہ شعبہ ہی کو ترجیح دی جائیگی۔یعنی ایک ڈاکٹر یا انجینئر اپنی فیلڈ چھوڑ کر صوبائی یا وفاقی سُپیریئر سروسز کے مقابلے کا ٹیسٹ دے کر انتظامی آفیسر نہیں بنے گا، جس سے اُسکی اپنی پیشہ ورانہ مہارت ماند پڑ جائے، اور اُسکی تعلیم و تربیت پر جس مقصد کیلئے اخراجات کیے گئے تھے وہ رائیگاں دکھائی دیتے محسوس ہوں۔

ہمیں احتجاج یا جلوس کی بجائے دعوت کی صورت میں مسجد کو بطور دیہی وشہری مرکز استعمال کر کے ایک ضابطہ متعارف کروانے کی ضرورت ہے۔ یہ سب اس لئے بھی ضروری ہے کہ **مروجہ نماز و زکوٰۃ کے عمل کی ہماری معاشرت کے ساتھ مطابقت اور عملی زندگی کے تقاضوں سے یوں تطبیق پیدا ہو سکے کہ دین اور دُنیا، دونوں بیک وقت پورے ہوں۔** ہر گاؤں اور محلّہ کے علاوہ تمام اداروں کیلئے بھی حکومتی سرپرستی میں مساجد قائم کی جائیں گی اور نماز کے وقت تمام سرکاری و نیم سرکاری اور پرائیویٹ کاروبارِ زندگی معینہ مدت کیلئے معطل کر کے نزدیکی مساجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کی سہولت دی جائیگی، تاکہ کسی بھی انفرادی و اجتماعی پیشہ ورانہ مسائل کے حل یا تجاویز کی پیشرفت کے متعلق محکمانہ کارروائی میں جمود یا عدم شنوائی کی صورتحال پیدا ہونے پر قواعد وضوابط کی حدود میں رہ کر ملازمین کو (بھی) امام مسجد کی زیرِ سرپرستی، صحتمند ماحول میں جامع منصوبہ بندی کی اجازت ہوگی، جس پر امام صاحب کی وساطت سے متعلقہ اکائی یا مجاز اتھارٹی سے تحریری رجوع کیا جاسکے گا۔

خودمختار مجوزہ اکائیوں کی صورت میں کمیونٹی سسٹم رائج کر کے عوام کی خواہشات کے عین مطابق نئے سماج کی تکمیل کی جائیگی جس میں **بحیثیت 'سرکاری عہدیدار' امام مسجد بطور 'قاضی' مقامی اکائی کے سیکرٹری یا سپیکر کی حیثیت سے (مستقلاً) معاونت فرمائیں گے۔** تنازعہ کی صورت میں متاثرین سب سے پہلے معاملہ قاضی (امام) کے سامنے پیش کریں گے۔ امام کے انفرادی طور پر خود نہ نپٹا سکنے کی صورت میں کیس کو مقامی اکائی کے اجلاس میں پیش کر دیا جائیگا جس کی فوری یا معمول کی کارروائی کے تحت کسی بھی طے شدہ وقتِ باجماعت نماز کے بعد احاطۂ مسجد میں ہی سماعت شروع کر کے مقامی اکائی قاضی اور اس کو سرکاری طور پر دیئے گئے ضروری دفتری عملہ کی معاونت سے اسلامی نظام کے تحت تعین کردہ سزا و جزا نمازیوں کی مدبرانِ مجلس کی موجودگی و معاونت میں اعلانیہ فیصلہ کے ذریعے سنائے گی۔ اپیل ضلع کی عدالتی کونسل میں پیش کی جائیگی جو اکائی کے فیصلہ کا تکنیکی بنیادوں پر جائزہ لے کر معاملہ کی ترمیم/ توسیع/ تصیح کر کے حتمی فیصلہ صادر فرمائے گی۔ لیکن اگر معاملہ یا جھگڑا فریقین کی مقامی اکائیوں کی حدود سے باہر کا ہوگا تو وقوعہ کا مقام جس مقامی اکائی میں آئیگا وہ ابتدائی تفتیش کر کے کیس ضلعی کونسل کے حوالے کر دیگی۔ البتہ جو اس موقع پر گواہان ہونگے ان کو گواہی دینے کیلئے آنے جانے کے سفری اخراجات دیئے جائیں گے جو جھوٹے اور سزا یافتہ مجرم کی ذاتِ خاص سے ادا ہونگے۔ تاہم گواہوں کے قول و فعل کے بارے میں قبل از گواہی اُنکی مقامی اکائیوں سے اُنکے چال چلن کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔

البتہ یہاں پولیس کے کردار کا تعین نئے سرے سے کرنے کی ضرورت ہے جو اکائیوں کی جانب سے معاملہ کی سنگینی کے تناظر میں قاضی کے ذریعے انسانی سلوک روا رکھتے ہوئے مبینہ ملزم/ ملزمان کو گرفتار کر کے اکائی/ امام کے سامنے پیش یا حوالات میں بند کرنے تک محدود ہونے کے علاوہ لڑائی جھگڑے یا امنِ عامہ میں خلل ڈالنے والے جرائم پیشہ افراد کو اپنی تحویل میں لا کر متعلقہ اکائی کو اعتماد میں لے گی۔ متعلقہ اکائی سے پیشگی اجازت لئے بغیر از خود کسی بھی ملزم/ ملزمان سے کسی بھی قسم کی پوچھ گچھ یا تفتیش کرنے کی مجاز نہ ہوگی، تاوقتیکہ اسے ایسا کرنے کو کہا نہ جائے۔ دورانِ تفتیش اکائیوں کی معاونت کرنے کی پابند ہوگی اور جب صرف حقیقی و عملی اقدامات کو ہی پذیرائی ملے گی تو ایسے میں یقیناً اصلی یا جعلی پولیس مقابلوں کی ضرورت باقی نہیں رہیگی، بلکہ وردی یا بغیر وردی والوں کو بھی مصنوعی سہاروں اور دکھلاوں کے بینرز اور خوشامدانہ فلیکسیں لگانے کی ضرورت پیش نہیں آئیگی۔

جبکہ ابلاغ عامہ کی حقیقی آزادی کیلئے مخصوص معیار کے حامل رپورٹرز اور صحافیوں کے حقوق کا ادارہ جاتی تحفظ اور دیہی وشہری سطح تک پریس و الیکٹرونک صحافت کی موجودگی یقینی بنا کر اُسے سرمایہ داری نظام کے چُنگل سے آزاد کروایا جائیگا، تاکہ متوازن رپورٹنگ پر مبنی صحافت نہ صرف حقیقت میں ریاست کا چوتھا ستون اور پیغمبری پیشہ بن کر عوام کی حقیقی ترجمانی کر سکے گی، بلکہ اشتہاروں کے عوض یرغمال بھی نہیں بن سکے گی۔ تمام اخبارات اور الیکٹرونک چینلز کے کوالیفائیڈ مستقل تجربہ کار نمائندگان پر مشتمل قائم کردہ مرکزی کمیشن کے ذریعہ اعزازی یا عارضی کی بجائے ایک طے شدہ معیار کے مطابق میڈیا کے مستند کُل وقتی نامہ نگاروں کا انتخاب کیا جائیگا، جن کی تنخواہیں نقد ادا کرنے کی بجائے، ادارے اُن کے بینک اکاؤنٹس میں ٹرانسفر کرنے کے پابند ہونگے، جس پر باقاعدہ ٹیکس کی کٹوتی ہوگی، تاکہ اُن کی ملازمتوں پر اولڈ ایج مراعات کا اصول لاگو ہو سکے۔ اس طرح دولت کی بنیا پر دونمبر کارروائیوں میں ملوث ناخواندہ اشخاص کو نامہ نگار بنا کر زرد صحافت نہیں کی جاسکے گی اور ایک ہی وقت میں ہر چھوٹی بڑی خبر کو الیکٹرونک میڈیا کی مانند چلا کر لوگوں کو باخبر رکھنے کے مترادف پریس میڈیا کو بھی میگزین کی طرز پر علاقائی اور لوکل ایڈیشن الگ الگ جاری کرنے کی بجائے بیک وقت ایک ہی سنگل ایڈیشن میں مقامی، قومی اور بین الاقوامی خبریں چھاپ کر عوام کو باخبر رکھنے کا پابند بنایا جائیگا، تاکہ حقیقی معنوں میں قومی صحافت فروغ پا سکے۔ جبکہ ہمہ وقت اصلاح و محاسبہ کیلئے بیک وقت حامی و مخالف تبصروں اور مناظروں کی غرض سے متوازن صورتحال پیدا کرنے اور ہر مقامی، ضلعی اور مرکزی اکائیوں کے اجلاسوں کی کارروائیوں کو متعلقہ ٹی وی اسٹیشنوں سے براہِ راست دکھانے کیلئے ہر سطح پر الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا کے نمائندگان کی موجودگی یقینی بنائی جائے گی، تاکہ جملہ اکائیوں کی کارکردگی اور لوگوں کی صلاحیتیں اُجاگر ہوں اور صحیح معنوں میں ذرائع ابلاغ عوامی مسائل کی مطلوبہ کوریج ممکن بنا کر متوازن رپورٹنگ کے ذریعے نگران محتسب کا کردار ادا کرتے رہیں۔ بیشک ٹرسٹ کی مانند چلنے والا ایسا ہی آزاد و خودمختار قومی پریس اور الیکٹرونک میڈیا بوقتِ ضرورت حقائق پر مبنی ازقسم سروے کرنے کرانے کیلئے بھی موزوں قرار پائیگا۔ ایسے میں یقیناً آج کے منافقانہ چلن کے برعکس کوئی سرکاری و پرائیویٹ مافیا، ملک گیر آزاد میڈیا کو اپنے آہنی کنٹرول میں لا کر انصاف کا قتل عام نہیں کر سکے گا اور نہ ہی کوئی سرکاری و غیر سرکاری ادارہ مافیا کی طرز پر چلایا جاسکے گا۔ البتہ ملکی سالمیت کی نسبت ایسا میڈیا ہمہ وقت قواعد کے تابع ضرور رکھا جائیگا۔

کسی سرکاری عہدیدار یا اہلکار کے خلاف شکایت آنے پر تا فیصلہ وہ معطل تصور ہوگا۔ مختلف بین الاضلاعی افراد میں تنازعات بھی اُنکی متعلقہ مقامی انتظامی اکائیوں کے ذریعے ہی فائل ہونگے، جو متاثرہ شخص/ اشخاص کے بیان حلفی و دیگر ابتدائی ضروری کارروائی کے بعد مقامی اکائیاں اصل جھگڑے اور وقوعہ کے ضلع کی عدالتی کونسل کو فیصلہ کیلئے سفارشات کریں گی۔ جس پر ضلعی کونسل فریقین کا مؤقف سننے اور جانچنے کے بعد اپنا حتمی فیصلہ صادر فرما کر متعلقہ افراد کی مقامی اکائیوں کو جزا و سزا کی تکمیل کیلئے ہدایت فرمائے گی۔ اسطرح عوام خود کیلئے مقامی سطح پر اپنے ہی گھروں میں بھاری رقوم پر وکیل حاصل کیے بغیر عدل و انصاف اور سزا و جزا کا بروقت اور منصفانہ فیصلہ 'بن دام' حاصل کر سکیں گے۔ واضح رہے کہ کوئی بھی **عدالتی کونسل تعداد میں (یقیناً) ایک فرد سے زائد ماہرینِ قانون، نفسیات، معاشیات، عمرانیات، جنسیات یا عالمِ دین پر مشتمل ہوگی۔** یعنی موقع مناسبت سے عدالتی کونسل کے ان عناصر کی تعداد کم یا زیادہ کی جاسکتی ہے، مگر ایسی کسی کونسل

کے افراد کی تعداد سنگل بینچ کی بجائے ہر صورت میں فردِ واحد سے لازمی طور پر زیادہ ہوگی ۔ کیونکہ فیصلے فردِ واحد کی افتادِ طبع کے تابع کرنے کی بجائے مستقل اقدار پر مبنی میزان زندگی کے تحت کروائے جائیں گے، تاکہ فیصلے کسی انفرادی بیماری و بدہضمی اور گھریلو وسماجی لڑائی جھگڑوں کی بناء پر مزاج اور رویوں میں اُتار چڑھاؤ کی تلاطم خیزیوں اور طوفان انگیزیوں سے متاثر نہ ہوسکیں ۔ اس امر کی تصدیق میں فرمایا (اورتو اور) خود نبی کے ذاتی خیالات وجذبات (نفسانی خواہشات) کا بھی کوئی دخل نہیں ہوتا(53/3) ۔ عدالتی نظام کی مزید اصلاح کی غرض سے **ہر ضلع میں ایک موبائل عدالتی کونسل بھی ہوگی جو شکایت کی صورت میں موقع پر جا کر صورتحال کا ابتدائی جائزہ لیتے ہوئے مبنی بر حقائق معاملہ کو متعلقہ مقامی یا ضلعی اکائی کے حوالے کریگی** ۔ بالکل ایسی ہی ایک موبائل کونسل وفاقی سطح پر بھی ہوگی جو تمام ذیلی اکائیوں کے معاملات کی خفیہ یا اعلانیہ نگرانی کروا کر شفافیت برقرار رکھے گی ۔

فیصلے اکائی کے ہر ممبر کو بالترتیب سنانے کی دعوت دی جائیگی، تاکہ قوت فیصلہ کی تربیت ہوسکے ۔ بالکل ایسے ہی ہر نمازی کو اذان، تکبیر اور امامت جیسے فرائض سکھلائے جائیں گے ۔ کیسوں اور اُنکی اپیلوں کے نمٹائے جانے یا نظرثانی کیلئے باقاعدہ ٹائم فریم ہوگا، جس کے اندر ہی بلا تاخیر فیصلہ کیا جانا لازمی ہوگا ۔ قتل جیسے سنگین کیسوں کی اپیل کی صورت میں معاملے کا آخری اور حتمی فیصلہ ایک فردِ خاص کی بجائے قومی سطح کی کثیر الحجم عدالتی کونسل متعیّن کردہ وقت میں کریگی ۔

اسطرح امور مقامی سطح پر نمٹنے سے شہروں کی جانب لوگوں کا بڑھتا ہوا سیلاب تھم جائیگا اور اگر آغاز میں مروجہ نظام کچھ مدت کیلئے جاری رکھنا پڑا تو ذِلت آمیز عدالتی نظام کی اصلاح اور انصاف کے قتل عام کو روکنے کیلئے وکلاء کے پاس سول و فوجداری مقدمات کی تعداد سمیت اُنکے نمٹانے کی مدت کا تعین کیا جائیگا اور رکاوٹ بننے والے وکیل کا لائسنس کینسل اور جج کو نوکری سے برخواست کیا جاسکے گا ۔ کیونکہ قرآن مجید اور اخلاقیات کی رو سے مجرموں کی جانب سے وکالت کیے جانے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے ۔ فرمایا ''تم خیانت کرنے والوں کے معاملات میں اُن کا دفاع مت کرو'' (4/105) ۔ جو لوگ اپنی ذات یا اپنے لوگوں کے خلاف بددیانتی برتیں ان کی طرف سے (بھی) وکالت مت کرو (4/107)، اور یہ حلف دے کہ ''میں کبھی مجرمین کا پشت پناہ نہیں بنوں گا'' (28/17) ۔ اصلاحِ احوال کی نسبت **مقدمات کی جملہ کارروائی کو جانچنے کیلئے سینئر و تجربہ کار وکلاء و ججز پر مشتمل جیوری تشکیل دی جائے گی، جو ناقص کارکردگی دکھانے والوں کا محاسبہ کرسکے گی ۔ اسی طرح ڈاکٹرز، انجینئرز جیسے پیشہ ورانہ جملہ افراد کیلئے بھی یہی طریقہ کار لاگو ہوگا** ۔

نظام ہذا کی وسعت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اگر ہر ملک ضلعی اکائی کی مانند ہو اور اس کا سربراہ گلوبل (ویلج) اسمبلی کا ممبر ہو تو یوں تمام ممالک کے سربراہوں پر مشتمل گلوبل ویلج کی اسمبلی یا عالمی اکائی اپنا ایک صدر منتخب کر کے **دُنیا کا پُرامن ایجنڈا تشکیل** دے سکتی ہے، جس میں ہر ملک اپنے بجٹ کے مطابق اپنی عوام کو سہولتیں مہیا کرے اور وسائل کی کمیابی کی صورت میں عالمی اکائی کی طرف سے باہمی تبادلہ کے تحت مطلوبہ فنڈز طلب یا مہیا کیے جاسکتے ہیں ۔ قومیت اور بین الاقوامیت کی سطح سے بالاتر خالصتاً فلاحِ انسانی کیلئے دُنیا میں دائمی امن کے قیام اور عالمی ترقی کیلئے ایک نہ ایک دن **عالمگیر مملکت** تشکیل دے کر سماجی و اقتصادی انضمام ضروری ہوجائیگا جس کے اراکین تمام دُنیا کے افراد ہونگے ۔ سورہ بقرہ (213) میں فرمایا کہ ''(ابتداء میں) سب لوگ ایک ہی کنبہ تھے'' ۔ ایک عالمگیر برادری کا تصور ویسے تو انسانی فلاح کیلئے ہمیشہ ہی ضروری رہا ہے، لیکن ایٹم بم کے اس دور میں اِسکی اہمیت اور ضرورت اور بھی شدید ہوگئی ہے ۔

دُنیا میں عالمگیر برادری متشکل کرنے کا واحد ذریعہ اسلام کا آفاقی نظریۂ اجتماعیت ہے جس کی روشنی میں ہم پاک و ہند کی غیر فطری تقسیم در تقسیم نہیں روک سکے اور اس نفاق پر مبنی ناپسندیدہ فعل پر نظرثانی کی قوت سے بھی محروم ہوچکے ہیں ۔ بہر کیف اس نسبت جغرافیائی اور مقامی حالات کے تقاضوں کی رو سے ایک سے زیادہ مملکتیں باقی رکھی جاسکتی ہیں، لیکن اُنکی حیثیت محض انتظامی وحدتوں کی سی ہوگی، جن کا ضابطۂ حیات آپؐ کے اپنائے گئے اسلوب کے تحت مشترکات پر یوں اکٹھے ہونا ہے، جس طرح نوعِ انسانی شروع میں ایک برادری تھی، جو خون، رنگ، نسل، زبان، مختلف خاندانوں، قوموں، قبیلوں، نسلوں، عقیدوں اور وطنوں کے باہمی اختلاف کے سبب بٹ گئی، جس میں پھر سے اشتراک، فکر و نظر کی ہم آہنگی اور وحدت پیدا کرنے کیلئے خدا کی طرف سے سورہ بقرہ (2) کے مطابق راہنمائی لینا ہوگی کہ **بارگاہِ انسانیت میں سب سے بڑے مجرم وہ ہیں جو خدا کے حکم کے برعکس ''بکھری ہوئی انسانیت کو جوڑنے کی بجائے اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دُنیا میں فساد برپا کرنے کا موجب بن رہے ہیں، اور یوں قومیت پرستی کا احساس، نفرت سے پیدا ہو کر عداوت پر پرورش پا رہا ہے''** ۔ ایسے میں ایک قوم کو اپنی ہستی کا احساس ہی اس وقت ہوتا ہے جب وہ کسی دوسری قوم سے متصادم ہو اور پھر وہ اپنی قومی وحدت کی تکمیل کے بعد اپنے حقِ خودمختاری کو مستحکم کرنے کیلئے دوسروں کو مسلسل دبانا شروع کردیتی ہے ۔ ایسے میں اپنا ملک چاہے حق پر ہو یا باطل پر ہمیں اُسکا ساتھ دینا ہوتا ہے ۔ کیا ایسا اسلام درس دیتا ہے؟ فرمایا کسی قوم کی دُشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کردے کہ تم ان سے عدل نہ کرو (5/8) ۔ کسی پر ظلم کرنا، نہ ظلم ہونے دینا (2/279) گویا سزا ہمیشہ انتقاماً کی بجائے باندازہ جرم ہونی چاہیے ۔

یقیناً اسلام تنگ دامن نہیں ہے ۔ کیونکہ قرآن اپنی تعلیم کے سلسلہ میں اپنے اور پرائے میں کچھ فرق نہیں کرتا ۔ **بلاشبہ ربّ العالمین کے دینِ اسلام کی وضع کردہ معیشت میں انسان تو کجا کوئی جاندار بھی بھوکا نہیں رہ سکتا** ۔ اللہ کی پیدا کردہ ہر چیز یعنی بارش، ہوا، پانی، نباتات و جمادات جیسی جملہ رحمتیں بلاامتیاز اور سب کیلئے ہیں ۔ جس طرح روشنی کیلئے سورج عالمِ انسانیت کا مشترکہ چراغ ہے، جو ساری دُنیا کو منوّر کرتا ہے، وہ کسی خاص فرد، خاندان، قبیلہ، قوم یا ملک کا سورج نہیں ہے ۔ اسی طرح نبیؐ اقوام عالم کے نگران اور دُنیا کو منوّر کرنے والی ہستی ہیں (33/46) ۔ بشیر ونذیر ہیں (34/28) ۔ سب کے رسولؐ ہیں (7/158) ۔ رحمت العالمین ہیں (21/107) ۔ اللہ کا ضابطۂ قوانین (قرآن) اور ذکرِ الٰہی بھی عالمین ہے (38/88)، جس میں رنگ، نسل، خون، زبان اور وطن کی کوئی تخصیص و تمیز نہیں رکھی گئی، کیونکہ سب ایک ہی کنبہ تھے (2/213)، اور ایسے تمام خودساختہ معیاروں کے مطابق **نوعِ انسانی کو قبیلوں اور قوموں میں تقسیم کردینا اور پھر ایک دوسرے کے خلاف محاذ قائم کر کے جنتِ ارضی کو درندوں کا بھٹ بنالینا، انسانیت نہیں سبّیت و بہیمیت ہے اور قرآن کے پیش کردہ عالمگیر برادری کے تصور کی مخالفت ہے** ۔ جس کے تصفیہ کیلئے قرآن کی راہنمائی لینا لازم ہے جو تمام انسانوں

اورسب زمانوں کیلئے ہے۔ہم نے تجھ پرقرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تومحرومی وبدنصیبی کی زندگی بسر کرے (20/2)۔لہذا ہم سب ربانی بن جائیں۔کیونکہ تمام اقوام عالم اصل کے اعتبار سے ایک ہی درخت کی شاخیں اورایک ہی برادری کے اجزا ہیں۔**وسیع دامن اور آفاقیت کا حامل اسلام، سیکولرازم وکیمونیزم جیسی تمام لبرل ازم کی اصلاحات کا مفہوم اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے۔**

بہرکیف **پاکستان تحریکِ اجتہاد (PTI) کے وضع کردہ نظام کے تحت مرکزی حکومت کو جب قانون سازی کرنا مقصود ہوگی تو وہ باہم مربوط ذیلی اکائیوں سے مشاورت لے گی۔یعنی ملک کے تمام لوگ بذریعہ اپنی اپنی اکائیوں کے** خود کی آزادمرضی ومنشاء سے پالیسی کی ٹیکنیکل حدود کیلئے **جنرل خطوط وضع کریں گے،** جسے قانونی شکل دینے کی غرض سے اس پر حتمی طور پر غوروفکر کیلئے مرکزی حکومت زیربحث پالیسی سے **متعلق** اس شعبہ کے ملکی وقومی سطح پر موجود متعلقہ دانشورو ماہرین افراد سے اُنکی یونینز کے ذریعہ یوں صف بندی کرے گی کہ وزارتی طریقہ کار کوتبدیل کرکے تمام شعبوں کیلئے قومی اسمبلی کے ممبران کی مطلوبہ تعداد پر **مشتمل** مخلوط کمیٹیاں بنائی جائیں گی، جوٹیم ورک کے تحت کسی بھی پالیسی کی تشکیل یا نفاذ سے قبل باہم صلاح مشورہ کیلئے متعلقہ شعبہ کے ماہرین کو دعوت دے کرعوام کے وضع کردہ جنرل خطوط پر مطلوبہ پالیسی کے بارے میں ابتدائی رپورٹ تیار کریں گی جس کوملکی سطح کی **مستقل پالیسی بنانے سے پہلے ضلعی اسمبلیوں کے ذریعے مقامی اکائیوں کے توسط سے لازمی عوامی مشاورت کے حصول کے ساتھ مشروط کردیا جائیگا** اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وزراء کمیٹی کا تعلق مقننہ سے نہ ہونے کی بناء پر وہ اسمبلی میں ووٹنگ کا حق بھی استعمال نہ کرسکیں۔کابینہ کے ممبران پارلیمنٹ میں سے منتخب ہوکر حلف اٹھانے کے فوری بعد قومی اسمبلی کی ممبرشپ سے مستعفی ہوکر اپنی وزارت کی پانچ رکنی کمیٹی کی سربراہی کریں گے جن کی جگہ متعلقہ ضلعی اکائیاں اپنے 'نمائندہ نئے ممبر' منتخب کرکے مرکزی اکائی میں بھیج سکیں گے، تاکہ اختیارات کی علیحدگی اورتوازن قائم رہے۔جبکہ وزیر کے علاوہ وزراء کمیٹی کے باقی چار ممبران، محفل فکر کی اعلیٰ کارکردگی کے حامل متعلقہ شعبہ کے ریٹائرڈ فنی ماہرین ہونگے جن کی حمایت ومدد سے وزارتیں اپنا اپنا کام سرانجام دیں گی۔اس نسبت سرکاری اخراجات کم سے کم اور دیگر جمہوری ممالک کی مثالوں کومدنظر رکھ کر مقرر کیے جائیں گے۔کابینہ کمیٹی کو اسمبلی کے سامنے اجتماعی جواب دہی کا پابند بنایا جائیگا۔یعنی کسی ایک رُکن کے خلاف عدم اعتماد منظور ہونے کی صورت میں تمام کابینہ کمیٹی کو مستعفی ہونا پڑسکتا ہے۔**اسطرح قومی اہمیت کی پالیسیاں بغیر طوالت کا شکار ہوئے کسی بیرونی دباؤ یادخل درمعقولات کے، بروقت تشکیل پاتی رہیں گی۔تاہم استصواب رائے سے قبل ایک خاص وقت کیلئے حقیقی شواہد کے ساتھ عوام کے سامنے بیک وقت حامی ومخالف آراء موازنہ کیلئے پیش کی جائیں گی۔**

اس نظام کی موجودگی میں آئے دن ہونے والے ازقسم نام نہاد انتخابات کا سرے سے نام ونشان مٹ جائیگا، اورخودغرضی کی سیاسی اکھاڑ پچھاڑ کا خاتمہ ہونے سے کوئی اسمبلی ٹوٹے گی، نہ ہڑتالیں ہونگی، اورنہ ہی ملکی معیشت باربار الیکشن کی صورت میں تباہ وبرباد ہوگی۔نئے نظام میں حکومت سازی یاعدم اعتماد کی تحریک لانے یااس کے دفاع کیلئے اراکین کواغواء کرنے یاخریدنے جیسی ہارس ٹریڈنگ کی قبیح حرکات کی بھی ضرورت پیش نہیں آئیگی۔ ہرسطح کی اکائیاں عوامی رائے پرمبنی مرحلہ وار رپورٹ شہریوں کے مشاہدہ کیلئے اشاعت کرتی رہیں گی۔اسکے علاوہ پارٹی طرز کا تنظیمی ڈھانچہ ہرچھوٹے بڑے کارخانہ، زرعی فارم اور پرائیویٹ وسرکاری سطح پر موجود ہوگا۔یعنی سیاست کے دائرے میں پارٹی تنظیمیں، روزگار میں ٹریڈ یونینز، اشیائے صرف کی کوآپریٹو سوسائٹیز **اورثقافت میں ادبی کلبوں پر مشتمل گاؤں قصبہ، شہراورضلع میں ہرشعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے دانشوروماہرین، یعنی ڈاکٹرز، انجینئرز، صحافی، وکلاء، ججز، اساتذہ، ٹیکنوکریٹس، کلرکس سمیت مزدوروں، کسانوں، کاروباری حضرات اورجملہ ملازمین کے نمائندوں پرمبنی الگ الگ انجمنیں/یونینز ہونگی۔گویاان تمام پیشہ ورانہ تنظیموں کی اکائیوں میں نمائندگی اُنکی ملکی سطح پر باہم مربوط تنظیم سازی کے تحت ہوگی جوحفظِ مراتب کے تحت مقامی، ضلعی اورمرکزی اکائیوں کی سطح پر اصلاح احوال کی نسبت متفقہ طور پر چُنے گئے فی انجمن ایک ممبر، متعلقہ اکائی کے ممبران ہونگے جومتعلقہ اکائی کے حقیقی ممبر کے طور پر توچناؤ نہیں لڑسکیں گے، مگروہ اپنی اپنی تنظیموں کے مقاصد ومطالبات کوترجیحاً پیش کرنے تک محدود رہ کرقانون سازی میں معاونت کریں گے۔یعنی اکائیوں کے اجلاس میں رائے شماری کی خاطر حصہ نہیں لے سکیں گے۔تاہم اکائی میں اپنی سفارشات پیش کرنے سے قبل، یہ پیشہ وارانہ وکاروباری تنظیمیں، پہلے آپس کے اجلاسوں میں ترجیحات طے کریں گی اورپھر متعلقہ اکائی میں اپنے بھیجے گئے نمائندہ ممبران کے ذریعے اپنا نقطۂ اعتراض اُٹھائیں گی۔اسطرح سے آئے روز کی بے جاہڑتالوں کا جواز جاتا رہیگا۔**

مرکزی اکائی (قومی اسمبلی) ملکی وبین الاقوامی سطح کی ریاستی پالیسیوں کوتشکیل دینے کی غرض سے ضلعی ومقامی اکائیوں کی لازمی ومطلوبہ مشاورت کیلئے ہمہ وقت باہم رابطے میں رہے گی، اورکسی بھی سطح پر کسی سنگین وبے قابوصورتحال، متنازعہ امور پر فیصلہ سازی یاملکی سالمیت کے خلاف بغاوت اورامن عامہ کی نسبت قومی اسمبلی، ازقسم انتظامیہ کی حتمی کنٹرولنگ اتھارٹی ہونے کی حیثیت سے حالات کوکسی بھی قیمت پر قابو میں رکھنے کی کلیتاً ذمہ دار ہوگی۔تاہم اولاً قومی اکائی (اسمبلی) اس نسبت اقدامات اُٹھانے سے قبل متعلقہ ضلعی اکائی کوموقع دے گی کہ وہ اپنی متعلقہ مقامی اکائی کے معاملات کوکنٹرول کرے۔مگرمعینہ مدت کے بعد صورتحال بدستور یامزید بگڑنے اورطوالت اختیار کرنے پرقومی اکائی اپنا حتمی اختیار استعمال کرنے کی مجاز ہوگی۔بہرکیف ناخوشگوار ہنگامی صورتحال کی جوبھی ضلعی یامقامی اکائی ذمہ دار ہوگی، اُسکے اختیارات اپنی حدود میں امن عامہ کوکنٹرول کرنے والے اداروں پر حالات معمول پرآنے تک معطل تصور ہونگے۔زیادہ مدت کیلئے اختیارات (حالات) کی ایسی صورتحال بدستور رہنے پر متاثرہ اکائی اپنے اختیارات کی بحالی کیلئے اپنے سے بالا اکائی (اسمبلی) میں 'تحریکِ استحقاق' پیش کرسکتی ہے یاازخود بالا اکائی اس نسبت ذیلی اکائی/اکائیوں کے توسط سے وہاں کی عوام کا کھلے عام استصواب رائے کی صورت میں براہ راست اکثریتی حتمی فیصلہ حاصل کرسکتی ہے۔**بہرطور قومی اسمبلی، ضلعی اسمبلی پر اورضلعی اسمبلی، مقامی اکائیوں پر بالترتیب اتھارٹی ہونگی۔**

اراکین اوراکائیوں کے اقتدار کی مدّت کا تعین ہمہ وقت عوام کی صوابدید پر ہوگا۔اکائیوں کے ممبران کومنتخب کرنے والے حلقے (کی عوام) عدم اعتماد کی صورت میں منتخب شدہ عہدیداران و اراکین کواُنکی متعینہ مدت کے خاتمہ سے قبل بھی حق بازطلبی کے ذریعہ برطرف کرنے کے مجاز ہونگے اورنظامِ اقتدار کی بجائے نظام اطاعت کے نفاذ سے رعایا اورحاکم میں قائم تفریق کے ممکنہ خاتمہ

سے ہر کسی کو قانوناً و اخلاقاً ایک ہی سطح پر لایا جائیگا۔ جبکہ **عہدے حق کی بجائے ذمہ داری ہونگے جن کی مدّتِ منصب کارکردگی سے مشروط ہوگی۔** چنانچہ مشورہ اگر منصب یعنی ذمہ داری کے متعلق ہوگا تو اس میں صرف چند اہل حل وعقد کی شمولیت کافی ہوگی جبکہ حقوق کا معاملہ ہونے پر اس میں سب افراد کی بالواسطہ یا بلاواسطہ شمولیت ضروری ہوگی۔ اکائیوں میں ہر درجہ کے افراد شامل کیے جائیں گے، کیونکہ سورہ صافات کے مطابق ''ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام مقرر ہے''۔ اور ''وہ بھی جو دِکھلاوے کی بجائے حقیقی طور پر نیکیوں میں سبقت لے جانے والے اور بیچ کی راہ والے اور وہ بھی جو اپنی جانوں پر ظلم کر کے گناہوں میں آلودہ ہیں'' (35/32)۔ **ان تمام لوگوں کو نیکی کے دعوتی پروگراموں میں سمونے کی کشش موجود ہوگی۔** جیسا کہ وحی کے علاوہ مشاورت کے عمل میں سب کو شامل کیا گیا ہے۔ صحابہؓ آپؐ سے پوچھ لیتے کہ جاری کردہ حکم وحی کی رو سے ہے یا آپؐ کا ذاتی مشورہ ہے، اور ذاتی مشورہ کی صورت میں لوگ اُسے ماننے یا انکار کرنے میں آزاد ہوتے تھے۔ اگر کسی کی رائے زیادہ بہتر ہوتی تو اُسے ترجیح دی جاتی۔ قرآن کے مطابق انسان بدفطرت نہیں ہے، کیونکہ اللہ نے جملہ بنی نوع انسان کو اپنی فطرت (مشیّت) پر پیدا کیا ہے۔ ''اللہ کی اس فطرت (مشیّت) پر (چلو) جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے'' (30/30)۔ گویا انسان کو اچھا یا بُرا انسان بنایا جاسکتا ہے۔ یعنی صاحبِ اختیار و ارادہ 'انسان' نیک یا بد اپنے 'اختیاری اعمال' سے بنتا ہے۔

کرپشن کو تحفظ دینے والی رازداری کا خاتمہ کر کے عوام کیلئے اطلاعات کی فراہمی یقینی بنائی جائیگی تا کہ ''اقتدار میں عوام۔ انصاف بن دام۔ اور احتساب سرِ عام'' کو ممکن بنایا جاسکے۔ عوامی شکایات اور ان پر مرحلہ وار کارروائیوں کی تفصیل، اِنکوائریاں، قرضہ جات، ٹیکس سے متعلق جملہ سرکاری معلومات آن لائن کر دی جائیں گی۔ اسطرح **'مضبوط اپوزیشن' کا کردار 'بطور محتسبِ اعلیٰ' خود 'عوام' سرانجام دے کر حقیقتاً اقتدار میں شریک ہونگے۔** جبکہ اسلام کی رو سے اقتصادی ڈھانچے میں اصلاحات کے سبب مالی طمع اور دُنیاوی حرص و ہوس کا خاتمہ کیا جائیگا۔ تمام ترقیاتی امور کی انجام دہی و نگرانی، قیمت و معیار پر کنٹرول اور ٹیکس کی وصولی جیسے ازقسم عوامی، سماجی، معاشرتی اور انسانی مسائل، ان انتظامی اکائیوں کی معاونت سے حل ہونگے۔ ٹیکس سسٹم اور منافع کے حصول کیلئے آئی ٹی کی مدد سے مرکزی نظامِ عمل میں لا کر کاروباری سنٹرز/دوکانوں کی خرید و فروخت کو ایک سرکاری مرکز سے منسلک کر دیا جائیگا، جہاں سے ہفتہ وار نہیں تو ماہانہ سیل پر متعینہ فیصد منافع دوکاندار حاصل کر سکے گا۔ اس سے دوکاندار زیادہ سے زیادہ سیل ریکارڈ پر لانے کی کوشش کریگا، تا کہ اُسکا منافع بڑھ سکے اور ٹیکس بھی خودکار طریقہ کار کے تحت کٹتا جائیگا۔ دوکاندار اپنے سامان اور اُنکی انوائس کو بھی آئی ٹی ریکارڈ پر سیل کی مانند اپ ڈیٹ کریگا۔ اس میں **دوکاندار محض اشیائے ضروریات تقسیم کرنے کا مرکز یا ایجنسی ہوگا جو اپنی محنت و سیل کے مطابق اپنا کمیشن/منافع لے گا، مگر اُسے نفع اندوزی کا ذریعہ نہیں بنائیگا۔** اُسکی محنت کا معاوضہ نظام کی طرف سے ملے گا۔ اسی طرح ڈاکٹری معائنہ کے اصل نسخہ پر ایک جگہ سے دوائی خرید کر دوسری جگہ سے نہیں خریدی جاسکے گی، کیونکہ جہاں سے دوائی خریدی جائیگی وہاں اصل نسخہ کی رسید جمع کر لی جائیگی اور ڈوپلیکیٹ مریض کے پاس رہے گی۔ اشیائے صَرف نقد قیمت پر فروخت ہونگی اور مال اُدھار ہرگز نہ دیا جائیگا۔ یوں ایک اوسط درجہ کا دوکاندار بھی اپنی فیملی کے ساتھ گزارا کر سکے گا۔ کیونکہ فلاحی حکومت میں بنیادی انسانی ضروریات، صحت، تعلیم، مکان، ملازمت، گزارا الاؤنس اور پنشن جیسے اقدامات اجتماعی طور پر بلا امتیاز مہیا کیے جائیں گے۔

درجہ بدرجہ سزاؤں کا نظام قائم کرنے سے قبل محرومیوں کے تمام جواز ختم کر کے عوام کو اسلامی و انسانی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کیلئے ضروری بنیادی سہولتیں مطلوبہ معیار پر بلا امتیاز فراہم کی جائیں گی، تا کہ کسی کو کسی کا دستِ نگر نہ ہونا پڑے۔ ایسی بیشمار ضمانات کا مجموعہ پاکستان تحریکِ اجتہاد (PTI) کے مجوزہ نظام کی اصل روح اور مجھ دیوانے کا خواب (لاحاصل) ہے، جہاں ہر فرد اپنی حد تک اگر حکمران ہوگا تو بیک وقت جوابدہ بھی رہیگا۔ معاشرتی روایات کو قانون سے ہم آہنگ بنا کر بہتر تبدیلی کیلئے بھلائی کے تمام سنہری اصولوں کو اپناتے ہوئے **دُنیا میں موجود جملہ ارضی نظاموں کی اچھائیوں کو اپنایا جاتا رہیگا جس میں کُل کا بھلا سب کی خیر ہو سکے۔** اس نسبت کوئی بھی کارآمد رائے یا تجاویز اپنی مقامی اکائیوں کے توسط سے مجوزہ فارم کے ذریعے ریکارڈ پر لا سکتا ہے، اور ہر ایسی قابلِ عمل تجویز کے عملی نفاذ پر تجویز کنندہ یا اُسکے حقیقی وارثان کی تعیّن شدہ شرح سے مالی و اخلاقی حوصلہ افزائی کی جاسکے گی، تا کہ مثبت انداز میں سوچنے والوں کی قدر و پذیرائی ہو سکے (40/19)۔

عوام چاہے پنجابی ہوں یا پختون، بلوچی، سندھی یا مہاجر ہوں، تمام کے مسائل ایک جیسے ہیں۔ پاکستان تحریکِ اجتہاد (PTI) **شخصیت پرستی کی حوصلہ شکنی کر کے تحریک کو زندہ رکھتے ہوئے عملِ تزمیل** کے تحت مختلف سیاسی خانوں میں بٹی ہوئی قوم کی جماعت سازی کر کے یوں متحد کرنا چاہتی ہے کہ **Divide & Rule کی بجائے Unite & Rule کا اصول اپنایا جائیگا،** تا کہ ہماری سیاست، نظامِ خداوندی سے ہم آہنگ ہو سکے (42/38)۔

ہم ظاہری و باطنی منافرت کے ساتھ جاٹ، بٹ، شیخ، راجپوت، رانے، راجے، گجر، راؤ، آرائیں، ککے زئی، سید، نقوی، تقوی، ڈار، صدیقی، قریشی، ملک، اعوان، قادری، چشتی، غوثی اور پتہ نہیں کن کن سحروں میں مبتلا ہو کر بُت پرستی کا عملی مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ہمیں ان بیساکھیوں کے بغیر مثالی کردار سے اپنی پہچان کروا کر ہمہ قسم احساس کمتریوں سے آزاد ہونا ہوگا۔ جبکہ **تبدیلی کا کوئی بھی حقیقی عمل عوامی شرکت کے بغیر ممکن نہیں اور تبدیلی انفرادی کی بجائے ایک نظام کے تحت عمل میں آنی چاہیے۔** مگر افسوس کہ **خونخوار استحصالی طبقوں کیلئے پاکستان محفوظ شکارگاہ بن چکا ہے۔** '24 اپریل 1943ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے **قائدِ اعظمؒ نے فرمایا تھا کہ اگر پاکستان میں جاگیردارانہ و سرمایہ دارانہ نظام قائم رکھنا ہے تو مجھے ایسے پاکستان کی کوئی ضرورت نہیں ہے' جہاں سب مراعات اور آسائشیں حکمران طبقہ کیلئے اور تمام مصائب و مسائل رعیت کیلئے ہوں تو اِن حالات میں سفاکانہ اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلاشبہ پاکستان کو برسرِ اقتدار اشرافیہ اور پڑھے لکھے طبقے نے ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے، جنکے بارے میں قائدِ اعظمؒ نے فرمایا تھا کہ ''میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ایک ایسے ظالمانہ اور شر پسند نظام کی پیداوار ہیں جس کی بنیادیں ہمارے خون سے سینچی گئی ہیں۔ عوام کا استحصال اُنکی رگوں میں خون بن کر گردش کر رہا ہے۔** اس لئے اُنکے سامنے عقل و انصاف کی کوئی دلیل کام نہیں کرتی''۔ ایسے موقع پر فرمایا کہ **''اے ہمارے نشو ونما دینے والے! وہ ہمارے (شہری) اور (دیہاتی) لیڈر اور مذہبی راہنما جنھوں نے ہمیں تباہ کیا ہے، انہیں ایک دفعہ ہمیں دکھا دے، تا کہ ہم اپنے پاؤں تلے روند کر دل کا غبار تو نکالیں'' (41/29)۔** اور (یہ) ظالم جن

مظلوموں کے خلاف آمادۂ پیکار ہیں، ایسے مظلوموں کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ بھی ان (ظالموں) کے خلاف میدان جنگ میں نکل آئیں جو ظلم کررہے ہیں (22/39)۔ **عوام اور اسلام کا بدترین** استحصال جاری ہے جسکا سختی سے روکا جانا لازم ہے کیونکہ ہر چھوٹا بڑا اپنے مفاد کی خاطر انہیں بُری طرح استعمال کررہا ہے۔ ظالمانہ نظام کو یکسر بدلنا ہوگا۔ ایسے باطل نظام سے بغاوت کرنا عین سنتِ رسولؐ ہے۔ کیونکہ اگر ایسے سسٹم کا حصہ بن کر ہی اسے بدلنا ہوتا تو آپؐ ابوجہل کی حکومتی پیشکش رد نہ کرتے۔

یاد رکھیں! وردی و بغیر وردی والے رئیس زادوں اور اُنکی نسلوں کو ہمارا احساس کبھی پہلے تھا، نہ اَب ہے اور نہ ہی ہوگا جو کارکنوں کی بجائے اپنے ہی عزیز رشتہ داروں، بہو بیٹیوں اور اولادوں کو اقتدار میں لاکر بااَثر حلقے (Establishment) بن جاتے ہیں اور یوں عسکری وسول بیوروکریسی اور سرمایہ داروں و جاگیرداروں نے باہم اثرورسوخ کی بناء پر اپنے لئے بہت سے امتیازی حقوق اور مراعات کو قانون اور ضابطے کا جواز دے دلا رکھا ہے جسے چیلنج کرنے کی عوامی طاقت موجود نہیں، اور عوام کی حقیقی طاقت اُس وقت تک نہیں بن سکتی، جب تک عوام کا ملکی/قومی سطح پر کوئی تنظیمی ڈھانچہ نہیں بنتا جو صحیح معنوں میں اقتدار کے ساتھ اختیار کی حامل مقتدرِ اعلیٰ (Establishment) کا کردار ادا کرسکے، جسے اشرافیہ اور اُنکے ہرکارے ممکنہ طور پر بننے نہیں دیں گے۔

بیشک طبقاتی مفادات، اقتصادی تقسیم کے سبب ہوتے ہیں اور معاشی نظام ہی وہ بنیاد ہے جس پر سیاسی و عمرانی سماج کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ لہٰذا دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کے خاتمہ کیلئے اوائل **میں انفرادی ملکیت کی زیادہ سے زیادہ حد بندی کرکے دولت کو معاشرے میں اس طرح پھیلایا جائیگا کہ لوگ زیادہ ملنے سے بدمستیوں میں مبتلا اور محروم رہنے سے بدبختی کا شکار نہ ہوجائیں۔** انفرادی حیثیت میں حدود سے بڑھی ہوئی فالتو اراضی و جائیداد اور دھن دولت، درجہ بدرجہ اُسکی اولاد اور غریب رشتہ داروں میں بانٹتے ہوئے بقیہ پراپرٹی قومی ملکیت کا حصہ بنا کر مستحقین میں اس شرط پر تقسیم کر دی جائیگی کہ وہ مستقل محتاج رہنے کی بجائے اکائی کی زیرِنگرانی اپنا اپنا مناسب روزگار شروع کرسکیں۔ **تعلیم وصحت جیسی تمام سماجی ضرورتوں کو سرکاری سطح پر بنیادی انسانی حقوق کے طور پر مہیا کیا جائیگا۔** آبادکاری کیلئے تمام سرکاری و پرائیویٹ رہائشی سکیموں کا اجراء اور صنعتکاری کیلئے غیر پیداواری پہاڑی اور بنجر پتھریلے علاقوں کا ترجیحاً انتخاب کیا جائیگا۔ **زرعی اراضی کے ضیاع کو روکنے کیلئے رقبوں پر بنائے جانے والے ڈیروں کی بھی منصوبہ بندی عمل میں لائی جائے گی۔ نئے تقاضوں کے تحت عمارتوں کی تعمیر کو جدید بلڈنگ کوڈ کے زیر اثر پلاٹوں کا زیادہ سے زیادہ سائز مقرر کرکے ان پر بننے والی عمارتوں کی کلیتاً اُفقی تعمیر کی بجائے عمودی پھیلاؤ کی پالیسی اپنائی جائیگی۔** دیہاتوں میں بھی **رہائشی سکیمیں شروع کی جائیں گی** اور مرحلہ وار منصوبہ بندی سے جدید خطوط پر لوگوں کو بلاسود آسان اقساط کے ساتھ صاف ستھرے مکان تعمیر کرکے دیئے جائیں گے کہ **جوں جوں خریدار اقساط ادا کرتا چلا جائیگا اُسکا ماہانہ کرایہ کم ہوکر مکان پر حق ملکیت زیادہ کرتا چلا جائیگا اور ایک دن کرایہ دار اس مکان کا مالک بن جائیگا۔** جہاں بچوں، بڑوں اور بوڑھوں کیلئے شہروں کی مانند تفریحی پارکس ودیگر سہولیات کا قیام عمل میں لاکر **جدید ترقیوں کے حامل دیہاتوں کو زرعی شہروں کا روپ دے دیا جائیگا۔** یعنی شہری و دیہی علاقوں کے درمیان سہولیات کے اختلافات (تفاوت) کو کم سے کم کرکے قابلِ عمل زرعی اصطلاحات کی جائیں گی، تاکہ دیہی آبادی کو شہروں میں منتقل ہونے سے روکا جاسکے، جس کیلئے دیہاتوں میں زرعی وصنعتی ترقیاتی منصوبوں اور کاروباری سرگرمیوں کو عملی جامہ پہنایا جائیگا، تاکہ زراعت ملکی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی ثابت ہوسکے۔ اس طرح دیہاتوں میں شہروں کی مانند سہولتیں دے کر شہروں کو بے ہنگم ہونے سے بچانے پر ملکی وسائل اور آبادی کے درمیان توازن قائم ہوگا۔ **دیہی علاقوں میں ابتدائی طور پر بڑی صنعتوں کے قیام کی بجائے متعلقہ چھوٹی صنعتیں قائم کرنے کی پالیسی اپنائی جائیگی،** تاکہ زرعی اور صنعتی شعبہ میں توازن اور باہمی ربط قائم ہونے سے دیہی علاقے بھی مقامی اکائیوں کی مؤثر وغالب سرپرستی میں تیز رفتار ملکی ومعاشی ترقی کی اجتماعی کاوشوں اور پیداوار میں اپنا کلیدی کردار ادا کرسکیں۔ ایسے میں بلاشبہ زرعی شعبہ ملحقہ علاقوں سے صنعتوں کیلئے خام مال مہیا کریگا، جبکہ صنعتیں زرعی آلات وکھاد وغیرہ فراہم کریں گی، جس سے یقیناً باربرداری کے اخراجات کی نہ صرف بچت ہوگی، بلکہ مشینی کاشت سے پیداواری عمل تیز ہونے پر صنعتی، تجارتی اور زرعی شعبوں کے مابین باہمی ربط کا یہ مربوط سلسلہ صرف اکائیوں کے خودکفیل نظام کے باعث ہی ممکن ہوگا۔

موروثی اراضی کی تقسیم در تقسیم کے عمل کی حوصلہ شکنی کی جائیگی، کیونکہ قانونِ وراثت کے زیر اثر زرعی ملکیت کے غیر پیداواری یونٹ بہت چھوٹے ہونے کی بنا پر کفالت کرنے کے قابل نہیں رہتے۔ اس لئے ابتداء میں وراثتی بٹوارے کے بعد غریب کسانوں کی باقی ماندہ ٹکڑوں میں بٹی ہوئی مقرر کردہ یونٹس سے کم زرعی اراضی مارکیٹ ریٹس پر ملحقہ حصہ دار کو خریدنے کی پیشکش کی جائیگی، تاکہ اُسکا متعین شرح کے مطابق یونٹ مکمل رہے۔ بصورت دیگر حکومت خود رکھ لے گی اور تقسیم اراضی کی کم از کم مقرر کردہ اکائی حد کے مطابق سرکار غیر آباد زمین کو (بھی) آبادکاری کی شرائط پر غریب کسانوں اور اُنکے خاندانوں کو الاٹ کرتے ہوئے قومی سطح کی مقررہ شرح کے مطابق پیداواری یونٹس بحال رکھے گی۔ یعنی زراعت کو فیملی، پروفیشنل اور کمرشل فارمنگ کی اقسام یا درجوں میں مناسب طور پر بانٹ کر فی خاندان حد مقرر کی جاسکتی ہے۔ یا پھر **حکومتی سطح پر غیر پیداواری یونٹس کیلئے کوآپریٹو فارمنگ کا نظام متعارف کروایا جاسکتا ہے جس سے کاشتکاروں کی زمین کے تناسب سے اُنکے شراکت داری حصص رکھے جائیں گے۔** لیکن یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ **'زمین' عطیۂ قدرت ہے جسے 'محنت میری رحمت تیری' سے مشروط کیا جائیگا** اور ایک معینہ مُدت تک لگاتار خود زمین کاشت نہ کرنے والا شخص کاشتکاری کے حق سے محروم ہوجائیگا اور ایسی اراضی کسی دوسرے شخص کو فوری کاشتکاری کیے جانے کی شرائط پر دے دی جائیگی۔ یہی اسلام کا مؤقف ہے۔ **گویا موجودہ صورتحال کو مطلوبہ معیار کے مطابق تبدیل کرنے کیلئے ہر کسی کو کسی حد تک قربانی دینا ہوگی۔** 30 اکتوبر 1947ء کو پنجاب یونیورسٹی لاہور میں قائداعظمؒ نے بھی اپنے فرمودات میں فرمایا تھا کہ "ہر شخص یہ عہد کرے کہ وہ پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانے اور اسے دُنیا کی عظیم ترین قوموں کی صف میں شامل کرنے کیلئے بوقت ضرورت اپنا سب کچھ قربان کردینے پر آمادہ ہو گا"۔ اپنی سرگذشت میں اصلاح کے حقیقی پہلوؤں کو اہمیت دینا ہوگی۔ کیونکہ قوموں کے زوال کا علاج ان کے ماضی کی تاریخ کے جھوٹے احترام اور اس کے مصنوعی احیاء سے نہیں ہوسکتا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ عہدِ نبیؐ میں زمین بٹائی، ٹھیکہ یا کرایہ پر دینے کی ممانعت تھی اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تمام زمین، نظامِ معاشرہ یعنی اُمت کی اجتماعی تحویل میں آ گئی تھی، مگر برصغیر میں معاملہ برعکس رہا۔ اگرچہ عمرؓ کے ابتدائی زمانے تک دُنیا میں کوئی ہمہ وقتی تنخواہ دار فوج کا وجود عمل میں نہیں آیا تھا۔ جنگ کی مہم کیلئے بھرتی ہونے والی افواج کو بطور معاوضہ، مفتوحہ ممالک کی زمینیں حصہ رسدی

کے تحت تقسیم کردی جاتی تھیں جس کے نتیجہ میں آج کی مانند اُس وقت بھی بڑے بڑے جرنیلوں کے حصے میں زیادہ زمینیں آجانے سے سپاہ گری ناکارہ ہونے لگی تو عمرؓ نے باقاعدہ کُل وقتی تنخواہ یافتہ افواج کی بنیاد ڈالی۔ ایسے میں پھر مالِ غنیمت سے مجاہدین میں زمینیں بانٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اسطرح حضرت عمرؓ نے فتوحات کے نتیجہ میں ملنے والی املاک کو لڑنے والے مجاہدین میں تقسیم نہ کرنے کا حکم دے کر ایسی جملہ اراضی حکومت کی ملکیت میں دے دی اور ان زمینوں پر کاشت کرنے والے مزارعوں کو خالص آمدنی کا پچاس فیصد تک حکومت کو خراج ادا کرنے کا پابند بنایا گیا۔

اسلامی روایات کے مطابق زمین اور اس کی پیداوار سے برآمد ہونے والی ہر چیز یا کارخانوں کی شکل میں رزق کے سرچشمے قرآنی معاشرہ کی تحویل میں رہنے چاہیں، تاکہ وہ افرادِ معاشرہ کی پرورش کے کام آئیں۔ خصوصاً جب بلا امتیازت معاشرہ کے تمام افراد کے رزق کی اتنی بڑی ذمہ داری، مومنین کی جماعت کے ہاتھوں متشکل معاشرتی نظام اپنے اوپر لیتا ہو۔ یعنی ذرائع پیداوار قوم کی تحویل میں ہونے پر جو منافع نجی طور پر افراد کے پاس جمع ہوتا ہے، وہ پیداوار کے اضافہ کیلئے صَرف ہوگا اور رزق کی تقسیم ضرورت کے مطابق مملکت کے زیرِ نگرانی ہوگی۔ جب افراد کی ضروریاتِ زندگی کی ذمہ داری معاشرہ کے سر ہوگی اور ذرائع حیات حاجتمندوں کیلئے کھلے رہیں گے تو کسی کیلئے دولت سمیٹ کر جمع کرنے اور جائیدادیں بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا، جو قرآنی احکامات کی تائید ہے کہ ''دولت جمع کرنا بدترین جُرم ہے'' (104/1-2,9/34-35)۔ رزق کے ذرائع ہر ضرورتمند کیلئے یکساں طور پر کھلے رہیں گے۔ اُن پر کسی کی ذاتی ملکیت کا سوال (ہی) پیدا نہیں ہوگا (41/10)+(55/10)۔ اگر ایسا کریں گے تو خدا سے مقابلہ میں دوسرے خدا کھڑے کر دینے کے مترادف ہوگا۔ آسمان میں الگ خدا اور ارض پر کوئی دوسرا (دولت کو) خدا تسلیم کرنا شرک ہے (2/168,23/84-85,29/60-61,2/22,43/84,6/3)۔ بیشک قوت درحقیقت دولت ہی کے عملی نتیجہ کا نام ہے۔ یعنی دُنیاوی طور پر دولت میں بے پناہ طاقت ہے جس کا راز یہی ہے کہ وہ انسان کی محنت کو اپنے تصرف میں لانے کی قوت رکھتی ہے اور یہ طاقت قرونِ وسطہ کے مطلق العنان بادشاہوں کی طاقت سے بھی زیادہ قوی ہے۔ مگر دولت کو فقط محنت پر ہی اقتدار حاصل نہیں ہے، بلکہ دولتمندوں کی مٹھی میں مقنّنہ، انتظامیہ اور عدلیہ کی پوری طاقت بھی ہے جو ریاست کے سیاہ و سفید کے مالک ہوتے ہیں۔ گویا جب تک روک ٹوک کے بغیر نفع خوری کا سلسلہ جاری ہے تب تک معاشرتی ماحول کی اصلاح ہوسکتی ہے نہ لوگوں کا کردار درست ہوسکتا ہے۔

اگرچہ فرمایا ''دُنیاوی زندگی میں لوگوں کے درمیان معیشت کی تقسیم ہم کرتے ہیں اور ایک کو دوسرے پر بلندیٔ مدارج عطا کرتے ہیں'' (43/32)۔ مگر ہر ایک کے مدارج اس کے اعمال کے مطابق متعین ہوتے ہیں (6/132)۔ مجاہدین (جدوجہد کرنے والوں) کے مدارج قائدین (مترفین) سے بلند ہوتے ہیں (4/95)۔ حاجیوں کیلئے سبیلیں لگا دینے والوں یا مسجد الحرام کی تزئین و آرائش کرنے والوں کے مقابلہ میں مجاہدین اور مہاجرین کے درجات بلند ہوتے ہیں (9/19)۔ اقوام میں تقسیم رزق سعی و عمل اور اختیار و ارادہ سے ہوتی ہے۔ خدا نے سامانِ رزق پیدا کردیا، لیکن اس کی انفرادی تقسیم ہاتھ میں نہیں رکھی۔ کیونکہ انسان کو صاحبِ اختیار و ارادہ بنایا۔ افراد انفرادی صلاحیتوں کے بیشک مالک ہوتے ہیں، مگر بعض مدّوں میں ہر کوئی پورے اختیارات کا مالک نہیں ہوتا اور وہ نظامِ معاشرہ کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے۔ غیر قرآنی (غلط) نظام میں ایسی تقسیم سے ناہمواریاں پیدا ہوتی ہیں جو قرآنی (صحیح) نظام میں مٹ جاتی ہیں۔

یہ قرآن کے معاشی نظام کی عملی بنیاد ہے کہ زمین تمام نوعِ انسان کیلئے ذریعۂ رزق اور جانداروں کی بلا معاوضہ پرورش جیسی ہر نعمت خدا کی عطا کردہ ہے، جس پر ذاتی ملکیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (16/53)۔ جس چیز کو اللہ اپنی کہتا ہے، اس پر کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوسکتی اور اُسے اُسی کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق استعمال کر کے اُن تمام اُمور کو پورا کیا جانا چاہیے، جنہیں اللہ اپنی ذمہ داری قرار دیتا ہے۔ بصورتِ دیگر ان احکامات کی نفی سے کفرانِ نعمت کی شکل میں خدا کا اِنکار ہوگا، جو اسلام نہیں کفر ہے۔ چونکہ زرعی اراضی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹ جانے کے باعث پیداوار میں اضافہ نہیں ہوتا، بلکہ صورتحال معکوس ہو جاتی ہے۔ اس لئے زرعی زمین پر نجی ملکیت محدود کرنے کیلئے غیر حاضر زمینداروں کی اراضی 'خود کاشتکار مزارعین' میں مقررہ یونٹس کے مطابق تقسیم کردی جائیگی، تاکہ موجودہ زمانہ کے مترفین کی بالادستی کا خاتمہ ہوسکے۔ چنانچہ قوتِ کاشت سے زائد زمین حکومتِ وقت واپس لے کر دیگر مستحق اور محنت کرنے والوں میں کم از کم پیمانہ مقرر کر کے بانٹ دیگی، تاکہ اُنکی محرومیاں دور ہوں اور وہ اپنی حاصل محنت کے بلا شرکت غیرے مالک بن سکیں۔ یا پھر یہ ہوسکتا ہے کہ جیسے ایک ملازم بڑھاپے یا بیماری کے سبب ملازمت سے ریٹائر ہوکر پنشن وصول کر کے کسی نوجوان کو جگہ دے دیتا ہے، بالکل ویسے ہی ایک کسان عمر رسیدہ ہونے سمیت کسی بھی سبب قدرتی طور پر کاشت کرنے کی اہلیت سے مستقل محروم ہو جانے پر اپنی زمین سے دستبردار ہوکر بقیہ زندگی حکومت سے پنشن پائیگا، جس کا متبادل کوئی دیگر نوجوان الاٹی طبیعی طور پر ناکارہ ہونے تک حاصل ہونے والی اراضی پر کاشتکاری کرسکے گا۔ گویا زمین ملکیت کی بجائے کاشتکاری کیلئے تحویل میں دی جائیگی۔ منظّم امدادِ باہمی کے تحت اشتراک و تعاون کا دائرہ کار محض محنت تک ہی محدود نہیں ہوگا، بلکہ زرعی زمین، آلات کشاورزی وغیرہ کا تصرف بھی اجتماعی ہوگا۔

امدادِ باہمی کا 'کاشتکاری نظام' ایک ایسی معاشرتی اکائی ہے جس میں زمین سب کی مشترکہ ملکیت ہوگی اور دیگر صنعت و حرفت، تعلیم و صحت اور سماجی و کاروباری سرگرمیوں کا الگ سے ڈھانچہ موجود ہوگا۔ یعنی عوام کی اشتراکی ملکیت محنت کاروں کی اجتماعی ملکیت کا روپ دھار لے گی۔ اس طرح لینڈ مافیا محض حوس زر کی خاطر بے تکی ٹاؤن پلاننگ نہیں کرسکے گا۔ آج کل جس آدمی کے پاس چند پیسے آجاتے ہیں وہ زرعی زمین پر بلا اجازت سوسائٹی بنانے سے ارب پتی ہو جاتا ہے۔ زرعی کلچر کو ختم کرنے کے رجحان کی حوصلہ شکنی کرنے سے زرعی زمین پر بلا سوچے سمجھے سوسائٹیاں نہیں بنیں گی اور یوں زرعی زمینیں عدم سکڑاؤ کے سبب آئندہ نسلوں کیلئے خوراک کی ضروریات پوری کرتی رہیں گی۔ اب تو محسوس ہوتا ہے کہ پورا ملک پلاٹوں کے پیچھے پڑنے سے زرعی ملک کا دامن تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ پاکستان کی تیز رفتار آبادی اسی تناسب سے بڑھتی رہی تو زرعی زمینوں کا وجود ختم ہونے سے ضروریاتِ زندگی پورا کرنا مشکل ہو جائیگا۔ پلاننگ کمیشن کے مطابق 77% شہری خوراک کے حوالے سے عمومی طور پر عدم تحفظ کا شکار ہیں اور قدرتی آفات میں یہ شرح مزید بڑھ جاتی ہے۔ 62% سے زائد، انتہائی کم اور زیادہ تر بے زمین لوگ دیہی علاقوں میں رہتے ہیں جنکا روزگار براہ راست زراعت ہے۔ زرعی شماریات 2000ء کے مطابق 40 ہزار افراد 100 ایکڑ یا زیادہ کے مالک ہونے کے ناتے زرعی آمدن کا بیشتر حصہ لے جانے کے سبب سماجی و

سیاسی نظام پر یوں قابض اور صنعتی پیداوار کے مالک ہیں کہ سیاست، زراعت اور صنعت کی انٹرلاکنگ قائم ہو چکی ہے۔ گویا ہمارے ملک میں 'صنعتکاری' فیوڈل کلچر اور مفاد کے تحت اُبھرتی ہے جو نئے تہذیب وتمدن کو اُبھرنے نہیں دیتی اور یوں کالے دھن کی پیداوار بھی 35% کے برابر ہے۔

چونکہ دین اسلام، حیاتِ اجتماعیہ کے تحت نوع انسانی کی بہبودِ کُلّی کا نام ہے، جس کیلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین کی پیداوار میں سے تم صرف اپنی محنت کے معاوضہ کے حقدار ہو، باقی خدا کا حصہ ہے، جو ضرورتمندوں پر خرچ کیا جاتا ہے۔ انسان صرف محنت کرتا ہے، باقی سب خدا کا نظام کرتا ہے۔ اس لئے محنت کار پوری پیداوار کا بھی مالک نہیں بن سکتا۔ کیونکہ خدا کے نظام میں معذور کی بجائے صحتمند انسان کا پیدا کرنا، اس کیلئے ہوا، پانی، بارش، روشنی (چاند، ستارے اور سورج) اور زمین جیسی نعمتِ خداوندی ہر کسی کیلئے عطا کرنا، کیونکر انسانی خرید کے دائرے میں آ سکتے ہیں (43/84)۔ اس لئے انسان محض اپنی محنت کا معاوضہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی پرورش کی حد تک رکھ کر باقی اللہ (کے نظام) کے حوالے کر دے، یعنی (بذریعہ نظام) ضرورتمندوں تک پہنچا دے (27/30, 80/24-32, 27/21)۔ گویا قرآنی نظام میں ہر فرد زیادہ سے زیادہ محنت کر کے کم از کم اپنے پاس رکھ کر سسٹم کے تابع اجتماعی طور پر زیادہ سے زیادہ دوسروں کو دیتا ہے اور یہی انسانی ذات کی صحیح نشوونما ہے۔ جبکہ ربٰو اور اس سے منسلک غیر قرآنی مروجہ معاشی نظام، قرآن کے نظامِ اقتصاد کی یکسر ضد ہے، جس میں ہر فرد کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ محنت دوسرے کریں اور اسے بلا محنت زیادہ سے زیادہ ملتا جائے۔ عہدِ عباسیہ اور انگریز دور کی روایات کے مطابق ہم نے غیر قرآنی نظام کے تحت زمین کی بٹائی، مضاربت اور تجارت کی مختلف شکلیں بدل کر غیر محدود منافع وغیرہ کو جائز قرار دے کر اپنے آپکو فریب دے لیا ہے۔ حالانکہ انسان جو اسلام کے نزدیک سلسلۂ ارتقا کی آخری کڑی نہیں ہے، اس کے علاوہ کوئی ذی حیات ایسی نہیں جو سامان زیست کو انفرادی ملکیت میں لے بیٹھے، وہ صرف اس سے اپنی ضرورت پوری کرتی ہے (11/6, 29/60) اور چیونٹیوں یا شہد کی مکھیوں کی مانند مل کر رزق ذخیرہ کرتے ہیں تو وہ (بھی) انفرادی کی بجائے اجتماعی ضرورت کیلئے ہوتا ہے۔ اگرچہ مساوات کا مکمل نمونہ تو شاید آجکل قبرستان میں بھی نہ ملے، لیکن ایک نظام کے تحت معاشی عدل سے طبقاتی تقسیم کو کم سے کم کر کے انسان کا زندگی بسر کرنا منشائے فطرت ہے۔ گویا اس لحاظ سے ہمارے اعمال کے نتیجہ میں جنت یا جہنم معاشرے کی پیدا کردہ قلبی کیفیت کا نام ہے (66/7, 78/26) اور عبوری حیثیت رکھنے والی اس دُنیا کی مادی زندگی میں جنت ہمیں نظامِ ربوبیت کے نفاذ سے حاصل ہوگی، جس میں ہر کسی کو اُس کا حق ملتا چلا جائیگا اور کوئی کسی کا محتاج نہیں ہوگا اور نہ ہی خواتین کی قرآن سے شادی کرنے کی ضرورت پیش آئیگی۔ یہی وہ صورت ہے جب انسان روٹی کی فکر سے آزاد ہو کر حیوانی سطح سے بلند ہوگا، جس سے انسانی توانائیاں اور صلاحیتیں اعلیٰ مقاصد کے حصول کیلئے کام آسکیں گی۔ ایسے میں کامیابی، قوت اور عزت کا معیار دولت کی بجائے جذبۂ خدمت ہوگا۔ تاہم طبقاتی تفاوت میں کمی کیلئے بنے ہوئے محلات کو گرانے کی بجائے جھونپڑیوں کو اُبھار کر محلات کے برابر لایا جائیگا اور وسائل کی تقسیم اس انداز میں کی جائیگی کہ کسی کو بھوکا رہنے کا غم ستائے گا، نہ پیاس پریشان کریگی، لباس کی فکر ہوگی، نہ مکان کیلئے سرگرداں ہونا پڑیگا (20/118, 2/35, 41/10)۔ کیونکہ اسلامی نظامِ حکومت اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ اس کے اپنانے پر کوئی بھوکا نہیں مر سکتا اور نہ کوئی علاج معالجہ اور تیمارداری کے بغیر رہ سکتا ہے اور نہ کسی کے ساتھ ظلم وزیادتی ہو سکتی ہے۔

یہ مکمل ضابطۂ حیات ہے جس کے وضع کردہ نظام کی معرفت زمین پر چلنے والا کوئی ایسا ذی حیات نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے نہ لی ہو۔ سب کیلئے ہوا، پانی، روشنی اور خوراک پیدا کی، اور نظامِ حیات کو چلانے کیلئے امیر اور غریب کو کام کاج کی خاطر مختلف نوعیت کی ذمہ داریاں دی گئیں، لیکن بنیادی ضروریات ہر دو کی برابر ہیں۔ ہر ایک کی انسانی ضروریات ایک جیسی ہیں اور ہر ایک کو برابر کے مواقع حاصل ہونے چاہئیں۔ جبکہ رزق کی تقسیم کمائی کی بجائے ضرورت کے لحاظ سے ہو۔ جیسا کہ ہر گھر میں افراد کی ضرورتوں کے اعتبار سے سامانِ زیست کی تقسیم، آمدن اور کمائی کی بجائے اُس کی ضرورت کے لحاظ سے کی جاتی ہے، وگرنہ اکتسابی سکت نہ رکھنے والے بچوں، بوڑھوں اور معذوروں کو کمائی کے لحاظ سے کچھ بھی نہ مل سکے۔ مگر ہم اِن کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں اور اگر گھر کی چار دیواری کا یہی اصول ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے معاشرے کے افراد کی ضروریات پوری کرنے کا اصول اپنائیں تو یہ دُنیا حقیقتاً جنت بن جائے گی۔ کیونکہ معاشرہ بھی گھر ہی کی پھیلی ہوئی شکل ہے۔ صبح کے وقت گھر پھیل کر معاشرہ بن جاتے ہیں اور رات کو معاشرہ سمٹ کر گھروں میں محدود ہو جاتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بادشاہ اور گدا، ہر دو کو بنیادی انسانی ضروریات کیلئے برابر سمجھتا ہے جن کا حصول ہر ایک کا بنیادی حق ہے جس کے تحت ملکی معاملات میں ہر انسان کی مشاورت اور فعال نمائندگی بھی ضروری ہے۔ اس لئے اقتدارِ اعلیٰ، مملکت کے تمام باشندوں کی مشترکہ ملکیت ہے۔ مستقل اقدار کے مطابق حکومت قائم کرنا کسی ایک فرد یا پارٹی کا کام نہیں، بلکہ اس میں پوری اُمت شامل ہوگی (3/109)۔ وگرنہ جس کی نگاہ قرآن کے کُلّی نظامِ حیات پر نہیں ہوگی اُسے اللہ تعالیٰ سرے سے ممکن العمل ہی نہیں سمجھے گا (4/136)۔ لہذا اللہ کی کتاب پر ایمان کا عملی مفہوم یہ ہے کہ اس کے مطابق حکومت قائم کی جائے وگرنہ کفر ہے (5/44)۔ کیا تم ایسی روش اختیار کرنا چاہتے ہو کہ قوانین خداوندی کے ایک حصے پر ایمان رکھو اور دوسرے حصے سے انکار کرو۔ جو کوئی ایسا کرے گا تو اسکا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوگا کہ اُسے اِس دُنیا میں بھی ذلت وخواری نصیب ہوگی اور وہ قیامت میں بھی شدید ترین عذاب میں مبتلا ہوگا (2/85)۔ بیشک کائنات میں بقاء واستحکام اور ثبات ودوام ایسے ہی نظریہ، تصور اور نظام کو ہوگا جو کسی خاص گروہ، ملک یا قوم کی بجائے نوعِ انسانی کیلئے منفعت بخش ہوگا (13/17)۔ لیکن افسوس کہ انسان کی مفاد پرستیوں اور چیرہ دستیوں نے سامانِ زیست پر انفرادی ملکیت کا تصور پیدا کر کے جنت کو جہنم میں بدل دیا ہے، جسے قرآن ہبُوطِ آدم سے تعبیر کرتا ہے جو باہم دشمنی کا باعث ٹھہرا (2/36)۔

لہذا آغاز میں تمام حدودِ ملکیت ختم کر کے زمین کا اجتماعی صورت میں ریکارڈ محض ریونیو کے کاغذوں اور کمپیوٹرز میں محفوظ رکھا جائیگا۔ خانۂ ملکیت میں اگرچہ مالک کے طور پر حکومت کا نام ہوگا، لیکن کاشت کے خانہ میں صرف کاشتکار کا نام ہوگا اور زمین بغیر کسی دیوانی مشکلات کے خریدی اور فروخت کی جا سکے گی۔ ایسی صورت میں ہر انسان کی کمائی کا کھاتہ ہمہ وقت حکومت کے تصرف میں ہوگا، مگر کھاتہ دار بوقتِ ضرورت حسبِ منشاء لے سکے گا جو اس کے کھاتہ سے منہا ہو جائیگا۔ اسلامی نظریئے کا سب سے زیادہ روشن اور قابلِ ستائش پہلو بھی یہی ہے کہ اس نے وسائل اور ذرائع کو ناکارہ نہ بنانے کی نمایاں طور پر ترغیب دی ہے۔ اس لئے تصرف میں نہ آنے والی فالتو بچی ہوئی دولت حکومت کے پاس جمع کروا کر اجتماعی خدمات کی انجام دہی کا باعث بنائی جائیگی کہ مجموعی

بچتوں اور دولت کے بہاؤ کے مالی مبادل میں توازن قائم رہے۔ اضافی بچت کو خزانہ میں منتقل کیا جاسکے گا اور محصولات کی ناکافی آمدنی کی صورت میں راست محاصل کے ذریعے اس کی تلافی کی جاسکے گی۔ ہر شخص سے جتنی بچتیں حاصل ہونگی اُنکا الگ حساب رکھا جائیگا، تاکہ اس محصول کے تناسب سے اُسکو دوران معذوری و ضعیفی مناسب امداد مہیا کی جاسکے۔ باالفاظِ دیگر ایسے افراد جو ایک معینہ عمر سے تجاوز کر کے زراعت اور صنعت و ملازمت سے علیحدگی اختیار کرلیں گے اُنکے گزر بسر کے انتظام و انصرام کے علاوہ اُن کے نوعمر افراد کی تعلیم و تربیت وغیرہ کے انتظامات کیلئے بروقت اقدامات اُٹھائے جائیں گے، تاوقتیکہ وہ سماجی معیار کے مطابق زراعت اور صنعت و حرفت میں عملی حصہ لینے کے قابل نہ ہوجائیں۔

نظامِ ربوبیت کے مکمل نفاذ تک 'عبوری بندوبست' کے تحت ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ موجودہ صدی کے انقلابی معاشی پروگرام کے حامل **''بیدار پاکستان'' کے ایجنڈا کی تکمیل کرتے ہوئے زرعی ترقی کی خاطر حکومت اگلے مرحلے میں ہر چھوٹے بڑے زمیندار کی زمین پٹہ پر لے کر بیس فیصد حصہ پر کارپوریٹ فارمنگ کے تحت جنس اور موسم کی موزونیت کے ساتھ مرضی کی فصلیں کاشت کروا کر اجتماعی زراعت کے منافع بخش منصوبے تکمیل کرائے یا حکومت زمینداروں کو تمام سہولیات مہیا کرنے کے عوض فصل کا بیس فیصد حصہ لے جس سے مفت ادویات اور پانی وغیرہ کے اخراجات پورے کیے جاسکیں۔** اس طرح حکومت کی جانب سے اشتراکی زمینداروں کو فصلوں کی متوقع آمدنی کا ساٹھ فیصد معاوضہ سال کے شروع میں ہی ادا کردینے سے چھوٹے کاشتکاروں کو روپیہ ملنے سمیت اپنی زمینوں پر کام کرنے کا موقع بھی مل سکے گا جس سے نہ صرف مارو یا مرجاؤ کی موجودہ صورتحال کا خاتمہ ہوگا، بلکہ منافع خور، کسانوں اور زمینداروں کی مجبوریوں کا فائدہ بھی نہیں اُٹھا سکیں گے۔ بعض ممالک تو ضرورت سے زائد پیداشدہ اَناج اپنے کسانوں سے مارکیٹ ویلیو پر خرید کر غریب ممالک کو امداد کے طور پر ''بھینٹ'' دیتے یا سمندر میں غرق کرکے اپنے دہقانوں کا معاشی استحصال ہونے سے بچاتے ہیں، تاکہ فصلوں کی ارزانی کا شکار ہوکر وہ دیہات ہی نہ چھوڑ جائیں۔ ایسی تمام مشکلات کا مقابلہ کرنے اور دیہاتوں کو اُجڑنے سے بچانے کیلئے زرعی اصلاحات کے تحت جدید مشینوں کیساتھ حکومتی کنٹرول میں چھوٹے (بڑے) کاشتکار اور مزارعین اجتماعی کاشتکاری نظام سے اشتراکی بنیادوں پر منسلک ہونگے جنہیں کھاد، کیڑے مار ادویات، پانی اور ایندھن جیسی تمام تر ضروری سہولیات مفت فراہم کی جائیں گی۔ حکومتی نگرانی میں ہونے والی کاشتکاری سے ملک کے کسی بھی حصہ میں پوست جیسی نقصان دہ فصلیں کاشت نہ ہونے کی وجہ سے منشیات کا جڑ سے خاتمہ ہوگا۔ نئے اسلوب میں بیجائی کیلئے ہوائی جہاز بھی استعمال کیے جاسکیں گے۔ اسطرح حکومتی اشتراک سے یقیناً زمین بنجر نہیں رہے گی اور ملک بھر میں موجود اراضی کا چپہ چپہ قابل کاشت ہوجائیگا۔ حکومت اناج گوداموں میں محفوظ کرنے کے علاوہ فصلوں کی ضرورت سے زیادہ پیداوار کو برآمد کرکے نہ صرف قیمتی زرمبادلہ کما سکے گی، بلکہ ملکی درآمدات و برآمدات کا توازن یکسر یوٹرن لے کر اندرونی و بیرونی سرمایہ کاری اور امن و امان کیلئے حوصلہ افزاء ہوگا۔ البتہ جو زمیندار اس کارپوریٹ فارمنگ میں شامل نہیں ہونا چاہیں گے، حکومت اُنکی زمین لینے میں زبردستی نہیں کریگی، مگر ایسے کاشتکار کارپوریٹ فارمنگ کے ساتھ منسلک زمینداروں کے ہم پلہ مراعات لینے میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے جس سے اُنکی کاشتہ فصل پر لاگت زیادہ آنے کی وجہ سے منڈی کا مقابلہ نہیں کرسکے گی۔

اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو تفریق و نفاق کا سبب بننے والے ہمارے سماجی و معاشی نظام کا خاتمہ کرکے ہر مزدور، کسان، ہاری، مزارع، یا برسہا برس سے ملازم چلے آنے والے افراد کو معاشی لحاظ سے مستحکم بنا کر یکساں حقوق دے دیئے جائیں تو جاگیردار، صنعتکار اور رئیس طبقات سے تعلق رکھنے والے 90 فیصد سول و خاکی حکمرانوں اور سیاستدانوں کی غلامی کون کریگا؟ تاہم ایسے طاقتور طبقوں کے خاتمہ کیلئے قرآنی تصریحات کی روشنی میں **لامحدود رقبوں کی ملکیت کی تحدید (حد بندی) کرکے معینہ مدت کیلئے اس حد تک اراضی تقسیم کردی جائیگی کہ جب تک وہ خود اس پر کاشت کرسکتا ہے اپنے سمیت زیر کفالت اہل عیال کی پرورش کرتا رہے** اور اس عمل کی بتدریج حتمی تکمیل کیلئے سورہ الرعد کے مطابق رقبوں کو موجود (ہ) بڑے بڑے سرداروں کے ہاتھوں سے سکیڑنا اور سمیٹنا (کم کرنا) ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے (کہ انکی ملکیت ختم ہو) اور دُنیا کی کوئی طاقت اُنکے فیصلے کو لوٹا نہیں سکتی، اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے (13/41)۔ سرمایہ داری نظام کی ضد قرآن کا وضع کردہ نظامِ ربوبیت (پرورش) انبیاء کرام نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اقوام کے سامنے پیش کیا۔ لیکن مترفین (سرمایہ داروں) کی طرف سے اسکی سخت مخالفت ہوئی (8/36) جنہوں نے اپنے گھروں کے باہر اللہ کے خاص فضل و کرم کی نمایاں تختیاں لگا رکھی ہیں۔ وہ یہ جان لیں کہ **ایسے مخصوص افراد پر اللہ کی جانب سے ہذا من فضل ربی جیسے انسانی زندگی کے اتفاقات درحقیقت ہماری معاشرتی ناہمواریوں کے نتائج ہوتے ہیں جن میں اللہ کے ضابطوں کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اسلامی نظام میں مال پر انفرادی ملکیت کسی فرد کی نہیں رہتی، وہ خدا کا مال ہوجاتا ہے (24/33) اور جو لوگ دیندار ہونے کے مدعی و دعویدار ہیں، مگر تیری میری کے چکر میں پڑے ہیں، وہ عملاً دین کی تکذیب کرتے ہیں۔ بلاشبہ انکی نمازیں اُنکے منہ پر ماردی جائیں گی۔ ایسے نمازیوں کیلئے انجام کار تباہی ہے جو صلوٰۃ کی حقیقت سے بے خبر اور اُسکی غرض و غایت سے غافل رہ کر یہ سمجھتے ہیں کہ نماز کے محسوس و مرئی ارکان کی ادائیگی کا نام صلوٰۃ ہے وہ انہیں ادا کرلیتے ہیں (107/1-7)۔ ارض باری تعالیٰ پر نظری عقیدہ رکھنا اور عملاً اراضی زید، بکر، عمر کی ملکیت میں دے دینا، قرآن کی رو سے شرک ہے، کفر ہے، تکذیبِ دین ہے (41/9,10)۔ تمہیں یہ ارض اللہ پر پابندیاں وحد بندیاں عائد کرنے کا حق نہیں پہنچتا** (11/64, 7/73)۔ حضرت صالحؑ کے زمانہ میں قومِ ثمود کے سرداروں نے کھلی چراگاہیں اور پانی کے چشمے ذاتی قبضہ میں لے کر رزق کے آبِ رواں روک کر تکذیبِ دین کی۔ کیونکہ جنت کے جاری چشموں کے پانی کو آبِ رواں کہا گیا ہے (88/12)۔ حالانکہ یہ زمین خدا کی ہے، نا کہ تیری نہ میری (7/73)۔ اسی طرح کا واقعہ سرزمین مدین میں حضرت موسیٰ کے ساتھ پیش آیا تھا، جہاں صاحبِ اقتدار سرداروں کے چرواہے، کمزور و ناتواں لڑکیوں کے مویشیوں کو پانی نہ پینے دیتے تھے (28/23) جس پر حضرت صالحؑ نے جانوروں کی باریاں مقرر کرکے حل نکالا (91/13,26/155)۔ گویا ہر ایک کا (حصص کے مماثل) اشتراک پیدا ہوگیا یا کردیا گیا۔ اس لئے **اگر مشترکہ کاروبار کے تحت زمین جیسے عطیہ قدرت کو اللہ کا سرمایہ (ہی) سمجھ کر اپنے حصہ کی محنت کرکے کمائے ہوئے منافع سے شراکت داری اصولوں کی رو سے (وہ بھی ضرورت کے لحاظ سے) اپنے محنتانہ کا معاوضہ لے کر باقی خدا کے سرمایہ (زمین) کے عوض اللہ کا حصہ نظامِ ربوبیت کے حوالے کردینے سے معاشرے کے ضرورتمند طبقوں کی نشوونما ہوتی رہے گی اور اس صورت میں متعین فیصدوں کے حساب سے زکوٰۃ دینے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ اسی اصول کے تحت آپؐ اور صحابہؓ نے اپنے پاس فالتو دولت اکٹھی نہ ہونے دی کہ زکوٰۃ جیسے عبوری بندوبست کے کرنے کی نوبت پیش آتی۔**

'حضرت نوحؑ کے بعد دیگر انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے قرآن بتاتا ہے کہ عاد کی طرف حضرت ہود اور ثمود کی طرف حضرت صالح کو بھیجا گیا تھا، لیکن عاد و ثمود، دونوں ہی قوموں نے نافرمانی کی اور عذاب اللہ کا شکار ہوگئیں۔ یہی حال قومِ لوط کا بھی ہوا، جس میں حضرت لوط کی نافرمان بیوی بھی قہرِ الٰہی کا شکار ہوگئی۔ یزید کی حضرت امام حسینؓ سے کوئی ذاتی دشمنی تھی نہ ہی وہ خلافت وحکومت کے خواہشمند تھے۔ اصل جھگڑا تو یہی تھا کہ یزید نہ صرف حضرت امام حسینؓ کے حلقہ اثر کو، بلکہ پورے دین کو حدودِ حرم اور مسجدوں کی چار دیواری تک محدود رکھنا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ امام حسین، دین کی تبلیغ کریں اور جہاد کیلئے لوگوں کی عملاً تدریس ہو، جس کیلئے وہ بڑے بڑے علمی، تبلیغی اور تعلیمی مراکز کھولنے کیلئے تیار تھا۔ یہاں تک کہ حضرت امامؓ اور اہل بیت اللہ کو بڑے سے بڑے وظائف دینے کو بھی تیار تھا، مگر یہ بات اس کیلئے ناقابل برداشت تھی کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول کی تعلیمات کو ایوانِ حکومت اور عملی زندگی کے دیگر شعبوں میں عملاً نافذ کردیا جائے، جس سے جابر و ظالم اور نفس پرست حاکم پر ایسی پابندیاں لگ جائیں کہ وہ کھل کر کھیل نہ سکے اور عجمی بادشاہوں کے ٹھاٹھ باٹھ حاصل کرنے کی بجائے خلفائے راشدین کی طرح عام انسانوں سے بھی کم تر درجہ کی مادی زندگی گزارے اور مخدوم کی بجائے خادم بن کر رہ جائے۔ ادھر **امام حسینؓ اس پر اٹل تھے کہ دین کامل کو زندگی کے تمام شعبوں میں پوری طرح سے نافذ کیا جائے، تاکہ سیاست، معیشت، تجارت اور سماجی زندگی کے تمام گوشوں میں کتاب وسنت کی حکمرانی ہو۔** اس کیلئے آج بھی مذہبی رسومات و عبادات کا اجتہادی نقطۂ نظر سے ازسرِنو جائزہ لینا انتہائی اہم ہے، تاکہ دین اور دُنیا ہماری عملی زندگی کا مربوط حصہ ہو جائیں۔ اس نسبت ہمیں دیکھنا ہوگا کہ کیا ہماری زندگی کے ہر شعبے کے اندر احکامِ خداوندی کے منافی اپنے ارادے، فیصلے اور افعال و کردار کے عملی اعتراف سے سرکشی برتنے والا مسلمان اپنی موجودہ نماز میں رسمی طور پر سر جھکا دینے سے صلوٰۃ و زکوٰۃ کے اسلامی مقصد کو کس حد تک پورا کر رہا ہے؟ مروجہ رسمِ نماز میں قوانینِ خداوندی کے اتباع کے سمٹے ہوئے وقتی اجتماعات کی حامل مسلمانوں کی نمازیں، روزے، زکوٰۃ اور حج جیسے اعمال، اسلامی معاشرہ کے قیام میں ناکام کیونکر ہو رہے ہے، جو نبیؐ اور صحابہؓ کے عہد میں ایک ہی طریقۂ نماز کی ادائیگی سے وحدتِ اُمت کا تاثر نمایاں کرتے تھے؟

بلاشبہ قرآن عمل کی روح اور حقیقت پر نگاہ رکھتا ہے اور محض نمائشی، بناوٹی یا ظاہرداری کو کوئی وزن نہیں دیتا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا جو شخص محمدؐ کی پرستش کرتا تھا وہ سمجھ لے کہ اُس کا خدا مر گیا ہے۔ لیکن جو خدائے حی و قیوم کا پرستار ہے اس کا خدا زندہ و پائندہ ہے۔ اللہ اور رسول سے حقیقی و سچی محبت اور تعظیم یہ ہے کہ دکھلاوے کی پرستش کی بجائے سچ بولو، عہد و پیمان کا خیال اور امانتوں کی حفاظت کرو۔ ہمارے ہاں ادا کی جانے والی نماز کا لفظ فارسی (پہلوی) زبان میں (بتوں کی) پرستش کیلئے استعمال ہوتا تھا، بعد میں یہ صلوٰۃ کے ایک خاص قسم کے عمل و اجتماعات کیلئے استعمال ہونے لگا اور اب ہمارے ہاں مذہبی طور پر یہی لفظ مروج ہے۔ وحی شدہ دین کے جملہ عناصر جو نظامِ زندگی کے ستون تھے، وہ رفتہ رفتہ مذہب میں بدل کر بتدریج پوجا پاٹ بن گئے، جنکا عملی زندگی سے دور کا واسطہ نہیں ہے۔ قائداعظمؒ کا بھی کہنا تھا کہ جس مذہب کو انسانی معاملات سے واسطہ نہیں وہ اُسے مذہب ہی تسلیم نہیں کرتے (تقاریر جناح، صفحہ: 140-139)۔ جس طرح اقبالؒ کو ہمارے قائم معاشرتی جمود بلکہ صورتِ معکوس کا احساس تھا، اُسی طرح قائداعظمؒ نے روزنامہ انقلاب لاہور کی 23 مارچ 1932ء کی اشاعت میں مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ **تمہارے دین کی عظیم الشان بلند نظری، ملاؤں اور فقیہوں کے فرسودہ اوہام میں جکڑی ہوئی ہے اور آزادی چاہتی ہے۔** روحانی اعتبار سے ہم حالات و جذبات کے ایک ایسے قید خانے میں محبوس ہیں جو صدیوں کی مُدت میں ہم نے اپنے گرد تعمیر کرلیا ہے اور ہم بوڑھوں کیلئے شرم کا مقام ہے کہ ہم نوجوانوں کو ان اقتصادی، سیاسی بلکہ مذہبی بحرانوں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ بنا سکے جو زمانۂ حاضر میں آنے والے ہیں، بلکہ آچکے ہیں۔ ایسے حالات اہل مدین کے بھی تھے، جب حضرت شعیبؑ خدا کا پیغام لے کر آئے تو اس قوم نے ہماری آج کی مروجہ نمازوں کے مفہوم کی مانند اپنے رائج مذہبی تصور کے مطابق خدا کی عبادت (پرستش) کو محض نماز پڑھنا (قیامِ صلوٰۃ) ہی سمجھا جس کا دائرہ اصلاً مسجد کی چار دیواری تک محدود نہ تھا۔ جس پر اس قوم نے کہا کہ "اے شعیبؑ! کیا تیری صلوٰۃ یہ حکم بھی دیتی ہے کہ ہم وہ چیزیں چھوڑ دیں جو ہمارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے۔ یا ہم اپنا مال و دولت بھی اپنی مرضی سے خرچ نہ کریں (11/87)۔ **قومِ شعیب کو اپنے نبی سے یہ گلہ تھا کہ اسکی تلقین کردہ نماز مسجد تک محدود کیوں نہیں ہے۔ یہ نماز اُنکی پوری زندگی اور اُسکے رسم و رواج پر اثر انداز کیوں ہو رہی ہے۔** نماز اور اُسے پڑھنے پڑھانے والوں کو کیوں لگام نہیں دی جاتی کہ وہ اپنا دائرہ کار اور حلقہ اثر مسجد تک محدود رکھیں اور اپنی سرگرمیاں ایوانِ حکومت و تجارت تک نہ لے کر آئیں۔ یہ عجیب نماز ہوئی جو روزی کمانے کے طریقوں کو متاثر کرے۔ آخر نماز کا اس بات سے کیا واسطہ کہ ہم اپنے مال کس طرح سے خرچ کریں یا نہ کریں۔ مال و املاک ہماری ذاتی ملکیت ہیں، کیا انھیں تصرف میں لانے سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول سے پوچھنا پڑے گا کہ کس طرح سے تصرف میں لائیں۔

بیشک قیامِ صلوٰۃ سے مراد 'نماز قائم کرو' یعنی نماز پابندی کے ساتھ پڑھ کر خدا کی پرستش کرو، جسکا آج کی ادا کردہ نمازوں کے مطابق "معاشی امور" سے بظاہر کوئی واسطہ دکھائی نہیں دیتا۔ البتہ صلوٰۃ کا لفظ قرآن میں معنوی اعتبار سے بڑا وسیع اور جامع مفہوم کے طور پر آیا ہے، جس میں نماز کے علاوہ ایک مومن، زندگی کے جس گوشے میں بھی قوانینِ خداوندی کے مطابق اپنے فرائض منصبی ادا کرتا ہے، وہ یہ فریضہ ادا کر رہا ہوتا ہے جس کیلئے وقت، مقام یا شکل کا تعین ضروری نہیں اور جو مسلمان اس نکتہ کو سمجھتے ہیں وہ یقیناً اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کے حاملین، آخرت پر ایمان رکھتے ہیں (98/5)۔ یعنی صلوٰۃِ مؤقت (62/9-11,5/6+58,4/43+101-103,2/239) کے پلیٹ فارم پر اقامتِ صلوٰۃ کی اصطلاح کے وسیع و جامع مفہوم سے ایسا معاشرتی نظام عمل میں لاکر قوانینِ خداوندی کا اتباع کرنا ہے کہ عبادات اور روزے وہی نتائج دیں جنکے متمنی ہیں۔ ایسے میں نماز یقیناً برائیوں سے روک سکتی ہے (29/45)۔ **قیامِ صلوٰۃ کی قرآنی اصطلاح کے مطابق ایسی سماجی فضا پیدا کی جائیگی جس سے اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، تمام افراد قوانینِ خداوندی کے تابع نظامِ ربوبیت کا اتباع کریں گے** جس میں مؤقت نمازوں کے اجتماعات بھی مومن کی ساری زندگی پر محیط، اقامتِ صلوٰۃ کے نظام کا ایک حصہ ہونگے، جس کی بناء پر قرآن میں بار بار، قیامِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کا ذکر ایک ساتھ آیا ہے۔ **مگر بدقسمتی سے 'کرنے' کا عمل (صرف) 'پڑھنے' میں بدل گیا** اور یوں قیامِ صلوٰۃ سے صرف نماز پڑھنا رہ گیا ہے۔ ایک غیر مسلم کا کہنا ہے کہ **قرآن عمل کی کتاب تھی دُعا کی کتاب بنا دیا، سمجھنے کی کتاب تھی پڑھنے کی کتاب بنا دیا، زندوں کا دستور تھا مردوں کا منشور بنا دیا۔ مردہ قوموں کو زندہ کرنے کی کتاب تھی مُردوں کو بخشوانے کی کتاب بنا دیا،** اے مسلمانو! تمہیں یہ کیا ہوگیا ہے۔ **بلاشبہ توبہ کچھ پڑھ کر خدا سے بخشش مانگنے کی بجائے**

تلافیٔ مافات کیلئے عملاً کچھ کرنے کا نام ہے اور دُعا کا رشتہ خالصۃً انسانی جذبات سے ہے اور قرآن کریم کی تلقین وتاکید یہ ہے کہ تم، تمام مسائلِ حیات کے متعلق فکر وتدبّر سے کام لو اور ان پر علم و بصیرت کی رو سے غور کرو۔ فکر و جذبات کا یہی تصادم ہر عبادت اور پرستش میں پایا جاتا ہے جو در حقیقت دُعا ہی کی تمہید ہوتی ہے۔ جتنا زیادہ یہ محویت پسند عمل پُر خلوص اور پُر سوز ہوتا ہے، اتنا ہی زیادہ اس میں فکر وتدبّر کی آلائش کا مفقود ہونا یقینی ہو جاتا ہے، جو قبولیت کے نزدیک ترین مانا جاتا ہے، مگر قرآن کریم کے بار بار غور وفکر کرنے کی تائید وتاکید کے منافی ہے (2/219-220)۔

اسی طرح ایتائے زکوٰۃ کا مروجہ مفہوم دوسروں کی نشوونما، بالیدگی، بڑھنے، پھلنے، پھولنے اور ترقی (24/55,22/41,23/4) کی بجائے انفرادی خیرات رہ گیا ہے، جو تصورِ قرآنی کے منافی ہے، جس میں سرمایہ دار بلا کسی روک ٹوک، دولت کے انبار لگاتا رہتا ہے اور سال کے بعد اڑھائی فیصد خیرات دے کر اپنے آپ کو بری الزمہ قرار دے لیتا ہے۔ ایسے لوگ دراصل رزق کے ان سرچشموں پر بند لگا کر بیٹھ جاتے ہیں جنہیں بہتے پانی کی طرح رواں دواں رہنا چاہیے۔ کیونکہ غیر قرآنی نظام میں وسائل اور استعداد سے محروم طبقات کی پرورش کیلئے امیروں کی خیرات سے انسانی ذات کی ذلت ورسوائی ہوتی ہے۔ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا باہمی رشتہ ایسا استوار ہے کہ جو لوگ دولت کو ربوبیتِ عامہ کیلئے کھلا رکھتے ہوئے دل میں کبیدگی محسوس کرتے ہیں، اُنکی نمازیں بھی بانجھ ہوتی ہیں (9/54)۔ یعنی جو صلوٰۃ، ربوبیتِ عامہ کی مانع ہو جائے، وہ صلوٰۃ کیا ہوگی۔ صلوٰۃ کو بالکل ترک کر دینے سے اس کا احساس تو ہوگا کہ ہمارے معاشرے کی تباہی قیامِ صلوٰۃ کے فقدان کی وجہ سے ہے۔ لیکن صلوٰۃ کو "رسمِ نماز" میں بدلنے سے جھوٹا اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ ہم صلوٰۃ کے پابند ہیں اور معاشرہ کی خرابی کا باعث کچھ اور ہے۔ جبکہ ایسے نمازیوں کیلئے تباہی ہے جو غفلت و ریاکاری سے کام لیتے اور یتیموں کو دھکے دیتے ہیں محتاجوں کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں نکالتے اور ضرورتمندوں کو اشیائے ضروریات دینے سے گریزاں ہوتے ہیں (107/2-7)۔ صد حیف کہ سمٹ سمٹا کر ایمان چند الفاظ کو ایک خاص طریق سے دہرا لینے اور اعمال چند رسوم کی میکانکی انداز میں ادائیگی کا نام رہ گیا ہے۔ مگر کیا لوگ یہ گمان کیے بیٹھے ہیں کہ وہ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں اس لئے چھوڑ دیئے جائیں گے اور اُن پر کوئی آزمائش نہیں ڈالی جائیگی (29/2)۔ نہیں ہرگز نہیں! کیونکہ "تمہاری آرزوؤں اور اہلِ کتاب کی تمناؤں کے مطابق نہیں، بلکہ جو بھی بُرا کام کرے گا اس کی سزا پائیگا" (4/123)۔ یاد رکھو! غلط کاموں کے تخریبی نتائج کی تلافی اچھے کام کرنے سے ہوتی ہے (11/114) اور پھر ایسے میں ان کی ناہمواریاں، ہمواریوں میں بدل جاتی ہیں (25/70) جو باطل کے غلط وفسادی راستے چھوڑ کر صحیح راستوں پر چل پڑتے ہیں، کامیابیاں اُن کے قدم چومتی ہیں (28/67,27/11)۔ گویا غیر قرآنی اقدار کا حامل معاشرہ جہنم ہے جہاں خوشحال لوگوں کی سرکشی پر بدحال ونیک لوگوں کی حدِ کفر تک خاموشی ایک ناقابل معافی جرم بن چکا ہے اور شر اور بُرائی حد درجہ بڑھنے سے بُروں سمیت نیک بھی ہلاک کیے جا رہے ہیں۔ بیشک جس قوم یا فرد میں غیرت کی جتنی کمی ہوتی ہے اُسکا خون اتنا ہی ارزاں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اُنکی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں (الرعد)۔

اسلامی زندگی چونکہ عملی ومشترک زندگی ہوتی ہے جس کے تحت دُنیاوی جنت اسلامی مملکت میں انسانی زندگی کو بلندیوں کی طرف لے جانے والے مومنین کے متشکل معاشرہ کا نام ہے جس کا تسلسل آخرت کی جنت ہے۔ یعنی یہاں کے مادی پیکروں کی جنت، آخروی روحانی جنت ہی کا عکس ہوگی جس میں صلاحیتوں کے اعتبار سے اختلافِ مدارج تو ہوگا، لیکن آسائشوں کے لحاظ سے طبقات کی تقسیم نہیں ہوگی۔ جہاں ہر ایک کو تمام نعمتیں یکساں طور پر ملیں گی، نہ کہ بعض کیلئے تو آسائشیں میسّر ہوں اور باقی لوگ بھوکے مریں۔ مگر کھوئی ہوئی جنت کو دوبارہ حاصل کرنے کیلئے انسان کو عملِ پیہم اور جہادِ مسلسل کے تحت خدا کی عطا کردہ مستقل اقدار کی روشنی میں دُنیاوی سماج کو اس طرح متشکل کرنا ہے کہ پوری نوعِ انسانی ایک عالمگیر برادری بن جائے جس میں اخوت واشتراک کی زندگی ہو۔ جہاں طبعی ضروریات پوری ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی ذات کی بھی نشوونما ہو۔ آدمؑ کو دی گئی جنت فطرت کی بخشائش کا نتیجہ تھی جہاں سے وہ لغزش سرزد ہونے پر نکال دیئے گئے، جبکہ ابن آدم کی جنت اس کے خونِ جگر کے عوض حسنِ عمل کے تسلسل کا ارتقائی نتیجہ ہوگی، جہاں سے اُسے (بخشش کے طور پر ملی ہوئی جنت کی طرح) کوئی نہیں نکال سکتا (15/48)۔ صحیح صحیح اعتدال اور توازن پر مبنی وہ جنت جو ارض وسما میں پھیلی ہوئی ہے (57/21,3/132) جو انسان کے اپنے اعمال کا فطری نتیجہ ہوتی ہے (43/72,7/43) وہ اعمال کے بدلے لینے کی بجائے کچھ کیے بغیر خیرات کے طور پر لینا ایسے ہی ہے کہ گداگروں کی قوم بہشت بھی فی سبیل اللہ لینا چاہتی ہے۔ حالانکہ ایمان وعملِ صالح کے نتیجہ میں متشکل شدہ جنت تو وہی ہوگی، لیکن ہر دور میں سامانِ رزق بالکل وہی نہیں ہوگا، بلکہ ملتا جلتا سا ہوگا (2/25) اور یہ جنت ارتقائی سفر کا آخری مقام نہیں ہے، بلکہ وہ ان منازل میں سے ایک منزل ہے جہاں سے سفرِ حیات میں آگے بڑھنا ہے۔ یعنی جنت یا جہنم ابدیت کے حامل نہیں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جیسی ازلیت یا ابدیت کسی کو نہیں مل سکتی۔ اس لئے حیاتِ جاوداں بھی اللہ کی ابدیت جیسی نہیں ہوگی۔ بیشک جہنمی یا جنتی اپنے اپنے اعمال کے مطابق جہنم یا جنت میں "ابدی طور پر" رہیں گے۔ مگر "وہ اس میں اس وقت تک رہیں گے جب تک زمین و آسمان باقی ہیں۔ بجز اس کے جو مشیّتِ خداوندی میں ہے جس کے مطابق ارض وسمٰوٰت کا قیام ودوام ہے" (11/107,108)۔

بیشک جب نظامِ ربوبیت کے تحت اسلامی مملکت میں عبادات کا مقصد (اور ثمر) عملی صورت میں پورا ہونے سے سماجی کیفیت 'جنت' کی سی ہوگی تو یقیناً تب صیام وصلوٰۃ وزکوٰۃ میں ڈھیل یا موقوف ہو سکتا ہے، کیونکہ جنت میں روزے رکھنے، نمازیں پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ چونکہ روزہ رکھنے کے حکم کا مقصد دوسروں کی بھوک اور پیاس کا احساس دلانا ہوتا ہے اور جب روزے کے دوران کسی سے بھوک پیاس برداشت نہ ہونے کی وجہ سے زندگی کو خطرہ لاحق ہو جائے تو ایسے میں وہ روزہ توڑ کر ساٹھ (60) بھوکے پیاسے افراد کو کھانا کھلا کر کفارہ ادا کر سکتا ہے۔ بالکل ایسے ہی صلوٰۃ وزکوٰۃ میں سے عملی نماز کو اس انداز میں ادا کیا جائے کہ زکوٰۃ (جس کی پھر ضرورت نہ پڑے) کی صورت میں افرادِ معاشرہ کی معاش درست ہو جانے پر کوئی بھوکا پیاسا رہے اور نہ ہی ضرورتوں سے محروم ہو، تو ایسے میں صلوٰۃ وزکوٰۃ کا مقصد پورا ہو جاتا ہے کہ نتیجتاً مملکتِ اسلامی میں نظامِ ربوبیت کے تحت مستقلاً ہر مرد وزن کو بلا امتیاز سہولتیں میسّر ہونے پر 'دکھلاوے' کی نمازیں پڑھنے اور روزے رکھنے کی ضرورت پیش نہیں آئیگی۔ گویا عبوری بندوبست کے بعد حقیقی معنوں میں نظامِ ربوبیت (اسلام) کا نفاذ ہو جائے۔ اس طرح مملکتِ اسلامی میں قرآن کے احکامات وقوانین کا نفاذ ہی نظریۂ پاکستان کا حصول ہوگا۔ گویا وحی (قرآن) کی ہدایت کے مطابق تعینِ منزل کا نام ایمان ہے اور اُسکی طرف عملاً قدم اٹھانا اسلام اور نظریۂ پاکستان ہے اور جو اسلام

کے سوا کوئی اور دین (نظام) اختیار کرے وہ مردود ہے (3/85-84)۔ قرآن ہی ہم میں مشترک نامیاتی چیز ہے جو جامد نہیں ہوسکتا، نہ ہونے کی تلقین کرتا ہے۔ کائنات کی ہر شے دین اللہ کو اختیار کئے ہوئے ہے جسے اختیار کرنا ہی اسلام ہے۔ یعنی کائنات کی ہر شے کا دین (نظامِ زندگی) اسلام ہے۔ ہر شے قوانینِ خداوندی کی اطاعت کر رہی ہے۔

کہا یہ جاتا ہے کہ مصارفِ زکوٰۃ کی تصریح تو خود قرآن نے سورہ توبہ (60) میں کردی ہے جس میں اگرچہ زکوٰۃ کیلئے زکوٰۃ ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے مروجہ نصاب وشرح، مصارف اور مدت وغیرہ کا کہیں ذکر نہیں ہوا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ آیت نظامِ ربوبیت کے 'عبوری دور' سے متعلقہ اور وضاحت طلب ہے۔ عمومی نصاب میں چاندی 52.5 تولہ، سونا 7.5 تولہ، اونٹ پانچ عدد رأس، گائے تیس عدد رأس، بکریاں چالیس عدد رأس وغیرہ کے موازنہ کے تحت فرض کریں کہ چاندی کا بھاؤ پانچ روپے تولہ اور سونا چھ سو روپے تولہ ہے جس کے مطابق تقریباً اڑھائی سو روپے مالیتی چاندی کے حامل شخص پر (5 روپے x 52.5 نصاب) زکوٰۃ واجب ہوگی۔ لیکن 7.5 کی بجائے 7 تولہ (یا اس سے کم) کی قیمت کے برابر ہزاروں روپے مالیتی سونے (600 روپے x 7 نصاب) کے زیورات کا حامل زکوٰۃ سے کیونکر مستثنیٰ ہوگا؟ اسی طرح 30 کی بجائے ہزاروں/ لاکھوں روپے مالیتی 29 (یا کم) گائے زکوٰۃ سے مستثنیٰ کیوں ہونگی۔ گویا کم مالیت چاندی والا نسبتاً غریب تو زکوٰۃ دے مگر سونے اور دیگر قیمتی مال و جواہرات والا امیر کیونکر مستثنیٰ قرار پائے؟۔ یقیناً یہ قرآن کی منشاء نہیں ہوسکتی۔ زکوٰۃ کے معنی بالیدگی، بڑھنا، پھلنا، پھولنا اور نشوونما کے ہیں۔ یعنی اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کے معنی نشوونما دینے، کسی کے بڑھنے، پھلنے پھولنے کا انتظام یا سامان مہیا کرنے کے ہیں (22/40+41)۔ فرمایا "زمین میں کوئی ذی حیات ایسا نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ پر نہ ہو" (11/6)۔ "ہم اُنکے اور اُنکی اولاد کے رزق (سامانِ زیست) کے (بھی) ذمہ دار ہیں (6/151)۔ اس نسبت خدا کی یہ ذمہ داریاں پورا کرنے کیلئے مومنین کی جماعت اسلامی نظام متشکل کرکے پورا کرتی ہے، نا کہ خدا آسمانوں سے اُتر کر آتا ہے۔ فرمایا تم اللہ کے مددگار بن جاؤ (61/14) جو خدا کی مدد کرتا ہے، خدا اُس کی مدد کرتا ہے۔ اے جماعتِ مومنین! اگر تم خدا کی مدد کروگے تو خدا تمہاری مدد کرے گا (47/7)۔ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو قرضِ حسنہ دیا ہے انہیں کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا۔ کون ہے وہ جو اللہ کو اچھا قرض دے؟ تا کہ اللہ اُسے اُس کیلئے کئی گنا بڑھا دے (57/11,18)۔ یہاں مدد کرنے کی سبقت یا پہل انسانوں کی طرف سے توقع کی گئی ہے۔ یعنی جو جماعت خدا کی مدد کرے گی، خدا اُس کی مدد کرے گا۔ بیشک خدا کسی کی مدد کا محتاج نہیں اور خدا کی مدد کرنے سے مراد ہے کہ اس کے پروگرام (نظامِ ربوبیت) کی حتمی تکمیل (دین کی اقامت واستحکام) کیلئے کوشش کرنا ہے، وہ تمہیں ثابت قدمی عطا کرے گا (47/7) اور خدا ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہوا کرتا ہے (8/66) اور بطور لیڈر امورِ مملکت میں مرد وزن کو برابر کا شریک ٹھہرایا گیا ہے کہ وہ مومن مرد وزن باہم رفیق اور دوست ہیں جو بالمعروف اور نہی المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہیں (3/100-5+110)۔ نظامِ صلوٰۃ قائم کرتے اور (عبوری دور میں) ادائیگیٔ زکوٰۃ کا اہتمام کرتے ہیں (9/71) تا کہ غیر طبقاتی معاشرہ وجود میں آجائے۔ اس کیلئے اسلامی حکومت لوگوں کی بے مصرف کمائی سے ضروریات کے لحاظ سے (زکوٰۃ کی) شرح کا تعین کرسکتی ہے۔ حکومت سامانِ نشوونما (زکوٰۃ) کیلئے متذکرہ سورہ توبہ کی آیت 60 کی روشنی میں الگ سے عطیات وصدقات دینے کی (بھی) اپیل کرسکتی ہے، بلکہ فطری آفات، سیلاب، زلزلہ، وبا، جنگ یا جہاد جیسی ہنگامی صورتحال میں اسلامی سلطنت کے اندر نہ صرف محنت بلکہ اصل کو بھی جبری طور پر حاصل کرنے کا حکومتی حق حاصل ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی ملکی دفاع کیلئے جہاد کی خاطر جان کا نذرانہ بھی طلب کرسکتی ہے اور ایسے مصارف موجودہ نسلوں کو ہی برداشت کرنے پڑتے ہیں جنکا بار، ورثہ کے طور پر آئندہ نسلوں پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔ ہر بالغ مرد وزن کو ڈرائیونگ سکھانے سمیت مخصوص عرصہ کیلئے لازمی عسکری تربیت دے کر جہادی روح تازہ کی جائیگی، مگر جہاد جس کے لفظی معنی اگرانتہائی کوشش کرنے اور کسی علمی، ادبی، معاشرتی، معاشی بنیادوں پر جدید (جنگی) سازوسامان تیار کرنے کے عملی کام کو اُسکے درجہ کمال تک پہنچانے کے ہیں تو محض جنگی حکمت عملی کو پروان چڑھانے کی بجائے علم وہنر پر مبنی جدید ٹیکنالوجی کے حصول جیسے نظرانداز پہلوؤں پر محنت کرکے اِنکی معراج سے ازخود جہاد کا مقصد پُرامن طریقے سے پورا ہوجائیگا جس کی مثالیں ترقی یافتہ ممالک کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔

اسلامی مملکت میں ایسا نظامِ خداوندی ہی نوعِ انسانی (بلکہ تمام ذی حیات) کی نشوونما کا سامان باہم پہنچانے اور ربوبیتِ عالمینی ورزاقیت کی ذمہ داری پوری کرسکے گا جو رحمٰن ورحیم نے اپنے اوپر لے رکھی ہے (11/6)۔ کیونکہ تمام انسان ایک عالمگیر برادری (کنبہ) کے افراد یعنی اُمتِ واحدہ ہیں (2/213)۔ ایسے میں غیر مسلم وعیسائی کو سامانِ زیست مہیا کیوں نہ کیا جائیگا۔ خصوصاً جب دریائے فرات پر کتا بھی بھوکا نہ رہنے کی تلقین کی گئی ہو جو کسی بھی انسان سے بالاتر کیونکر ہوسکتا ہے۔ قرآنی معاشرہ تمام افراد کی خوراک، لباس، رہائش اور تعلیم وتربیت جیسی جملہ ضروریاتِ زندگی کا انتظام کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے، تا کہ کوئی فرد بھوکا، ننگا یا بے گھر نہ رہے اور انسانی صلاحیتوں کی نشوونما سے فرد کی ذات کی تکمیل ہوسکے۔ کیونکہ جسم کی نشوونما ہر اس چیز سے ہوتی ہے جسے وہ اپنے تصرف میں لاتا ہے، لیکن اس کی ذات کی نشوونما اس سے ہوتی ہے جسے وہ دوسروں کی نشوونما کیلئے دیتا ہے۔ گویا اس طرح ذہنی وقلبی صلاحیتوں میں بالیدگی سے ایسی ذات کا تزکیۂ نفس ہوجاتا ہے اور جو لوگ انسانوں کو سامانِ نشوونما باہم نہیں پہنچاتے وہ درحقیقت آخرت کے منکر ہیں (41/8-7)۔ یہ مقصد اسی صورت میں پورا ہوسکتا ہے جب بنیادی رزق کے ذرائع اور وسائل کے ارضی سرچشمے ذاتی ملکیت کی بجائے کسی (ایسے) نظام کے تحت ریاستی تحویل اور نگہداشت میں ہونگے (45/27) جو بلا امتیازت معاشرے کے تمام افراد کے رزق کی اتنی بڑی ذمہ داری اپنے اوپر لے، جس میں محنت کے قابل ہر مرد وزن اپنی استعداد کے مطابق محنت کرنے کا قانوناً مکلّف ہوگا (53/39) جو اپنے محنتانہ سے اپنی اور دوسروں کی ضروریات پوری کریگا، نا کہ کچھ لوگ محنت کرتے ہلکان ہوجائیں اور باقی اُنکی کمائی پر عیش اڑائیں۔

لہذا مومن وہ ہے جو خوشی ورضامندی کے ساتھ اپنی ضروریات سے زائد فاضلہ دولت برضا ورغبت نظام (ربوبیت) کے حوالے کرکے نوعِ انسانی کی پرورش کیلئے دوسروں کو دیتا ہے (2/219)۔ حتیٰ کہ دوسروں کی ضرورت کو اپنی پر ترجیح دیتا ہے (59/9)۔ اور دوسروں کی کمی پوری کرکے عدل واحسان اور صلہ رحمی کرتا ہے (16/90)۔ ایسے لوگ اپنے ایمانی تقاضا کے تحت معاوضہ تو ایک طرف شکریہ وستائش تک کے بھی متمنی نہیں ہوتے ہیں (76/9)۔ اور ایسا وہ عمر بھر کرتے چلے جاتے ہیں (3/101)۔ مومنین کا یہ اقرار ہے کہ دُنیا میں نظامِ عدل واحسان کے قیام اور استحکامِ انسانیت کی خاطر اُنکا مال اور اُنکی جان، نظامِ خداوندی کے سپرد ہیں، جس کے عوض اُنہیں جنت عطا کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے (9/111)۔ ایسے میں ہر انسان اپنی کمائی یا مال ودولت کا

مالک ہونے کی بجائے صرف امینِ مستفید ہوگا جو اپنی مرضی سے خرچ یا جمع کرنے کا مجاز نہیں ہوتا، بلکہ اللہ کے احکام اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہی ایسا کرسکتا ہے۔ یہی انسانی ذات کی نشوونما اور معاشرتی توازن قائم رکھنے کا احسن طریقہ ہے (5/32)۔ ضرورت سے زائد مال و دولت کا اللہ کی راہ میں (مستحقین کیلئے) خرچ کرنا لازمی ہے۔ العفو کے فالتو مال و دولت پر حامل ہذا کا کوئی حق نہیں (مشکوٰۃ) اور جو لوگ بخوشی اللہ کے اس حکم پر عمل نہ کریں تو اسلامی حکومت حکماً لوگوں کے جمع شدہ فالتو مال کو قبضہ میں لے کر اپنی ہنگامی ضروریات پوری کرے۔ کیونکہ وہ ہی نظام اچھا اور زندہ رہتا ہے جو نوعِ انسانی کیلئے نفع بخش ہو (3/138,13/17)۔ اور حق کے تعمیری کلچر کی حامل قوم ہی باطل کے تخریبی کلچر کی نمائندہ قوم پر ہمیشہ غالب رہتی ہے (21/18)۔ چنانچہ ہر حق ایک ذمہ داری کی سرانجام دہی سے ثبت ہوگا اور ایسی معاشرتی کیفیت دُنیا میں جنت کا نعم البدل ہوگی جس میں نجی ملکیت بے معنی ہو جانے سے سرمایہ داری نظام جڑ سے کٹ جائیگا جو بددیانتی، چور بازاری، نفع خوری، سمگلنگ، دھوکہ وفریب اور جھوٹ کو فروغ دیتا ہے۔ لہذا اصلوٰۃ وزکوٰۃ کے تحت ایسا اقتصادی نظام رائج ہوگا جس میں ارتکازِ زر کی نفی اور سرمایہ کی گردش ہوگی۔ کیونکہ معاشرہ ایک جسم، جبکہ سرمایہ (دولت) کی حیثیت خون جیسی ہے اور ایک جسم کی تندرستی وصحت اور نشوونما کیلئے لازم ہے کہ خون گردش کرتا ہوا جسم کے نازک ترین حصوں میں بھی پہنچتا رہے۔

قرآن کا وضع کردہ نظامِ ربوبیت اپنی مکمل شکل میں قائم ہونے سے قبل غیر شعوری طور پر عبوری دور کے متعلق (بھی) احکامات وضوابط دے کر معاشرہ کو بتدریج آخری منزل تک پہنچاتا ہے۔ یعنی صدقات وخیرات کی ترغیب، بخل وحرص کی مذمت، ربٰو کی ممانعت، ناپ تول میں کمی اور سونے چاندی کو جمع کرنے اور زراندوزی کی مخالفت، وراثت کے احکامات، سب عبوری دور سے متعلقہ ہیں۔ قرآن کے ایسے احکامات و ضوابط اپنی اپنی جگہ مستقل راہنمائی کا کام دیتے ہیں۔ لیکن جب نظامِ ربوبیت اپنی مکمل شکل میں قائم ہوتا ہے تو اس میں چونکہ ضروریات بلاامتیاز ہر ایک کی پوری ہو جاتی ہیں اور فاضلہ دولت کسی کے پاس رہنے کی بجائے نظام کے پاس رہنے کے سبب معاشرہ کیلئے عبوری دور سے متعلقہ احکام کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جس طرح پانی مل جانے سے تیمّم کے قرآنی حکم کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح قرآن بتدریج اس نظام کو ان افراد کی جماعت کے ہاتھوں قائم کروا دیتا ہے جو صحیح تعلیم وتربیت سے چلانے کی صلاحیتیں اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں۔ جو لوگ قرآن کے نظامِ ربوبیت کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں، اُن کیلئے ضروری ہے کہ وہ کم از کم حاکمِ وقت کو اتنا تو مجبور کردیں کہ وہ 'نظامِ ربوبیت کے نفاذ کا سوال 'ہاں یا ناں'' کی صورت میں قوم کے سامنے رکھ کر آئین کی دفعہ 48 کی شق 6 کے تحت استصواب رائے کرانے میں ہر ممکن کوشش کریں۔

چونکہ ہم انفرادی واجتماعی طور پر آئین پاکستان کے آرٹیکل 62(d) کے تحت اسلامی احکامات سے انحراف اور عموماً بُری شہرت کے ساتھ 62(e) کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں 62(f) پر پورا اُترنے کے قابل نہیں رہے۔ ملکی سطح پر ہنوز آئین کے آرٹیکل 31 کے تحت اسلامی طرزِ زندگی پوری طرح اپنانے میں ناکام رہنے کی وجہ سے آرٹیکل 227 کے تحت قرآن وسنّت سے متعلق احکام پر مبنی اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے آئین کے یوم آغاز کے نوے دن کے اندر اسلامک آئیڈیالوجی کونسل کی تشکیل اور آرٹیکل 229 اور 230 میں اسلامی احکام کے منافی صورتحال پر مشاورت کے ساتھ موزوں شکل میں اس کی تدوین نہ کرکے سودی نظام کو جاری رکھے ہوئے ہیں جو یقیناً اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ساتھ کھلی جنگ ہے جو بادی النظر میں آئین کے آرٹیکل چھ (06) کی خلاف ورزی کی صورت میں سنگین غداری ہے، کیونکہ دفعہ ہذا کی رو کے منافی کوئی کسی بھی طریقہ سے اِسے تنسیخ، تبدیل (زیروزبر)، معطل، التواء میں نہ رکھنے کا مکلّف ٹھہرایا گیا ہے۔ جبکہ آرٹیکل 203-A کی روشنی میں شریعت کورٹ کے متعلقہ باب کے احکام، دستور میں شامل کسی دیگر امر کے باوجود آئین کے دوسرے احکام پر غالب رہیں گے اور ایسی اتھارٹی 203-D کے تحت اس نسبت قانونی سازی کروانے میں مؤثر کردار ادا کرسکتی تھی جو تا حال مصلحت کا شکار نظر آرہی ہے۔ جبکہ قانون سازی ہونے تک صدرِ مملکت آرٹیکل 267 کے تحت آرڈی نینس نافذ کرکے اس نسبت مشکلات کا ازالہ کرسکتے ہیں اور شیڈول-III کے تحت اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کیلئے کوشاں رہنے میں نہ صرف صدر کے حلف میں یہ شامل ہے، بلکہ وزیراعظم و وزیراعلیٰ، وفاقی وصوبائی وزراء، سپیکر/ڈپٹی سپیکر، چیئرمین/ڈپٹی چیئرمین سینٹ، قومی وصوبائی اسمبلیوں اور سینٹ کے اراکین، گورنرز، عدلیہ ومسلح افواج اور جملہ ادارہ جاتی مشینری کے حلف میں بھی شامل ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور 1973ء کی تمہید میں بھی اسلامی حدود کو مقدس امانت کہہ کر اس میں خیانت نہ کرنے کا اقرار کیا گیا ہے اور بانیان پاکستان کے حلف سے وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے پاکستانی عوام کی خواہشات کے مطابق حقیقی جمہوری ریاست کے اندر عوام کی زندگیوں میں قرآن وسنّت پر مبنی اسلامی تعلیمات لاگو کرنا ہے۔ اگر اسلامی نظام کا نفاذ مسلمانوں کا بنیادی حق ہے تو اس نسبت آرٹیکل 184(3) کے تحت سپریم کورٹ (عدالتِ عظمیٰ) عوامی اہمیت کا کوئی سوال درپیش آنے پر استقراری نوعیت کا حکم صادر کرسکتی ہے۔ جبکہ صدر پاکستان آرٹیکل 186 کے تحت عوامی اہمیت کے حامل ایسے کسی قانونی مسئلہ کے بارے میں عدالتِ عظمیٰ سے اس نسبت مثبت پیشرفت کیلئے رائے طلب کرسکتے ہیں۔ کیونکہ مناسب چارہ جوئی کا انتظام نہ ہونے پر آرٹیکل 199 کے تحت عدلیہ سے مدد ومعاونت حاصل کی جاسکتی ہے اور کامیابی پر آئینِ پاکستان اس نظام کا مظہر ہوگا اور مملکتِ پاکستان، نظامِ ربوبیت کی تکمیل کیلئے تمام افرادِ معاشرہ کو حکمِ خداوندی کے تحت اس بات کی ضمانت دے گا کہ ''ہم تمہارے اور تمہاری اولاد کے رزق کے ہی نہیں (6/151) بلکہ (اولاً کم از کم ریاست میں موجود) پوری نوعِ انسانی کے رزق کے بھی ذمہ دار ہیں (11/6)۔ نظامِ ربوبیت کی یہ ذمہ داری اسلامی مملکت کے ذریعہ پوری ہوتی ہے جس کے تحت حکمران اتنا باخبر ہوتا ہے کہ دجلہ کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا نہیں رہ سکتا اور جو حکمران اپنی مملکت کے ہر فرد کے حالات سے باخبر رہنے کا انتظام نہیں کرسکتا اُسے حکمرانی کا کوئی حق نہیں۔ اس پہلو کو مدِنظر رکھتے ہوئے حضرت عمرؓ نے قحط کے زمانہ میں بھوک مٹانے کی حد تک غلّہ چرانے کی سزا بھی موقوف کردی تھی۔ گویا کسی بھی انسانیت سوز ظلم وزیادتی کے خلاف مدافعت (اور اصلاح) اسلامی مملکت کے فرائض میں شامل ہے (4/75)۔

5- اسلام اور بینکاری نظام

جان لینا چاہیے کہ تقویٰ کی صورت میں حلال شے کو ترک، جبکہ مجبوری کی حالت میں مشکوک معاملات کو بھی قبول کرنا پڑتا ہے۔ تاہم یہ دعویٰ کوئی بھی شخص نہیں کرسکتا کہ اس نے تمام معاملاتِ زندگی کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں ادا کرنے کا حق صد فیصد ادا کردیا ہے۔ لہذا ہمیں ہر حال میں اللہ سے معافی مانگتے رہنا چاہیے۔ اسی میں ہماری فلاح اور نجات ہے۔ مرورِ زمانہ کے چلن کے مطابق بینکاری نظام شراکتی کاروبار کی ایک انتہائی منظّم، مستحسن اور مؤثر صورت خیال کی جاتی ہے۔ کیونکہ آج حکومت کے محاصل میں انکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس، گاڑیوں کی رجسٹریشن فیس، زرعی لگان، مالیہ، کورٹ فیس، ڈاک ٹکٹیں، سرکاری جرمانے، جائیدادوں کے انتقال ورجسٹری کی فیس، کسٹم ڈیوٹی، زکوٰۃ، تجارتی منافع، امداد، بجلی وگیس پر مشتمل قسم قسم کے ٹیکسز وصولی کے ذریعے ملازمین کی ادا کردہ تنخواہیں، پنشن، تعمیروترقی کے اخراجات، اندرونی وبیرونی تجارت، حج وعمرہ کے مراحل، سب مروجہ بینکوں کے ذریعے ہی طے پاتے ہیں۔ گویا یہ کہنا غلط ہوگا کہ بینک محض سودی کاروبار کے مراکز ہیں۔

کیونکہ اسلام کے ابتدائی دور میں ریاست کی مالی ذمہ داریاں محدود اور اخراجات کم تھے جنہیں پورا کرنے کیلئے عشر، زکوٰۃ، جزیہ اور مالِ غنیمت پر انحصار کیا جاتا تھا۔ جبکہ آج جزیہ اور مالِ غنیمت نام کی کوئی مالیاتی شکل باقی نہیں رہی، جن کی جگہ مالیہ اور زرعی لگان جیسے ٹیکسز نے لے لی ہے۔ پہلے ملازمتیں وکاروبار محدود اور سادہ نوعیت کے ہوتے تھے، اب جبکہ بیشمار اور پیچیدہ ہو چکے ہیں، جن کی نسبت تنخواہ اور ٹیکسز وجود میں آ چکے ہیں۔ **دینِ اسلام، فطرتِ انسانی سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے۔** مسجدِ نبوی کی چھت اگر کھجور کی چھال کی بجائے سنگِ مرمر، اذان کیلئے لاؤڈ سپیکر، روشنی کیلئے مٹی کے دیئے کی جگہ بجلی کے قمقمے منور ہو سکتے ہیں۔ بیکار خیال کیے جانے والے انسانی وحیوانی فضلے سے زرعی زمینوں کو زرخیز بنایا جاسکتا ہے، سؤر اور ریچھ جیسے حرام جانوروں اور نشہ آور اشیاء کے اجزاء سے زندگی بچانے والی ادویات بنائی جاسکتی ہیں، کلوننگ کے ذریعہ بغیر نرمادہ ملاپ کے افزائشِ نسل ہوسکتی ہے، اونٹوں اور گدھوں کی بجائے تیز ترین جہازوں پر سفر کیا جاسکتا ہے۔ چھوٹی سی کمپیوٹر چپ میں لاکھوں قرآن سموئے جاسکتے ہیں اور انٹرنیٹ پر جہاں غلیظ مواد دیکھا جاسکتا ہے، وہاں قرآنی تعلیم بھی عام ہوسکتی ہے۔ آن لائن اپریشن کیے جاسکتے ہیں، دیارِ غیر سے بینکوں کے ذریعے ملک میں رقوم کی فوری ترسیل سے ملکی معیشت کو سہارا دے کر مضبوط کیا جاسکتا ہے، توحصص کی بنیاد پر سود اور منافع میں تفریق کر کے لوگوں کے گھروں میں بیکار پڑے لاکھوں کروڑوں روپے ارتکازِ زر کی شکل اختیار کرنے سے بچ سکیں گے، جن سے وہ خود فائدہ اٹھاتے ہیں اور نہ ہی کسی بینک کے ذریعے ملکی معیشت کیلئے فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔ **اسلام ارتکازِ زر کی نفی اور باہمی تعاون کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔**

بینک سے مقصود ایک (جائے) خزانہ ہے جس میں بہت سے لوگوں کی رقوم بطور امانتیں جمع ہوسکتیں ہیں، جو اصل حالت میں محفوظ رکھے جانے سے مشروط امانتِ خالصہ کے طور پر انکی حفاظت اور انتظام کا خرچ امانت رکھوانے والوں سے وصول کرنا متصور ہے۔ جبکہ معینہ مدّت کیلئے حوالے کی گئیں امانتوں کو بینک مختلف تجارتی صیغوں میں خود لگانے یا اُنہیں دوسری تجارت گاہوں میں بطور مضاربت دے کر منافع کو مالکانِ رقوم اور کام کرنے والوں میں ایک، دو، تین یا چار فیصدی جیسے عددِ معین کی بجائے ایک تہائی، چوتھائی، پانچویں یا چھٹے غیر تعین شدہ حصہ مُشاع کی تقسیم کرنے کا فرض ادا کرے، جسکا اطلاق کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ ہر مقدار پر کیا جائے۔ قرض یا رہن کی صورت میں اِن رقوم کے کسی بھی حصے کے تصرف کا اختیار دینے کے ساتھ بینک میں رکھی جانے والی بااجازت امانتوں میں مطالبہ کے وقت بلا زیادتی وکمی انکا بدل لیا اور دیا جاتا ہے۔ **بینکوں کی حیثیت قرض خواہ کی بجائے حصہ دار کی ہوگی۔** یہی صحیح اسلامی سپرٹ ہے کہ مضاربت کی بنیاد پر بینک سمیت کاروبار میں روپیہ لگانے والے نفع ونقصان دونوں میں برابر کے شریک ہوں۔ اسطرح سرمایہ اور محنت باہم مل کر جو نفع حاصل کریں گے اسکی تقسیم بحصہ شمول قرارداد کی جائیگی جس کے متعلق قواعد وقوانین کُتبِ فقہ میں موجود ہیں۔ چنانچہ بینک اپنے سرمایہ کی شرح کے تناسب سے خود کے نگران نمائندے تعینات کریگا جو اپنے مالیاتی تجربے کی بنیاد پر دوسروں کی راہنمائی کے ساتھ ساتھ کاروبار کی نگرانی بھی اچھے طریقہ سے کریں گے۔ یعنی اہلِ سرمایہ افراد اپنے وسائل بروئے کار لائیں گے اور کام کرنے والے اپنی محنت شامل کریں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کاروبار میں کسی وقت نقصان بھی ہوسکتا ہے اور ایسی صورت میں مقروض شخص نقصان ہونے کی وجوہات پر مبنی حلف نامہ دیگا جو پڑتال کے بعد درست ثابت ہونے پر بینک اپنے ایسے کھاتہ دار کو خصوصی رعایت دینے کا پابند ہوگا، جس طرح تکافل میں پول فنڈ سے نقصان ہونے کا ازالہ کیا جاتا ہے۔ **بینکاری نظام کو سود سے پاک کرنے کیلئے بینک کو تکافل کی مانند جوائنٹ سٹاک کمپنی کا درجہ دے کر نفع آور کاروبار کیا جاسکتا ہے،** جس کی عملی صورت یوں ہوگی کہ دس دس ڈالر یا ہزار ہزار روپے کے ایک لاکھ حصے فروخت کر کے حصوں کی بنیاد پر کھاتہ داروں میں منافع تقسیم کیا جائے۔ یعنی تمام کھاتہ داروں کو بینک کے شراکت دار قرار دے کر تکافل کی مانند باہم منافع تقسیم کیا جانا شرعی لحاظ سے جائز اور درست ہوگا اور ایسا کرنے سے بینکاری نظام میں سود کا شائبہ بھی دور ہو جائیگا۔ اس کیلئے بینک کے مالی سال کے شروع میں سالانہ منافع کی شرح کا اعلان کرنے کی بجائے سال بھر کے نفع ونقصان کے تمام اعداد وشمار کی روشنی میں سال کے اختتام پر منافع کی شرح کا تعین کیا جائیگا۔ ہاں البتہ گھریلو اخراجات کیلئے ایک مخصوص منافع ماہانہ بنیادوں پر دیا جاسکتا ہے جو سالانہ منافع یا نقصان میں ایڈجسٹ ہوگا۔ ایسے ہی بیرونی امداد کو کاروبار میں استعمال کرنے کے عوض کاروباری منافع کی شکل میں احسان کا بدلہ چکایا جائیگا۔ جب اسلام پسینہ خشک ہونے سے قبل محنت کا معاوضہ ادا کرنے کا حکم دیتا ہے، بھیک مانگنے سے بھی منع کرتا ہے، مفت خوری کی حوصلہ شکنی کرتا ہے، رعایت لینے کو بھی پسند نہیں کرتا، تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے کسی مسلمان بھائی یا کسی ادارے کا سرمایہ اپنے ذاتی تصرف میں لائیں، منافع کمائیں اور اسکا صلہ حقدار کو ادا نہ کریں۔ جبکہ احسان کا بدلہ احسان ہے۔ کوئی ہماری مدد کرے اور ہم اس احسان کا بدلہ نہ چکائیں تو ایسا کرنا مفت خوری، بھیک مانگنے یا رعایت لینے کے مترادف ہوگا؟ لہذا جو شخص کسی دوسرے شخص یا کسی کمرشل ادارے یا بینک سے کاروبار کیلئے کچھ رقم وصول کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس قدر مفید ادارے کو قائم رکھنے کیلئے اُسے منافع نہ سہی مگر ضرورت کی بنیاد پر اسکا کچھ معاوضہ، محنتانہ، صلہ اور حق الخدمت ادا ضرور کرے۔ بصورتِ دیگر یہ طے کرنا ہوگا کہ حکومتِ وقت، بینک میں رقم جمع کروانے اور وصول کرنے یا قرض لینے والے بذریعہ ٹیکس، کمیشن، بونس یا منافع ومعاوضہ کے طور پر کچھ رقم بینک کو ادا کریں گے۔ یہاں تک کہ خلافتِ راشدہ کے دور میں محصّلین زکوٰۃ کو تنخواہ دی جاتی تھی۔ ویسے **حکمرانوں کو بھی ایک مزدور کی کمائی کے برابر بیت المال سے گزارہ الاؤنس دیا جانا چاہیے جن کا سارا وقت قوم کی ملکیت وامانت ہوتا ہے جو وہ اپنی ضروریات کیلئے صَرف نہیں کرسکتا اور ایسا کرنے سے یقیناً مزدور کی اُجرت میں بھی اضافہ ہوسکے گا۔ کیونکہ وصول کردہ ایسی رقم کی شرح سے اُسے مزدور کی مشکلات ومصائب کا بخوبی اندازہ ہوسکے گا۔** ایسی اسلامی روایات کے مطابق بینک میں کام کرنے والے ملازمین کو تنخواہ دی جاتی ہے جو لوگوں کے سرمایہ کے امین بن کر اسکی حفاظت کرنے سمیت (اُن کیلئے) کاروبار کرتے ہیں۔ یہ عام اصول کم وبیش ہر جگہ پر دکھائی دیتا ہے۔ ایک بس اسٹینڈ مالک ہر آنے جانے والی بس سے فی پھیرا وصولی کر کے اپنے اخراجات پورے کرتا ہے۔ ایسا کرنا جائز اور عین اسلام ہے۔ دُنیا کے اکثر وبیشتر مہذب ممالک چیکوں پر اسٹمپ ڈیوٹی عائد کرتے ہیں۔ چونکہ لوگ انکم ٹیکس کے دائرے میں آنے سے بچنے کیلئے پُرفریب طور پر چیکوں کی بجائے دیگر طریقوں سے ادائیگیاں کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس خرابی کو دور کرنے کیلئے ضروری ہے کہ جملہ ادائیگیاں قانوناً چیکوں کے ذریعے ہوں اور ہر چیک Bearer کی بجائے Ordered ہو، تاکہ رقم ادا کرنے والے کے ساتھ ساتھ وصولی کرنے والے کا بھی پتہ چل سکے۔ نیز ڈاکخانوں اور بینکوں میں رسیدی ٹکٹیں اور ڈرافٹ یا سفری چیکوں پر اس قدر چارجز لگا دیئے جائیں کہ انتظامی اخراجات نہ صرف پورے ہوں، بلکہ متوسط طبقہ کو بآسانی بلاسود قرضے ملنے سے کاروباری سرگرمیوں کو فروغ ملے اور بیروزگاری ختم ہو۔

'بیدار پاکستان' کے وضع کردہ ''امدادِ باہمی کوپن سکیم'' کی مانند مضاربت کو قومی سطح پر بینکوں کے ذریعہ بھی رائج کیا جاسکتا ہے جس میں ہزاروں، لاکھوں افراد شامل ہو سکتے ہیں۔ یعنی مشارکت ومضاربت کی بنیاد پر قائم بینکاری نظام کو اسلامی خطوط پر استوار کیا جاسکتا ہے۔ جس کاروبار میں ایک فریق تمام سرمایہ فراہم کرتا ہے اور دوسرا فریق محنت کر کے منافع میں شریک ہوتا ہے، اس قسم کے کاروبار کو اہل حجاز 'قراض' اور عراق والے 'مضاربت' (sleeping partnership) کہتے ہیں، جبکہ مزارعت زمین کی بٹائی یا کرایہ داری ٹھیکہ کو کہتے ہیں۔ آپؐ نے مضاربت کے اسی اصول کو اپناتے ہوئے حضرت خدیجہؓ کا تجارتی مال ملک شام لے جا کر فروخت کیا اور بہت سا منافع کمایا۔

بینک کے علاوہ ایسی مثالوں میں مکان کا پیشگی ماہوار کرایہ وسکیورٹی طے کرنا، سال کے شروع میں آندھیوں، طوفانوں اور بارشوں جیسی قدرتی آفات کے سبب زبردست نقصان کے احتمال کو مدنظر رکھے بغیر زرعی زمینوں اور باغات کا سالانہ جزواً یا کلی ٹھیکہ طے کرنا، حفظِ ماتقدم کے طور پر عورت کا پیشگی حق مہر مقرر کرنے کے علاوہ تمام قسم کے محصولات اور ٹال ٹیکس وغیرہ پیشگی طے کرنا، نیز ایئر لائنز کمپنیز کا تمام امکانی اخراجات کا تخمینہ لگا کر ہوائی جہازوں کا پہلے ہی شرح کرایہ طے کر کے مسافروں سے سفر شروع کرنے سے قبل کرایہ وصول کرنا، تمام سرکاری ملازمین کو پیشگی طے شدہ شرح تنخواہ دینا اور نئے ملازمین کو تنخواہ کے پہلے سے جاری شدہ نظام میں شامل تصور کرنا، بینکاری نظام کی تائید ہے۔ بینک اگر حکومتی ادارہ ہے جہاں سے مستحق لوگوں کو قرض حسنہ اور نا قابل واپسی امدادی رقوم ادا کرنے سمیت اسکی تمام آمدنی سرکاری خزانے میں جانے سے سکولوں، کالجوں اور ہسپتالوں جیسے فلاحی اداروں و دیگر ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کی صورتوں میں آخر کار لوگوں ہی کے کام آتی ہے تو ایسی آمدنی کیونکر ناجائز ہوگی؟ فرض کریں پاکستان میں ایک کروڑ سرکاری ملازمین ہیں جنکا اوسطاً تین سو روپے ماہوار شرح سے جی پی فنڈ کاٹا جاتا ہے جو تین ارب روپے ماہانہ، جبکہ 36 ارب روپے سالانہ اکٹھا ہوتا ہے اور ریٹائرمنٹ کی عمر تک کم وبیش تیس سال چلتے رہنے سے گیارہ کھرب روپے کی خطیر رقم کی حد تک پہنچ جاتا ہے، جسے حکومت بینک میں سنبھال کر رکھنے کی بجائے تعمیر وترقی اور تجارت میں لاکر اربوں روپے کماتی ہے، جس سے ملازمین کے جی پی فنڈ میں سالانہ منافع جمع ہوتا رہتا ہے اور ریٹائرمنٹ تک بڑھتے بڑھتے دو، چار یا پانچ نہیں، بلکہ 10 گنا سے بھی زائد ہوجاتا ہے۔

ایک خاص فلاحی سوچ کے تحت مفید کلیہ کی عمل پذیری پر باہمی استفادہ کیا ہوتا ہے؟ اور ایسے انتہائی معاملات جنکے بارے میں قرآن وسنت کا بظاہر حکم کچھ اور ہے، لیکن ہم مسلمان مخصوص حالات کے تحت انہیں کسی دیگر طریقوں سے سرانجام دے رہے ہیں اور ایسا کرنا احادیث نبوی، اجماع، قیاس یا اجتہاد کی ہمہ جہد رہنمائی میں جائز سمجھا جاسکتا ہے؟ آپؐ کا واضح اشارہ ہے کہ ایک غیر محرم مرد کسی محرم عورت کو دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی چھو سکتا ہے، مگر حج کے موقع پر مرد وزن ننگے منہ اور گھل مل کر طواف، سعی اور رمّی کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ میدانِ عرفات میں عورتیں برہنہ مردوں کے ساتھ مل کر وقوف کا اہم رکن ادا کرتی ہیں۔ اسی طرح دوران نماز مردوں کی صف میں عورتوں کو شامل ہونے کی اجازت نہیں وگرنہ نماز فاسد ہوجاتی ہے، لیکن خانہ کعبہ کے سامنے مرد وزن باہم گھل مل کر نماز ادا کرتے ہیں۔ بلکہ خانہ کعبہ میں لوگ بھیڑ کی وجہ سے ایک دوسرے کی پشت پر سجدہ کرتے ہیں، جو مجبوری کی حالت میں جائز خیال کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی شریعتِ اسلامی کا حکم ہے کہ حاجی خود اپنے ہاتھ سے قربانی کریں، مگر اب سعودی عرب کے سرکاری خزانے میں قربانی کے جانوروں کی رقم جمع کرا کر فارغ ہوجاتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اکثر حجاج کرام منیٰ میں قربانی نہیں کرتے۔ علاوہ ازیں حج کے موقع پر حاجیوں کو خود اپنے ہاتھ سے شیطانوں کو کنکریاں مارنے کا مکلّف بنایا گیا ہے، مگر اکثر حجاج کرام کسی مجبوری کی وجہ سے خود کنکریاں مارنے کی بجائے دوسروں سے مرواتے ہیں۔ نیز اسلام میں تصویر بنوانا جائز نہیں، لیکن حج کے موقع پر تمام مرد وزن عازمین حج کو تصاویر بنوانا پڑتی ہیں، بصورت دیگر انہیں حج کا خصوصی ویزا جاری نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح ناپاک پانی سے سبزیوں اور غذائی اجناس کی کاشت کی جاتی ہے۔ مروجہ جمہوریت میں ہر اچھے بُرے کا ووٹ برابر مانا جاتا ہے۔ عام حالات میں نماز باجماعت کو نامکمل صورت میں نہیں چھوڑا جاسکتا۔ لیکن محاذِ جنگ کے موقع پر خود آپؐ نے فرمایا کہ مجاہدین کا ایک گروہ نماز میں شامل ہوجائے اور ایک رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر کر واپس محاذ پر چلا جائے اور پھر دوسرا گروہ نماز میں شامل ہوجائے۔ اسی طرح اسلام میں نماز کا صحیح وقت پر اور مکمل صورت میں پڑھنے کا حکم ہے، مگر عرفات کے میدان میں ظہر اور عصر، جبکہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء ملا کر اور قصر کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ پیغمبرِ اسلام نے مدینہ سے مکہ تک پیدل کے علاوہ اونٹ پر سوار ہو کر بھی سفر طے فرمایا اور حج کیا۔ مگر اب مسلمان ہوائی جہازوں پر سوار ہو کر مکہ پہنچتے اور حج ادا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمان کو بہ نفس نفیس مکہ پہنچ کر حج ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، مگر کمزور اور بوڑھے لوگوں کیلئے حج بدل بھی کیا جاسکتا ہے۔ نیز بحری سفر کے دوران کسی حاجی کے فوت ہوجانے پر اس کی نماز جنازہ پڑھ کر اسے سمندر میں اُتار دیا جاتا ہے، جبکہ شریعت کا حکم اُسے قبر میں اُتارنے کا ہے۔ اسی طرح زمین سے چند ہزار میل کی دوری پر دن ہے نہ رات، جبکہ قطبین پر چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے، مگر پنجگانہ نمازیں وہاں بھی مکۃ المکرّمہ کے اوقات سے منطبق کر کے ادا کی جاتی ہیں۔ ایسا کرنا وہاں رہنے والے لوگوں کی مجبوری ہے۔ اس لئے ہر قسم کی مجبوری کا حل اسلامی اجتہاد میں مضمر ہے۔

6- بلاسود معیشت کے نفاذ کی عملی کوشش

سورہ بقرہ 261 کے تحت رجسٹریشن کرنے اور 280 کی روشنی میں ''جس قدر قرض دیں اُسی قدر واپس لیں، تنگدستی ہو تو مہلت دیں، ہوسکے تو معاف کردیں'' پر عمل پیرا ہو کر پی ایل ڈی 416-682، سپریم کورٹ 2000ء کے فیصلہ پر نظرثانی کرنے کی تائید کی جائیگی جس میں کم وبیش دو لاکھ سے زائد تفاسیر وکُتب میں اُبھارے گئے اس تأثر پر بحث کی گئی ہے جس میں قرآن مجید کو ناقابلِ عمل قرار دے کر نبی اکرمؐ اور قرآن یعنی ربُّ العالمین کا سود کے متعلق کوئی معتبر راہنمائی نہ دینے کا مؤقف تسلیم کیا گیا ہے کہ آیات رِبا (ربٰو) حضورؐ کی زندگی کے آخری دنوں میں نازل ہونے کے سبب آپؐ انکی بروقت عملی تشریح وتطبیق نہ کر سکے اور وفات پا گئے۔ حالانکہ محمدؐ صحابہؓ میں 80 یوم تک موجود رہے اور 81 ویں دن وصال فرمایا، جو یقیناً توہین رسالت واسلام کے تأثر کو مہمیز دینے کے مترادف ہے۔

قرآن وحدیث میں چار مختلف مقامات پر رِبا کی حُرمت آئی ہے۔ پہلی حرمت مکی سورۂ روم کی آیت 39 میں آئی۔ جبکہ دوسری سورۂ نساء کی آیت 161، تیسری سورۂ آل عمران کی آیت 130 اور چوتھی سورۂ بقرہ کی آیات 275 تا 281 کی شکل میں آئی ہے جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں ہیں۔ سورہ بقرہ 279 میں یہاں تک شدت ہے کہ **''جو لوگ سُود لیتے ہیں اُنکے خلاف اللہ**

اور اُسکے رسولؐ کی طرف سے اعلان جنگ ہے''۔ اتنے سخت الفاظ قرآن نے کسی اور جرم کیلئے استعمال نہیں کیے ہیں۔ سورہ آل عمران 130 میں فرمایا ''سود نہ کھاؤ فلاح پاؤ گے'' جس کی تائید سورہ روم 39 میں بھی کر دی گئی کہ ''سود کی بجائے اللہ کی خوشنودی کیلئے دی جانے والی زکوٰۃ لوگوں کے مال میں اضافہ کرتی ہے''۔ سورہ بقرہ کی آیت 275 میں فرمایا کہ ''پہلے جو ہو چکا سو ہو چکا، آئندہ پچھلا یا موجودہ، کوئی سود نہ لیں گے، اسکا اَجر اللہ دیگا، وگرنہ آگ میں ڈالے جائیں گے، جہاں (وہ) ہمیشہ رہیں گے''۔ حضرت عباس، حسن بصری اور ابن سیرین کے مطابق جو شخص دارالسلام میں سود کھائے اُسے توبہ پر مجبور اور باز نہ رہنے کی صورت میں قید یا قتل کر دیا جائے۔ جبکہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ سُود کے تہتر گناہوں میں سب سے ہلکا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے بدکاری کرے اور سب سے بڑا (سود کو جاری رکھ کر) مسلمان کی ہتکِ عزت کرنا ہے (مستدرک حاکم)۔ آئین پاکستان کی دفعہ 2 و227 اور امتناع رِبا آرڈیننس 1984 کی رو سے جہاں سودی نظام کے خاتمہ کی یقین دہانی کرائی گئی ہے، وہاں سود کے نفاذ کو سپورٹ کرنے والے 23 قوانین بلاسود معیشت کے راستے میں بُری طرح حائل ہیں۔ البتہ پنجاب اسمبلی سے 30 جون 2007ء اور خیبر پختونخواہ (سرحد) اسمبلی سے 10 اگست 2007ء کو ''نجی سودی قرضوں کے امتناع کا قانون'' پاس کرا لیا گیا جس کے تحت نجی سودی قرضے دینے والا تو ناقابلِ ضمانت دفعات کے ساتھ دس سال تک قید یا پانچ لاکھ روپے جرمانہ یا دونوں کیلئے مستوجب سزا ہے، لیکن اس مفہوم میں سودی کاروبار کا سبب بننے والے وہ ادارے شامل نہیں ہیں جو منظم و اجتماعی طور پر وہی قابلِ گرفت فعل سرانجام دے رہے ہیں۔ گویا چوری تو ناجائز ٹھہرے، لیکن ڈاکہ جائز قرار پائے۔ سود کی حرمت پر نہ صرف اسلام بلکہ دُنیا کے تمام مذاہب، تورات و انجیل جیسی الہامی کُتب و صُحفِ انبیاءؑ اور بیشتر قدیم حکماء یکساں طور پر متفق ہیں۔ اہل یونان اور اُنکے دانشور ارسطو و افلاطون نے بھی سود پر قرض دینے کی قطعاً ممانعت و مذمت کر رکھی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ چیریٹی کے ایک جیسے باہمی مددگار صیہونی نظام کی حامل سکینڈے نیوئن جیسی فلاحی ریاستوں میں غریب نہ ہونے کے برابر ہیں اور اِن کے وضع کردہ سرمایہ دارانہ بینکاری نظام میں یہودی اپنے ہم مذہب بھائی سے کسی قسم کا سود نہیں لیتا۔ مگر صد حیف کہ اسی نظام کے تحت مسلمان اپنے کلمہ گو بھائی سے بلا جھجک سودی لین دین کر رہا ہے۔ 'بیدار پاکستان' اور 'سکارف' جیسی سوچ کی حکومتِ پاکستان کیلئے یہ پیشکش ہے کہ جتنا اُسکا ایک سال کا مالیاتی ہدف ہے، وہ روزانہ کی بنیاد پر مذکورہ طریقۂ کار کے تحت حاصل کرے جس کے متبادل کچھ نہیں دینا پڑیگا۔ یہاں تک کہ وطنِ عزیز کے معاشی مسائل کا رضاکارانہ طور پر MBCS کی صورت میں پیش کردہ جامع و انقلابی معاشی پروگرام دینے والے محبّ وطن و مسیحا نے بیدار پاکستان کے پلیٹ فارم سے معاشی خوشحالی سالوں یا مہینوں نہیں بلکہ تیس دنوں میں لانے کا دعویٰ اور کھلا چیلنج کیا ہے، جسے غلط ثابت کرنے پر دس ملین ڈالر کا انعام دینے کا سنجیدہ اعلان یقیناً مذاق نہیں ہے۔ مگر اس کے باوجود سخت ترین شرائط پر آئی ایم ایف اور دیگر یہودی لابی کے مالیاتی اداروں سے سود در سود پر دھڑا دھڑ قرضے لے کر وطنِ عزیز کے پیدا ہونے والے بچوں سمیت مرنے والے مرد و زن کو بھی قرض کے بوجھ تلے دبانا کہاں کی دانشمندی ہے۔

7- امدادِ باہمی کوپن/کارڈ سسٹم (MBCS)

بیشک بلاسود معیشت ہر مسلمان کیلئے ایک سہانا خواب ہے، جس کی تعبیر کیلئے آفاقی نظریۂ ترغیب کے بانی ڈاکٹر نیاز احمد نے 'امدادِ باہمی کوپن اسکیم' کا ایک اچھوتا معاشی فارمولا تخلیق کرکے ''بیدار پاکستان'' (www.bedarpakistan.com) کی بنیاد رکھ کر ایٹمی طاقت کے حامل پاکستان کو اقتصادی سپر پاور بنانے کی ٹھانی ہے۔ ایک نیا معاشی نظام موجودہ و مروجہ نظامِ اقتصاد سے متصادم ہوئے بغیر مخلوط دستاویزی معیشت کی صورت میں ملک کی کایا پلٹ سکتا ہے جو بنیادی طور پر پاکستان کیلئے بنا ہے اور پوری دُنیا میں آسانی سے نافذ ہو سکتا ہے۔ کوپن سسٹم، ملکی نہیں آفاقی معاشی نظام اور بینکاری کا نیا اُفق ہے جس سے سودی نظام ختم اور نفع و نقصان کی بنیاد پر لین دین رواج پائیگا۔ عوام جب کوپن کی خریداری کیلئے بینکوں سے اپنی جمع شدہ رقوم نکلوائیں گے تو دراصل یہ تمام پیسہ انہی بینکوں میں موجود حکومتی اکاؤنٹس میں چلا جائیگا۔ یعنی رقم ایک اکاؤنٹ سے دوسرے اکاؤنٹ میں منتقل ہو جائیگی۔ بینک حسبِ سابق اپنے کاروبار سے منسلک رہیں گے۔ فرق صرف اتنا پڑیگا کہ بینک عوام کے کوپن اکاؤنٹس کھول کر نفع و نقصان کی بنیاد پر کاروبار کریں گے جو عین اسلامی ہوگا۔ اسطرح کوپن سسٹم سے حاصل ہونے والا منافع، بینکوں میں جمع رہنے والی رقوم پر سودی شرح منافع سے کہیں زیادہ ہوگا، جس سے مروجہ طریقۂ کار کے تحت سرمایہ بینکوں میں رہنا محال ہوگا۔ نتیجتاً تمام رقوم بینکوں سے باہر آجانے کے بعد کوپن یا حصص کے کھاتے کھل جائیں گے اور جو رقوم حکومت کے پاس جمع ہونگی وہ بینکوں کے ذریعہ باہمی اشتراک کی بنیاد پر مبنی سرمایہ کاری کیلئے استعمال ہو سکیں گی جس سے سود کا نظام کالعدم ہو جائیگا۔ یعنی ایک مناسب مدت میں تمام سرمایہ کاریاں قرض سے شراکت داری میں منتقل کر دی جائیں گی۔ بینکوں کا کاروبار کوپن یا حصص کی خرید و فروخت میں ہوگا اور سود کی بجائے رقوم نفع کی بنیاد پر پیداواری اغراض کیلئے بطور قرض دی جاسکیں گی۔ یہ اسلامی بینکنگ کی ایک روشن مثال ہے جو بینکوں کے مفادات سے ہرگز متصادم نہیں ہوگی۔ اسلام نے بیت المال کے نام سے بینکاری کا قومی و مرکزی ادارہ قائم کیا ہے جس میں کم و بیش تمام کام انجام دیئے گئے اور چھپائی و اجرائی زر کا کام حکومت کے سپرد کیا جو صحیح ترین اصول ہے۔ اسلام بینکوں کے قیام کو نجی شعبے کی بجائے سرکاری سرپرستی میں لانے کا طریقہ کار وضع کرتا ہے جس میں سود منع ہے۔ گویا بینک صنعت و حرفت اور تجارت کیلئے محض قرض دہندہ نہ رہیں گے، بلکہ نفع و نقصان میں اُنکے نگران، حصہ دار اور شریک بن جائیں گے۔ ''یہی امدادِ باہمی کوپن اسکیم کے تحت تجویز کیا گیا ایک اہم پہلو ہے''۔

نظامِ ربوبیت کے مکمل نفاذ سے قبل، نظریۂ ترغیب پر مبنی امدادِ باہمی کوپن سکیم (MBCS) کے 'عبوری بندوبست' کے تحت غیر سودی اقتصاد کے مالیاتی کلیہ میں کرنسی کی مانند کوپن صرف حکومتِ پاکستان جاری کریگی جو ڈیبٹ کارڈ کی شکل میں ہونگے جس کی ضمانت دولتِ پاکستان بینک دیگا۔ کوپن صرف پاکستان میں موجودہ کرنسی کے متبادل کے طور پر استعمال ہونگے۔ یہ 'اکائی کوپن' حکومت اپنے ٹکسال گھر سے چھاپے گی جس کی قیمت زمان و مکاں پر منحصر ہوگی اور کتاب میں موجود جدول ہائے کے اندر کوپن ڈسکاؤنٹ ٹیبلز کی قیمتیں درج ہونگی جنکا انحصار خریداری کے وقت اور شرح پر ہوگا۔ کوپن کی خرید و فروخت کیلئے ایک نیم سرکاری آزاد نجی ادارہ 'پاکستان مانیٹری فنڈز' (PMF) کے نام سے حکومت کی زیرِ سرپرستی منتخب کیا جائیگا جو کوپنز کو حکومت سے وصول کرکے صارفین تک پہنچانے کیلئے بذریعہ ٹینڈرز بولی کروائیگا جس میں ملک کے نامور اور اچھی ساکھ کے حامل بینک، تجارتی فرمیں، سرمایہ کار کمپنیاں اور مالیاتی ادارے انفرادی یا اجتماعی حیثیت میں (کنسورشیم بنا کر) بولی دیں گے، جنہیں کم از کم شرح منافع کے ساتھ کوپن عوام تک پہنچانے کی بنیاد پر تفویض وظائف کی ادائیگی کیلئے منتخب کرکے نظم و ضبط سونپ دیا جائیگا۔ جبکہ دوسرے، تیسرے اور چوتھے نمبر پر

آنے والے ادارے حکومت کی زیرنگرانی محتسب (آڈیٹرز) کے فرائض انجام دیتے ہوئے PMF کا آڈٹ کرتے رہیں گے، جس کی ایک فیس مقرر ہوگی اور بے قائدگی کی صورت میں یہ حکومت کو رپورٹ کریں گے۔ تحقیقات کے بعد الزام ثابت ہونے پر غبن شدہ رقم کا دس گُنا جرمانہ کر کے PMF کے مجرم اہلکار کو عبرتناک سزا دی جائیگی۔ جرمانے کا پچاس فیصد حصہ حکومت اور پچاس فیصد حصہ غبن پکڑنے والے آڈیٹرز کو دیا جائیگا۔ ایسے میں جعلی کنسورشیم کے ذریعہ گیس، کھاد یا ''بمپر کراپ'' کی درآمد کے نام پر عوام کے اربوں روپے نہیں لوٹے جاسکیں گے۔

پاکستان مانیٹری فنڈز، پچاس لاکھ بے روزگار افراد کو عوام تک کوپن پہنچانے کیلئے پانچ ہزار روپے رجسٹریشن فیس وصول کر کے اکثریت میٹرک پاس یا پارٹ ٹائم کام کرنے والے کالج اور یونیورسٹی کے طالبعلم ایجنٹس بھرتی کریگا جن کی تعداد بوقت ضرورت بڑھائی جاسکتی ہے اور انہیں تنخواہ کی بجائے کمیشن پر رکھا جائیگا۔ پورے سال کے دوران سستے کوپن فراہم کرنے کیلئے حکومت تین قسم کی رجسٹریشن فیسوں کا تعین کریگی۔ یعنی سال کے شروع میں ایک لاکھ روپے ادا کر کے پورا سال ایک روپے کے چھ کوپن خریدے جاسکیں گے۔ عمومی طور پر ہر ایجنٹ کا کوٹہ تین لاکھ روپے کے کوپن کا ہوگا، جنہیں وہ ہر ماہ طے شدہ کوٹہ کے مطابق دس فیصد کمیشن پر فروحت کر کے تیس ہزار روپے ماہانہ بآسانی کما سکے گا۔ گویا ایک سو روپے کے کوپن نوے روپے میں دیں گے اور وہ افراد جو فیس ادا کرنے سے قاصر ہونگے وہ نصف کوٹہ پر رجسٹرڈ کیے جائیں گے، لیکن وہ صرف ایک لاکھ پچاس ہزار روپے کے کوپن فروخت کر کے پندرہ ہزار روپے ماہانہ کما سکیں گے، تاوقتیکہ وہ رجسٹریشن کی پوری فیس ادا کر دیں۔ **یوں پچاس لاکھ افراد صرف ایک ماہ کی قلیل ترین مدت میں برسر روزگار ہو جائیں گے** اور کوپن، ڈسکاؤنٹ ٹیبل کے مطابق بذریعہ ایجنٹس فروخت ہونگے۔ ایجنٹس کو باقاعدہ ٹریننگ دے کر کوپن فروختگی کیلئے ایک جداگانہ رجسٹرڈ لائسنس نمبر جاری کیا جائیگا جو PMF کی نصب شدہ کسی بھی مشین پر ٹیسٹ کیا جاسکے گا۔ ان ایجنٹس کو اجازت ہوگی کہ وہ پورے سال کا کوٹہ بیشک ایک دن میں فروخت کر دیں۔ سال کے پہلے ہی ماہ کوپن ایجنٹس کوشش کرینگے کہ اُنکے سارے کوپن بک جائیں، کیونکہ اسطرح ان کو پورے سال کی کمائی ایک ہی دن میں مل جائیگی۔ ایجنٹس سرمایہ کار یا مخیّر حضرات کے اشتراک سے بھی کوپن فروخت کرسکیں گے۔ بہت سے ایجنٹس پانچ یا سات فیصد تک کمیشن چھوڑ کر اپنا کوٹہ فروخت کریں گے، کیونکہ جتنا وہ کمیشن میں رعایت دیں گے اتنی ہی تیزی سے اُنکے کوپن فروخت ہونگے۔ اس سے مخیّر حضرات فائدہ اٹھائیں گے اور کوپن اکٹھے کرنے کے بعد مہنگے دور میں بھی ایک روپے کے چھ کوپن فروخت کریں گے۔ اسطرح اُنہیں کوپن کی فروخت سے پانچ یا سات فیصد کے حساب سے منافع ہوگا۔ چونکہ کوپن زندگی کے ہر شعبہ میں جاری وساری اور استعمال ہونے کی وجہ سے اُنکی ہر شخص کو ضرورت ہوگی۔ اس لئے اگر ایجنٹس 5 سے 7 فیصد تک گاہک کو رعایت کر بھی دیتے ہیں تو کوئی حرج نہیں ہوگا، کیونکہ کم شرح منافع کے ساتھ زیادہ تعداد میں کوپن کی فروخت سے اُنکا منافع مجموعی طور پر زیادہ ہی ہوگا۔ غریب لوگ جو سال کے شروع میں ایک روپے کے چھ کوپن نہیں خرید سکیں گے اُنہیں بھی ایک روپے کے چھ کوپن ضرور ملتے رہیں گے۔ اسطرح محض ایک لاکھ روپے خرچ کرنے والے حضرات ایک روپے کے چھ کوپن بیچ کر صد فیصد منافع کمائیں گے۔ اسکے علاوہ دس ہزار روپے سالانہ ادا کر کے ایک روپے کے چھ کے حساب سے ہر ماہ 20 ہزار نئے کوپن خرید سکیں گے۔ کوئی بھی شخص کم از کم 10 ہزار روپے فیس کے عوض اپنی رجسٹریشن کا تعین خود کر کے 10 ہزار کوپن جمع کرسکے گا اور فروخت زیادہ ہونے کی صورت میں زائد کوپن جمع کرنے کیلئے رجسٹریشن فیس کی رقم بڑھا کر مزید فوائد حاصل کرسکتا ہے۔ کیونکہ جتنی زیادہ رجسٹریشن فیس ہوگی اتنی ہی سستی قیمت پر کوپن دستیاب ہوسکیں گے۔ تیسری رجسٹریشن زیادہ تر ایسے چھوٹے تاجروں اور کاروباری حضرات کیلئے فائدہ مند ہوگی جو اپنی مصنوعات PMF کے ذریعہ فروخت کریں گے۔ کیونکہ ڈیوٹی فری آپشن اور اِس رجسٹریشن کے بغیر مصنوعات بیچنا مہنگا سودا ہوگا۔ اس لئے سال کے شروع میں کروڑں روپے مالیت کے کوپن نہ خریدنے والے تاجر PMF کے پاس ایک لاکھ روپیہ یا اسکے جزوضربی کی رجسٹریشن کروائیں گے، تاکہ فی روپیہ چھ کوپن خرید کر ہر ماہ دس گنا (دس لاکھ روپے تک کا اپنا) مال PMF کے ذریعہ درآمد، برآمد یا فروخت کرسکیں گے، جس پر اُنکے نام ایک رسید جاری کی جائیگی، جسے ایک ہی مرتبہ استعمال کیا جاسکے گا اور اسکے حصول پر 15 فیصد کوپن PMF کو جمع کروانے پڑیں گے۔ یعنی اگر کوئی تاجر PMF کے ذریعہ ایک ہزار روپے کی اشیاء بیچتا ہے تو اُسے 15 فیصد کی شرح سے 150 روپے حکومت کے خزانہ میں جمع کروانا ہونگے۔ یا یوں کہیے کہ ایک کارخانہ دار اپنا دس لاکھ روپے کا مال بیچنے کیلئے PMF کو ایک روپیہ کے چھ کوپن کی شرح سے ڈیڑھ لاکھ کوپن جو پچیس ہزار روپے کی مالیت سے بھی کم کے ہونگے، اُن کے مساوی 15 فیصد کوپن یا پچاس ہزار روپے سے کم 5 فیصد نقد ادائیگی کر کے ایک رسید فروختگی حاصل کریگا۔ اُسے وہ سستے کوپن کی خریداری یا ڈیوٹی فری اشیاء کی درآمد یا دونوں کیلئے صرف ایک ہی مرتبہ استعمال کرسکے گا۔ یعنی سامان بیچتے وقت وہ ڈسٹری بیوٹر سے یہی 15 فیصد کوپن یا 5 فیصد نقد طلب کرسکتا ہے اور ڈسٹری بیوٹر یہی 15 فیصد کوپن یا 5 فیصد نقد ہول سیلر سے لے گا اور ہول سیلر اسی شرح کے برابر دکاندار سے، اور دکاندار گاہک سے وصول کریگا۔ اسطرح GST یا اس قسم کا کوئی دیگر ٹیکس لگانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

مختصراً یہ کہ کوپن ایک سے زائد بار فروخت ہونے سے اُنکی گردش مستحکم ہوگی۔ **چونکہ دولت کے معنی گردش کے ہیں جو کسی مخصوص طبقہ تک محدود نہ ہوگی، بلکہ پورے معاشرے کے رگ و پے میں اسطرح گردش کرے جس طرح انسانی جسم میں خون گردش کرتا ہے (59/7)**۔ اسطرح تاجر برادری (کاروباری افراد) اپنی پیداواری لاگت کم کرنے کیلئے ایسی رجسٹریشن کو ترجیح دیں گے اور ایک لاکھ روپے کی رجسٹریشن کروا کر ایک روپے کے چھ کوپن خرید یا دس ملین روپے کی ڈیوٹی فری اشیاء درآمد کرسکیں گے۔ چنانچہ جب صارف کو واضح فرق کے ساتھ دو قیمتوں کے رائج سرکاری نظام کی وجہ سے اشیاء مقابلتاً کوپن سسٹم کے تحت انتہائی سستی ملیں گی تو ڈیلر سب ڈیلر سے اور ڈسٹری بیوٹر پرچون فروش سے فائدہ اٹھانے کیلئے 15 فیصد کوپن جمع کروانے کو ترجیح دیگا، تو ایسے میں یہ کوپن تاجر ڈیلر سے، ڈیلر دکاندار سے، اور دکاندار گاہک سے لے گا اور گاہک اس دکاندار سے خریداری زیادہ پسند کریگا جو زیادہ سے زیادہ کوپن قبول کریگا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے عام صارف کو مال کم قیمت پر ملے گا جس پر وہ کسی نا کسی طرح سستے کوپن حاصل کرنے کی سہولت کا خواہاں رہیگا، اور اُسے یہ 15 فیصد کوپن ادا کرنے میں تامل نہیں ہوگا۔ یہ طریقہ نجی شعبے میں تمام اشیاء کیلئے استعمال ہوگا، کیونکہ تاجر اپنی اشیاء کی فروخت میں کوپن ضرور لے گا، تاکہ وہ اس سہولت سے بھرپور فائدہ اٹھا سکے۔ یہ بھی درست ہے کہ زیادہ تعداد میں تاجر اور پرچون فروش جیسے کاروباری طبقے مالی سال کے آغاز پر اتنی بڑی مقدار میں کوپن خرید کر اس قدر بڑی رقم منجمد کرنا دانشمندی نہیں سمجھیں گے۔ اس لئے انہیں یہ موقع دیا جائیگا کہ وہ سال کے پہلے ماہ میں ایک لاکھ کی رجسٹریشن کروائیں اور ہر ماہ ایک لاکھ روپے کے عوض چھ لاکھ کوپن

خریدیں۔اس کیلئے کاروباری طبقہ کو سال کے شروع میں اپنے کاروبار کی رجسٹریشن کروانا ہوگی۔ یہ رجسٹریشن پیشہ ور لوگ ترجیحاً کروائیں گے جنکا سالانہ خرچ بہت زیادہ ہوتا ہے اور وہ بھاری رقوم بلاک نہیں کرنا چاہتے۔ اِن میں ایسے لوگ بھی شامل ہونگے جو کوپن کی فروخت کو کاروبار بنائیں گے اور اس مقصد کیلئے اُنکو ہر ماہ بہت زیادہ کوپنز کی ضرورت ہوگی۔ گاہکوں یا اوپن مارکیٹ سے خرید کر جمع کیے گئے دس ہزار کوپن PMF کو واگزار کرانا لازمی ہوگا جو بغیر کسی قیمت کے تبدیل کردیئے جائیں گے۔ کارخانہ دار کوپن کا اپنا سال بھر کا کوٹہ ایک ہی وقت میں فروخت کرسکتا ہے۔ لیکن ایک بار میں ایک لاکھ رجسٹریشن فیس ادا کرکے وہ دس لاکھ روپے ماہانہ سے کم اور سالانہ 12 ملین سے زیادہ فروخت نہیں کرسکے گا۔ رسید فروختگی کو وہ PMF کے حوالے کرکے اپنی اداشدہ سالانہ فیس سے کہیں زیادہ وصول کرلے گا۔ کیونکہ ایسے تاجر یا کارخانہ دار جن کے پاس کوپن ختم ہوگئے ہونگے یا اُن کو خام مال یا اشیاء کی درآمد کی اشد ضرورت ہوگی، وہ منہ مانگے داموں پر اپنی ضرورت پوری کرنے کیلئے اُن سے کوپن خریدیں گے۔ جبکہ اس وقت حال یہ ہے کہ کارخانہ دار اپنے تیار شدہ مال کا 10 سے 15 فیصد ذخیرہ ظاہر کرتا ہے، کیونکہ مال کی پوری مقدار ظاہر کرنے کے ساتھ ہی ایکسائز اور سیلز ٹیکس کے گماشتے ملک و قوم کی بجائے نجی لوٹ مار کیلئے گِدھوں کی طرح نازل ہوجاتے ہیں، جس سے منافع گھاٹے میں بدل جاتا ہے اور یوں حکومت کو 10 سے 15 فیصد ٹیکس وصول ہونا بھی محال ہوجاتا ہے۔

امدادِ باہمی کوپن اسکیم کے لامحدود فوائد کے تحت فیکٹری مالک اصل سے کہیں زیادہ مقدار ظاہر کرکے زیادہ کوپن یا ڈیوٹی فری سہولت حاصل کرسکے گا جس کو بیچ کر نہ صرف وہ اپنی سالانہ رجسٹریشن فیس واپس حاصل کریگا، بلکہ کئی گُنا منافع بھی کمالے گا اور حکومت کو 2.5 فیصد ملتا رہنا قومی آمدنی میں قابل قدر اضافہ ہوگا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق **اگر پاکستان میں روزانہ دس ٹریلین (سوکھرب) روپے کا کاروبار ہوتا ہے تو ہر لین دین پر 15 فیصد کوپن یا 5 فیصد نقدی کے متبادل بانڈز حکومت کو ملیں جو 2.5 فیصد بنتے ہیں جس کے حساب سے دس ٹریلین کے برابر ہونے والے کاروبار پر حکومت کو روزانہ 250 ارب روپے مل سکتے ہیں اور یہ ایک ایسی رقم ہے جو حکومت کو کوپن کی خریداری پر بغیر کچھ خرچ کیے روزانہ کی بنیاد پر ملتی رہے گی جو ماہانہ بنیادوں پر کھربوں میں پہنچ جاتی ہے جس کا سالانہ تخمینہ امدادِ باہمی کوپن اسکیم کے تحت سونے کی کان کے مترادف ہے۔ ایسے میں ایک ایسا وقت بھی آئیگا جب حکومت ٹیکس لگانے کی بجائے بجلی اور ٹیلیفون جیسی سہولتیں بالکل مفت یا انتہائی کم ریٹ پر مہیا کرنا شروع کردیگی۔** اس سارے کاروبار میں PMF کا کردار کلیدی اور بہت اہمیت کا حامل ہوگا۔ انفرادی یا مالیاتی کنسورشیم کی صورت میں کوپن رائیٹس (حقوق) کے حصول کی بولی کیلئے کامیاب ہونے والے ادارہ سے PMF کا کمیشن 0.025 سے 0.05 فیصد ہوسکتا ہے۔ چونکہ بہت بڑی رقم میں کاروبار ہوگا، اس لئے یہ محنتانہ بہت زیادہ بن جائیگا جو حکومت کو کچھ خرچ کیے بغیر پہلے ہی ماہ میں پورے سال کے بجٹ کے برابر شرطیہ طور پر دو ٹریلین (15 سے 20 کھرب) روپے کے لگ بھگ رقم حاصل ہوگی جو سال کے آخر میں بڑھ کر کہیں زیادہ ہوجائیگی۔ یہ جمع ہونے والا کثیر سرمایہ اُس طرح قرض نہیں ہوگا جس طرح کہ حکومت مختلف اوقات میں سودی بینکوں اور IMF جیسے عوام دُشمن مالیاتی اداروں سے حاصل کرتی رہتی ہے۔ **ملک بھر سے تمام بالواسطہ وبلاواسطہ ٹیکسوں اور ڈیوٹیوں کا مکمل خاتمہ ہوجائیگا۔** ویسے بھی اسلام میں ٹیکس کا ایسا کوئی تصور نہیں ہے۔ **البتہ اگر دولت کی منصفانہ تقسیم نہ ہورہی ہو اور زکوٰۃ وفطرانہ وغیرہ سے بھی غربت کا خاتمہ نہ ہورہا ہو تو 'عبوری بندوبست' کے تحت نظامِ ربوبیت کے مکمل نفاذ سے قبل 'انفاق' واجب ہوسکتا ہے جس کی شکل 'ٹیکس' بھی ہوسکتی ہے جو غیر مسلموں سے 'جزیہ' کی صورت میں عائد کیا جاسکتا ہے، جبکہ مسلمانوں سے 'زکوٰۃ' لی جاتی ہے۔** لیکن چونکہ پاکستان کا ٹیکسوں سے چلایا جانے والا معاشی نظام قرضوں اور سود پر قائم ہے جو ہر لحاظ سے غیر منصفانہ اور ظالمانہ، بلکہ غیر اسلامی نظام ہونے کے باوجود اس میں پیوند لگا کر اصل کے ساتھ چپکانے کی ہمہ وقت کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن امدادِ باہمی کوپن اسکیم ایک ایسا 'عبوری' اسلامی نظام ہے جس میں ٹیکسوں کیلئے کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ البتہ کالے دھن کو معیشت کا جزو بنا کر سفید کرنے کیلئے حکومت کوپن کی خریداری کے وقت مال کے مآخذ کے بارے میں پاکستان تحریکِ اجتہاد (PTI) کے مجوزہ اسلامی نظام کے مکمل رائج ہونے تک کوئی سوال نہیں پوچھے گی جو براہ راست حکومت کے خزانے میں جارہا ہوگا۔ اسطرح ٹیکسوں کے خاتمہ کے بعد کھربوں روپے کا وہ سرمایہ باہر آجائیگا جو حکومت لاکھ کاوشوں کے باوجود برآمد کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ اس سے عین ممکن ہے کہ پہلے سال میں ہی ملک کے جملہ قرضے اُتر جائیں۔ چونکہ کوپن کی خریداری میں کسی قسم کی بازپُرس نہ ہونے کی وجہ سے کالادھن معاشی دھارے میں مل جائیگا، جس کا منافع جائز اور اسمگلنگ سے زیادہ ہوگا۔ ایسی صورتحال میں پاکستان کے اندر ڈیوٹی فری آپشن سمیت انڈسٹری پر عروج آنے سے ملک میں سستی اور معیاری مصنوعات بننا شروع ہوجائیں گی جس سے اسمگلنگ اور درآمدات کی حوصلہ شکنی ہوگی۔

نظریہ ترغیب کی سکیم کے تحت ہی بینکوں کے ذریعہ زرمبادلہ پاکستان ارسال کرنے والوں کو فی ڈالر 18 کوپن بونس کے طور پر حاصل ہونگے اور کرنسی تبادلہ کے ریٹس کی تغیر پذیر شرح کا انحصار فری مارکیٹ ریٹس پر ہونے کے باوجود مافیا کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے ہنڈی جیسے حوالہ ریٹس سے سرکاری ریٹ کم از کم 5 فیصد زائد رکھے جائیں گے جس سے ایک محتاط اندازے کے مطابق حکومتِ پاکستان کو سالانہ 15 ارب ڈالر کے لگ بھگ آمدنی حاصل ہوگی۔ اتنی کثیر رقم ملنے کے بعد حکومتِ پاکستان کی معاشی حالت مستحکم ترین ہوجائیگی اور امدادِ باہمی کوپن سسٹم کے نفاذ کے ساتھ ہی بینکوں میں کسی بھی شرح سود پر رقوم کا جمع رہنا ناممکن ہوجائیگا، کیونکہ کوپن سے حاصل ہونے والا منافع کہیں زیادہ ہوگا۔ نتیجتاً تمام رقوم بینکوں سے باہر آجائیں گی اور بینکوں کو کاروبار کیلئے حکومت کی مدد درکار ہوگی، کیونکہ سکیم ہذا کی بدولت وہ سارا پیسہ جو حکومتی دسترس سے باہر تھا، اَب سرکاری کھاتوں میں شامل ہوجانے سے کاروباری منصوبہ بندی لازم ہوجائیگی۔ **گویا اَب حکومت بینکوں سے قرض لینے کی بجائے دینے کی پوزیشن میں ہوگی۔** یہ رقم سود کی بجائے مشارکہ اور مضاربہ کی شرائط پر دینے سے صنعتوں کو فروغ ملے گا۔

مُضاربت ومشارکت کی بنیاد پر سرمایہ کاری کرکے فیکٹری یا کارخانہ لگانے کے خواہشمند افراد کو بینک منصوبے کا پورا تخمینہ بنا کر دیگا، جس میں مع مشینری پروجیکٹ کی کل لاگت کی تفصیلات اور اس کی فراہمی تک ہر چیز کی فہرست ہوگی۔ حکومت اس منصوبے میں نفع ونقصان کی بنیاد پر 80 فیصد تک سرمایہ کاری کریگی اور متعلقہ بینک، سٹیٹ بینک کی منظوری کے ساتھ اس شخص سے منصوبے کی کل لاگت کا 20 فیصد وصول کرنے کے بعد تمام مشینری کی فراہمی اور اراضی کے بندوبست سمیت تخمینہ کے مطابق ہر کام پایۂ تکمیل تک پہنچا کر چابی سرمایہ کار کے حوالے کرکے بینک اس منصوبہ کے

افعال واعمال کوشفاف رکھنے کیلئے محاسب کی نگران ٹیم تشکیل دیگا، جواس کاروبار کی نقل وحرکت پرنظر رکھے گی اور کسی قسم کی بدعنوانی کی صورت میں سرمایہ کار کوسزاوار ٹھہرائے گی۔اس منصوبہ کے منافع میں سے حکومت کواس کی 80 فیصد سرمایہ کاری کے عوض چالیس فیصد حصہ دیا جائیگا۔جبکہ باقی 60 فیصد بینک اور سرمایہ کار کے درمیان طے شدہ شرائط کے تحت تقسیم کیا جائیگا۔اس سنگم کی خوبصورتی یہ ہے کہ کاروبار کی ابتدا سے لے کر پیداواری مراحل کی تکمیل تک حکومت کے زیر کنٹرول بجلی، پانی، گیس اور ٹیلیفون جیسی جملہ مراعات اور سہولتیں ہر شراکت داری پروجیکٹ کیلئے رعایتی قیمت پر دستیاب ہونگی۔اس میں حکومت صارف کو قیمت خرید سے بھی نیچے جا کر سہولیات مہیا کر سکے گی جس سے کم قیمت والی مصنوعات اعلیٰ معیار کے ساتھ تیار ہونے کی وجہ سے مُلکی اور بین الاقوامی منڈی میں جگہ بنا سکیں گی۔تاہم مسلسل خسارہ ظاہر کرنے والے بینکوں کوحکومتی سطح پر کوئی فنڈ زفراہم نہیں کئے جائینگے اور وہ کاروباری دوڑ سے باہر ہو جائیں گے۔**تمام شراکت داری منصوبے اسلامی خطوط پر تجویز کنندہ بینکوں سے قرض حاصل کر کے مکمل کیے جاسکیں گے**۔جن کی تیار کردہ اشیاء کی قیمتوں کے تقابلی جائزہ سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک کارخانہ دار جو قمیض 45 روپے میں بناتا ہے، کس طرح بجلی، گیس، جنرل سیلز ٹیکس، سُپر ٹیکس اور ویلتھ ٹیکس شامل ہوکر اس کی قیمت 100 روپے ہو جاتی ہے۔حالانکہ کارخانہ دار کا منافع بہت ہی قلیل ہوتا ہے۔یہی قمیض جب ڈیلر کے پاس جاتی ہے تو وہ بھی اپنا پانچ روپے منافع اس میں شامل کرتا ہے کہ قیمت 105 روپے ہو جاتی ہے۔اسی طرح سب ڈیلر کے منافع کے ساتھ قمیض کی قیمت 110 روپے تک پہنچ جاتی ہے۔جب دوکاندار اس میں اپنا 25 فیصد منافع شامل کریگا تو یقیناً قمیض کی قیمت تین گُنا سے بھی زائد 135 روپے تک جا پہنچے گی جو مجوزہ اسلامی طرزِ حکومت کے نظام میں 45 روپے کی قمیض زیادہ سے زیادہ 60، 70 یا 80 روپے تک دستیاب ہوگی۔کیونکہ ایک روپیہ کے چھ کوپن کی شرح سے 15 فیصد کوپن، ٹیکس کی شکل میں PMF کو لازماً ادا کرنے کے بعد قمیض 2.5 روپے اضافہ کے ساتھ کارخانہ دار کو صرف 47.5 روپے کی قیمت میں فروخت کرنا پڑے گی۔چونکہ 15 فیصد کی مدّ میں کوپن کارخانہ دار نے PMF کو ادا کیے ہیں جو وہ یہ کوپن ڈیلر سے وصول کریگا۔ڈیلر سب ڈیلر سے، سب ڈیلر دوکاندار اور دوکاندار گاہک سے وصول کریگا۔اب قیمت میں صِرف ڈیلر، سب ڈیلر اور دوکاندار کا منافع ہی شامل ہوگا۔

پارٹنر شپ کی ایک دیگر صورت میں کرایہ کی بنیاد پر مہیا کئے جانے والے مکان کی تعمیر، ٹیکسی کار اور دیگر منصوبے، جن میں حصہ دار صد فیصد کا مالک ہوگا جن کی اسلامی بینکنگ مدد کرے گی۔جیسا کہ موجودہ سسٹم میں ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن اپنے مخصوص طریقہ کار کے تحت مکانات کی تعمیر کیلئے قرضے جاری کرتی ہے، جس کی رو سے ایک شخص دس لاکھ روپے کے تخمینہ شدہ مکان کیلئے پلاٹ خرید کر دولاکھ کارپوریشن سے قرض لیتا اور مکان تعمیر کرتا ہے، جسکا وہاں کی موجودہ مارکیٹ ویلیو کے مطابق شرح کرایہ 1200 روپے ماہوار پر دیا جانا ہر حال میں متصور ہوتا ہے، چاہے مالک مکان خود رہائش پذیر ہو یا نہ ہو۔مقررہ کرایہ کوسرمایہ کی نسبت تقسیم کر کے مالک مکان کو 200 روپے بطور حصہ، کرایہ، مکان کا قرض اُتارنے تک کارپوریشن کو ماہانہ ادا کرنا پڑتا ہے۔جبکہ MBC سسٹم کے تحت دس لاکھ روپے مالیت کے خرید کردہ مکان کی زرِضمانت دولاکھ روپے بینک میں جمع کروانے پر قرض خواہ کو باقی آٹھ لاکھ روپے بینک مہیا کرئے گا، جس کی اقساط میں واپسی کی تعداد خریدار پر منحصر ہے کہ وہ 120 اور 180 اقساط کے درمیان آسانی سے کتنی ماہانہ اقساط میں یہ قرضہ واپس کریگا۔فرض کریں قرض خواہ آٹھ لاکھ روپے کو اُتارنے کیلئے 120 اقساط کا انتخاب کرتا ہے جس کے تحت ماہانہ قسط کی رقم (8,00,000÷120) 6,667 روپے ہوگی جس کے ساتھ ہی خریدار مکان کا کرایہ بھی ماہوار ادا کریگا جو عام شرح سود سے کہیں کم ہوگا۔اگر عام سود کی شرح 12 سے 16 فیصد ہے تو اسلامی بینک رائج الوقت کرایہ کا آدھا لے گا۔جیسے جیسے خریدار کی مکان پر ملکیت زیادہ ہوگی اُسی حساب سے اسکا کرایہ بھی کم ہوتا جائیگا۔دس لاکھ روپے کے مکان کا کرایہ اگر دس ہزار روپے اندازاً لگایا جائے جس کا نصف پانچ ہزار روپے جو تقریباً 0.625% (یا 00625.) بنتا ہے تو پہلے ماہ کی قابلِ ادائیگی قسط کے کل واجبات (6,667+5,000) 12,667 روپے بنتے ہیں جو لئے گئے قرضہ کی رقم آٹھ لاکھ روپے سے منہا (8,00,000-6,667=7,93,333) ہونے کے بعد ماہانہ کرایہ (7,93,333x.00625) 4,959 روپے میں 6,667 روپے قسط کی رقم جمع ہونے کے بعد دوسرے ماہ کی ماہانہ قسط کے قابل ادائیگی کل واجبات 11,626 روپے بنتے ہیں۔اسی طرح قرضہ کی باقی رقم (7,93333-6,667) 7,86,666 روپے کے مطابق ماہانہ کرایہ (7,86,666x.00625) 4,917 روپے نکالنے کے بعد تیسرے ماہ کی ماہانہ قسط کے قابل ادائیگی کل واجبات (6,667+4,917) 11,584 روپے بنتے ہیں۔**اسطرح جوں جوں خریدار اقساط ادا کرتا چلا جائیگا اُسکا ماہانہ کرایہ کم ہوکر مکان پر حقِ ملکیت زیادہ کرتا چلا جائیگا** اور اگر اِس دوران خریدار کسی وجہ یا مجبوری کے سبب دوسرے ماہ کی قسط ادا نہ کر پائے جس کی بقیہ واجب الادا رقم 7,93,333 روپے ہے، تو اُسے آئندہ قسط کی ادائیگی کیلئے دو ماہ کے کرایہ (4,959 x 2) 9,918 روپے میں دو ماہ کی بقایا قسط (2x6,667) 13,334 روپے ملا کر (13,334+9,918) 23,252 روپے جمع کروانا ہوگی۔مسلسل ایک سال کی عدم ادائیگی کے بعد بینک مکان کو کھلی منڈی میں بیچ دیگا اور کرایہ کاٹنے کے بعد بقیہ رقم خریدار کو واپس کر دیگا۔لیکن ایسا نہیں ہوگا، کیونکہ سال کے بعد کوئی بھی اپنے مکان سے جُدا ہونا پسند نہیں کرئے گا۔

اسی طرح گاڑی خریدنے کے خواہشمند کیلئے گاڑی کی قیمت اگر ایک لاکھ روپے ہے تو وہ شخص بینک میں بیس ہزار روپے جمع کروائے گا اور باقی اَسّی ہزار روپے بینک دیگا جس کی اقساط خریدار پر منحصر ہے کہ وہ بارہ سے ساٹھ اقساط کے درمیان کتنی ماہانہ اقساط میں یہ قرضہ واپس کریگا۔ہم بیس اقساط کی مثال لیتے ہیں جس کے تحت ماہانہ قسط (80,000÷20) 4,000 روپے کے ساتھ خریدار عام شرح سود چھ فیصد کی بجائے اسلامی بینک کی مناسبت سے اس کا کم از کم آدھا تین (3) فیصد کے حساب سے کرایہ (3% of 80,000) 2,400 روپے ڈال کر ماہانہ قسط کے قابلِ ادائیگی کل واجبات (2,400+4,000) 6,400 روپے ادا کریگا۔جس کے بعد دوسرے ماہ قرض کی باقی رقم (80,000-4,000) 76,000 روپے کے مطابق ماہانہ کرایہ (3% of 76,000) 2,280 روپے ڈال کر ماہانہ قسط 4,000 روپے کے ساتھ قابل ادائیگی ماہانہ قسط کے کل واجبات (2,280+4,000) 6,280 روپے ادا کریگا۔اسطرح اقساط کی لگاتار واپسی کے نتیجہ میں جہاں خریدار کی گاڑی پر ملکیت زیادہ ہوتی چلی جائیگی وہاں اس کا کرایہ بھی ویسے ہی بتدریج کم ہوتا چلا جائیگا۔البتہ اس دوران اگر خریدار کسی وجہ یا مجبوری کے سبب دوسرے ماہ کی قسط ادا نہ کر پائے تو اس کی آئندہ قسط کی واجب الادا رقم 76000 روپے میں سے (3% of 76,000 کے مطابق) دو ماہ کا کرایہ (2,280 x 2) 4,560 روپے جمع قرض میں سے بقایا دو ماہ کی قسط (4,000x2) 8,000 روپے شامل کر کے دو ماہ

کی بقایا رقم (4,560+8,000) 12,560 روپے ادا کریگا۔ تیسرے ماہ کی عدم ادائیگی کے بعد بینک گاڑی کو کھلی منڈی میں بیچ دیگا اور کرایہ کاٹنے کے بعد بقیہ رقم خریدار کو واپس کر دیگا۔ اسکے علاوہ پروجیکٹ کا حصہ دار یا مالک اگر چاہے تو ہر پروجیکٹ پوری طرح سے بیمہ شدہ ہو سکے گا۔ پروجیکٹ کی کامیاب تکمیل کے بعد مال کی تیاری شروع ہونے پر حکومت پہلے سال فری بیمہ کرے گی۔ لیکن دوسرے ماہ اگر مالک چاہے گا تو منافع کے پانچ فیصد کے عوض حکومت بیمہ کر دے گی۔ سال کے بعد اگر کسی قسم کی کوئی ناگہانی آفت نہیں آتی تو حکومت نے جو اس بیمہ کی رقم سے کاروبار کیا ہوگا اُس کا منافع خود رکھ کر تکافل کی مانند بیمہ کا تمام اصل سرمایہ بیمہ کروانے والے کو واپس کر دیگی۔

اسلام کے نظامِ ربوبیت کے مکمل نفاذ سے قبل 'عبوری بندوبست' کی ایک درمیانی صورت تکافل کی بھی ہو سکتی ہے جس کی بنیاد بھائی چارہ، امدادِ باہمی اور تبرع کے نظریہ پر ہے جس میں بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی قسم کا سودی عنصر موجود نہیں ہے اور اسکے تمام شرکاء باہم ضامن بن کر خطرہ مول لیتے ہوئے مقررہ اصول وضوابط کے تحت ممکنہ مالی اثرات سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ **روایتی انشورنس کے مقابلہ میں تکافل کا نظام ایک عقدِ تبرع ہے جس میں شرکاء آپس میں خطرات کو تقسیم کرتے ہیں۔** ذرائع آمدن کیلئے لوگوں کا سرمایہ ببر شیر کھاد، یوریا، داؤد ہرکولیز کیمیکل و یاماہا موٹر سائیکل وڈیسکون وانوسٹیمنٹ بینک اور اینگرو فوڈز وغیرہ جیسی کمپنیوں پر لگا کر انہیں ہر تین ماہ بعد کمپنی کی طرف سے یونٹ پرائس کی چٹھی ارسال کی جاتی ہے، تاکہ سرمایہ کاری کرنے والوں کے علم میں رہے کہ کہاں سے اور کتنا منافع ہو رہا ہے۔ شریکِ تکافل کی جانب سے تعاون ادا کرنے کے بعد یہ رقم دو مقاصد میں تقسیم ہو جاتی ہے، جسکا کچھ حصہ بطور تبرع وقف پول میں چلا جاتا ہے اور باقی ماندہ حصہ سرمایہ کاری میں لگا دیا جاتا ہے۔ اس رجسٹرڈ مالیتی ادارے کو Heighest paid up Capital ہونے کی بنا پر حکومت کی سرپرستی حاصل ہوگی۔ تکافل کے سلسلہ میں سرمایہ کاری کرنے والوں کو جانی و مالی تحفظ فراہم ہوگا۔ قرضِ حسنہ دینے کے ساتھ موت کی صورت میں بچوں کی کفالت و تعلیمی اخراجات برداشت کرنے سمیت باقی ماندہ پلان کی اقساط خود تکافل ادا کریگا اور دس سال مکمل ہونے پر رقم ورثاء کے حوالے کر دیگا۔

جائز طریقۂ کار کے تحت خطروں سے نمٹنا اور مالی اثرات کو ختم یا کم کرنے کا تصور نیا نہیں ہے اور نہ ہی خلافِ اسلام ہے۔ بلکہ یہ تصور قرآن واحادیث میں موجود ہے، جہاں باہمی امداد اور تعاون وتناصر کی بڑی ترغیب وارد ہوئی ہے اور یہی باہمی امداد وتبرع، تکافل کی بنیاد ہے۔ ''نیکی اور تقویٰ'' کے کاموں میں ''ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو'' (المائدہ)۔ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں'' (الحجرات)۔ لہٰذا التعاون وبھائی چارے کا تقاضا ہے کہ مسلمان نہ صرف ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں، بلکہ باہمی سہارا بن کر مصیبت اور پریشانی میں کام آئیں اور بُرے مالی اثرات سے ایک دوسرے کو بچائیں۔ یہی نظریۂ تکافل کی بنیاد ہے۔ **قرآن کی رو سے ضرورتمند فرد، معاشرہ سے بطورِ حق، امداد طلب کرسکتا ہے (3/101,76/9) جو لین دین کے زمرے میں بھی نہیں آئیگا۔** آپؐ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے پانچ ماہ بعد وہاں کے یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدہ فرمایا تھا جس کے تحت ''ہر گروہ کو عدل وانصاف کے ساتھ اپنی جماعت کا فدیہ دینے کا پابند بنایا گیا تھا کہ جس قبیلہ کا جو قیدی ہوگا اُسے چھڑانے کا فدیہ اُسی قبیلہ کے ذمہ ہوگا''۔

جبکہ رائج روایتی انشورنس میں کچھ رقم (پریمیئم) کے بدلے ممکنہ خطرات کو ٹرانسفر کرکے، کم یا ختم تو کر لیا جاتا ہے، لیکن اس میں سود، قمار، اور غرر جیسی بعض غیر شرعی خرابیوں اور طریقۂ کار کی بناء پر فقہاءِ کرام نے اس کی مخالفت کی ہے۔ لیکن صدیوں سے اجتماعی تعاون کی عملی سماجی روایات کے انداز میں 'تکافل' کے مفہوم کی بہت سی صورتیں بہرحال رائج ہیں۔ جیسا کہ مشترکہ خاندانی نظام، کوآپریٹو سوسائٹیز، خوشی کے موقع پر ڈالے جانے والے نوٹوں کے ہار، تحائف، نیوتا، امدادِ باہمی، چندہ، امانتیں جمع کروانا، شراکتی کاروبار اور فیکٹری وغیرہ کے حصص کی خریداری، کسی ضرورتمند کی مدد کیلئے حبۃً اللہ کی بنیاد پر تحفۃً دیا جانے والا صدقہ وخیرات، مذہبی تہواروں کے موقع پر فطرانہ، قربانی کی کھالوں کی صورت میں دی گئی امداد سے باہم خطرات تقسیم کر لئے جاتے ہیں، جو فلاحِ عامہ کیلئے تعاون کا اجتماعی تصور ہیں، جو مستحقین محنت کیے اور سرمایہ لگائے بغیر حاصل کرتے ہیں۔

تاہم بعض کے نزدیک انشورنس یا تکافل، اسلامی 'تصورِ توکل' کے خلاف ہے۔ **جبکہ 'توکل' اسباب ترک کرنے کی بجائے اختیار کرکے نتائج وثمرات کو اللہ کے سپرد کرنے کا نام ہے۔** جیسا کہ ایک بدوی شخص نے اونٹ کو باندھے بغیر چھوڑ کر 'توکل' سمجھا، جس پر آپؐ نے اس کو تنبیہ فرمائی کہ اونٹ کو پہلے باندھو اور پھر اللہ پر توکل کرو (ترمذی شریف)۔ نظامِ تکافل کے جائز، بلکہ مستحسن ہونے میں کوئی شبہ نہیں، بشرطیکہ یہ اپنے صحیح اصول کے مطابق اور اخلاص کے ساتھ ہو۔

تکافل کے نظام میں مختلف افراد کمپنی کے ممبر وحصہ دار ہونے کے ناتے بطور واقف کچھ رقم باقاعدہ وقف کرکے ایک مشترکہ پول تشکیل دیتے ہیں، جس کی ملکیت وقف کنندہ سے اللہ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ بوقتِ ضرورت اس مشترکہ پول میں پیسے جمع کروانے والے منافع سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ ''واقف کا وقف میں شرائط لگانا یا بعض ضروری قواعد وضع کرنا صاحبِ شریعت کے فرمان کی مانند ہے''، جس کے تحت جو شخص بھی اس وقف فنڈ کو عطیہ دیگا وہ نافذ شرائط کے مطابق فوائد اُٹھانے کا مستحق ہوگا۔ وقف فنڈ سے ممبران کا تعلق محض عقدِ تبرع کا ہوتا ہے۔ گویا مشروط وقف نہ صرف جائز بلکہ متعین اصول کی روشنی میں ان کی پابندی بھی لازم ہے۔ اسطرح تکافل سسٹم میں وقف کرنے والا، وقف کے مصالح کے پیشِ نظر، وقف کے دائرہ کو مخصوص افراد تک محدود اور وقف فنڈ سے استفادہ کرنے کی مخصوص شرائط مقرر کر سکتا ہے۔ لوگ اس فنڈ کی رُکنیت حاصل کرنے کے بعد باقاعدہ اس فنڈ کو بطور تبرع ایک خاص مقدار میں حسبِ شرائط وقف (نامہ) عطیات دیتے ہیں اور جن شرکاء کو کبھی کوئی نقصان پہنچے تو وہ وقف فنڈ سے فوائد کے حصول کے مستحق ہوتے ہیں، جو عطیات اس فنڈ میں آتے ہیں وہ محض تبرعات ہوتے ہیں، بذاتِ خود وقف نہیں ہوتے۔ بلکہ مملوکِ وقف ہوتے ہیں، جیسا کہ کسی بھی وقف میں دیا گیا چندہ وقف نہیں ہوتا، بلکہ مملوکِ وقف ہوتا ہے۔ **یہ عطیات چونکہ شرکاء کی ملکیت سے خارج ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور نہ ہی میراث کے احکام جاری ہوتے ہیں،** بلکہ سال کے اختتام پر تمام ادائیگیوں کے بعد بچ جانے والی رقم (سرپلس) کے وہ مستحق بھی نہیں ہوتے ہیں، کیونکہ یہ تبرعات **مکمل** طور پر

پول کی ملکیت میں چلے جانے سے وقف پول، قوائد وضوابط کے مطابق ان رقوم کو استعمال کرتا ہے۔ لیکن جب ان کو نقصان پہنچتا ہے تو پھر اسکے نتیجہ میں وہ اس وقف پول سے فوائد کے حصول کے مستحق ہوتے ہیں۔ مذکورہ فنڈز کو شرعی طریقہ کے مطابق کاروبار میں لگایا جاتا ہے اور اس سے حاصل شدہ نفع کا مالک یہی وقف فنڈ ہوتا ہے۔ اس فنڈ سے شرکاء کو جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ اُنکے وقف فنڈ کو دیئے گئے تبرعات کی بنیاد پر نہیں ہوتے، بلکہ یہ فوائد عطاءِ مستقل ہوتے ہیں۔ یعنی اس لحاظ سے کہ عطیہ دینے والے بھی موقوف علیم میں داخل ہیں۔ کیونکہ واقف نے وقف سے استفادہ کا حق اس کو دیا ہے جو اسکی رُکنیت حاصل کرے۔ اس لحاظ سے ہر ممبر موقوف علیہ ہوگیا، یعنی جس پر وقف کر دیا گیا ہو۔ تکافل نظام میں کمپنی کی ایک حیثیت وکیل یا منیجر کی ہوتی ہے جو وقف فنڈ کی دیکھ بھال کیلئے ''وکالہ فیس'' وصول کرتی ہے، جو وقف شدہ عطیات کے فنڈ سے وصول کی جاتی ہے۔ نیز کمپنی وقف فنڈ میں موجود رقم کو اسلامی اصولوں کے مطابق سرمایہ کاری میں لگاتی ہے۔ اس حیثیت سے کمپنی چونکہ مضارب ہوتی ہے اور فنڈ ربّ المال ہوتا ہے۔ لہذا کمپنی مضاربہ کے نفع میں سے متعین حصہ وصول کرتی ہے۔ وقف فنڈ کی آمدنی میں شرکاءِ تکافل سے وصول شدہ زرِتعاون، ری تکافل آپریٹرز سے حاصل شدہ کلیمز، فنڈز کی سرمایہ کاری سے حاصل شدہ نفع، پول کے فنڈ میں سے خسارے کی صورت میں وکیل (کمپنی) سے حاصل شدہ قرض حسنہ اور اس فنڈ میں دیا جانے والا کوئی بھی عطیہ شامل ہے۔ جبکہ وقف کے **اخراجات** میں شرکاءِ تکافل کے کلیمز کی ادائیگی، ری تکافل کے اخراجات، تکافل آپریٹر کی فیس، فنڈ کی سرمایہ کاری کے نتیجہ میں تکافل آپریٹر کا نفع میں حصہ، سرپلس کا وہ حصہ جو ممبرز میں تقسیم کیا جاتا ہے، قرضِ حسنہ کی واپسی، عطیات/خیرات کی مدّ میں ادا کی گئی رقوم شامل ہوتی ہیں۔

جنرل تکافل میں اثاثہ جات، یعنی جہاز، موٹر اور مکان وغیرہ کے ممکنہ خطرات سے نمٹنے کیلئے تکافل کی رُکنیت فراہم کی جاتی ہے اور اگر تکافل کی رُکنیت حاصل کرنے والے اثاثہ کے ساتھ کوئی حادثہ لاحق ہو جائے تو اس نقصان کی تلافی ''وقف فنڈ'' سے کی جاتی ہے۔ کمپنی وکالہ فیس کے عوض وقف فنڈ کو منظم کرتی ہے، جسے سرمایہ کاری کیلئے کسی شرعی کاروبار میں لگایا جاتا ہے، جس کی مختلف شرعی شکلیں اور صورتیں ہوتی ہیں، جن کے نفع کو خاص تناسب سے طے کیا جاتا ہے، جس سے کمپنی کو بحیثیت مضارب اپنا حصہ ملتا ہے اور باقی نفع وقف فنڈ میں جاتا ہے، جو فنڈ کی اپنی ملکیت ہوتا ہے۔ فیملی تکافل میں انسانی زندگی کے ممکنہ خطرات سے نمٹنے کیلئے تکافل کی رُکنیت فراہم کی جاتی ہے، جس میں شرکاء کو تکافل کے تحفظ کے ساتھ حلال سرمایہ کاری کے مواقع بھی فراہم کیے جاتے ہیں۔ اس میں وقف فنڈ کے علاوہ شریکِ تکافل کا سرمایہ کاری فنڈ ہوتا ہے۔ جبکہ جنرل تکافل میں شریکِ تکافل (کا) اکاونٹ نہیں ہوتا۔ شریکِ تکافل کی جانب سے دی گئی رقم پہلے 'سرمایہ فنڈ اکاونٹ' میں آتی ہے، جہاں پر یہ سرمایہ کاری اسلامک میوچل فنڈ کی طرز پر عمل میں لائی جاتی ہے اور اس رقم سے شرکاء کیلئے فنڈ میں یونٹس خرید لئے جاتے ہیں۔ پھر وہاں سے کچھ حصہ یونٹس کی منسوخی کے ذریعہ وقف فنڈ کیلئے نکال لیا جاتا ہے۔ وقف فنڈ میں موجود (ہ) رقم شریک رُکن کی ملکیت ہوتی ہے جس پر میراث اور زکوٰۃ کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ وقف پول میں آنے والی رقم محض تبرع کی بنیاد پر ہوتی ہے جو شریکِ تکافل کی عمر، صحت، پیشہ، اسکے طور طریقے اور رُکنیت پلان کے مطابق مختلف ہوسکتی ہے۔ سرمایہ کاری فنڈ میں موجود رقم سے اخراجات نکالنے کے بعد، بچنے والی رقم کو کمپنی بطور وکیل، شریعہ بورڈ کی نگرانی میں سرمایہ کاری کیلئے لگاتی ہے جس کیلئے وہ اپنی وکالہ فیس وصول کرتی ہے، جسکا نفع سے تعلق نہیں ہوتا ہے۔ اسطرح سرمایہ کاری کے نتیجہ میں حاصل شدہ منافع شریکِ تکافل کو فراہم کیا جاتا ہے، جسے اگر زندگی میں کبھی کوئی حادثہ لاحق ہو جائے تو وقف فنڈ سے اس کی تلافی کی جاتی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ شریکِ تکافل کی جانب سے ادا کردہ زرِتعاون دو مقاصد میں تقسیم ہوتا ہے، یعنی رقم کا کچھ حصہ بطور تبرع وقف فنڈ میں چلا جاتا ہے اور باقی ماندہ حصہ سرمایہ کاری میں لگایا جاتا ہے۔ تکافل تحفظ کے سلسلہ میں تمام کلیمز کی ادائیگی وقف پول سے کی جاتی ہے۔ اسی طرح سال کے آخر میں کلیمز کی ادائیگی اور اخراجات منہا کرنے کے بعد شریعہ بورڈ سے منظوری لے کر سرپلس کو شرکاء کے درمیان تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ نقصان کی صورت میں تکافل آپریٹر اپنی وکالہ فیس میں کچھ اضافہ کیے بغیر ''وقف فنڈ'' کو قرضِ حسنہ فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ **تکافل، عقدِ تبرع، جبکہ مروجہ انشورنس، عقدِ معاوضہ ہے۔ تکافل میں سرپلس سے ممبرز کو حصہ مل سکتا ہے، جبکہ انشورنس میں یہ کمپنی کا ہوتا ہے۔** لہذا یہ واضح ہوا کہ **روایتی انشورنس عقدِ معاوضہ ہونے کی وجہ سے سود، قمار اور غرر سے مرکب ہے۔ جبکہ تکافل کی بنیاد محض تبرع ہے،** جس میں ربوٰ (رِبا) کا تصور ہی نہیں اور اگر غرر ہے تو عقدِ تبرع میں مؤثر نہیں۔

بہر کیف یہ سب رِبا فری سسٹم کے تحت **امدادِ باہمی کوپن سکیم** کی برکتوں کا نتیجہ ہوگا جس سے بتدریج حقیقی معنوں میں اسلامی بینکاری نظام رائج ہوگا۔ امدادِ باہمی کے کوپنز کو جدید مشینی کارڈز کی طرز پر رائج الوقت کرنسی سے جداگانہ حیثیت حاصل ہوگی۔ یہ بھی سونے کے ذخائر جیسی دولت کی ضمانت پر حسبِ ضرورت جاری ہونگے، جنہیں پاکستانی روپے کی بنیادی ضمانت پر حکومتِ پاکستان کرنسی نوٹ کے معیار اور حفاظتی تدابیر پر گورنمنٹ پرنٹنگ پریس میں چھاپے گی۔ انکی چھپائی میں کرنسی نوٹ کیلئے اختیار کی جانے والی تمام حفاظتی تدابیر استعمال کی جائیں گی۔ یہ کوپن کرنسی نوٹ سے بالکل مختلف رنگوں اور سائز کے ساتھ 10، 50 اور 100 کی تعداد میں کوپن بکس، سکّوں اور پلاسٹک کے کریڈٹ کارڈز کی صورت میں فروخت ہونگے، تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی کا امکان پیدا نہ ہو اور حسبِ ضرورت بُک سے علیٰحدہ کر کے یا کارڈ کو مشین کے ذریعہ استعمال میں لایا جاسکے گا۔ کوپن کی ضمانت کرنسی نوٹ ہوگا جس سے یہ خریدے جاسکیں گے جو سکّے اور نوٹوں کی شکل میں بھی میسر ہونے کے علاوہ کارڈ کی صورت میں ATM مشین سے چارج ہوسکیں گے۔ جیسا کہ دورِ جدید میں بتدریج کاغذی نوٹوں کی بجائے آن لائن ٹرانزیکشن ہی ہوتی جارہی ہے۔ اس لئے کوپن سسٹم کے مماثل ٹیلیفون کارڈ، پیزا کارڈ اور ایسی کئی دیگر سکیمیں نظام ہذا سے ملتی جلتی ہیں کہ صارفین کو ایک سو روپے کی نقد ادائیگی پر ٹیلیفون کارڈ کے ذریعہ اضافی وقت کی رعایت، جبکہ فون کمپنی کو ایڈوانس کی رقم ملنے سے دونوں فریق فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح پیزا کمپنی والے ایک خریدنے پر دوسرا مفت دینے کے نام پر کارڈ بیچتے ہیں۔ پانچ سو روپے کا کارڈ لینے پر وہ گاہک کو ایک اضافی سہولت دے کر باہم فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔ ایسے ہی سالانہ ممبر شپ فیس ادا کرنے پر قاری کو پورا سال اخبار یا رسالہ رعایتی نرخوں پر ملتا رہتا ہے۔ گویا ادارے ایڈوانس میں رقم اکٹھی کر کے پہلے اپنا معاشی استحکام بناتے ہیں پھر اپنے صارف کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ ایسا نظام وسیع تناظر میں کوئی فرد یا ادارہ نہیں بلکہ حکومت نافذ کر سکتی ہے جس کے پاس مطلوبہ وسائل کا نیٹ ورک ہوتا ہے۔

چنانچہ کوپن سسٹم کے رائج ہونے پر اشیائے صَرف کی قیمتیں کم ہو کر ایک تہائی سطح تک آ جائیں گی۔ غیر معمولی فوائد کی حامل انعامی بانڈز کی مانند ترغیبی سکیموں کے انعامات بذریعہ قرعہ اندازی تقسیم کیے جائیں گے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ یعنی ایک ملین روپے کے ایک ہزار روپے مالیت کے (دس ملین/ ایک کروڑ) انعامات نکالے جائیں گے جس سے ہر آدمی کی کوشش ہوگی کہ وہ زیادہ سے زیادہ بانڈز خریدے۔ ایسا ہونا مروجہ عام انعامی بانڈز کی ضد ہوگا جس میں شرح سود کی زیادتی کی وجہ سے عوام تمسکات (بانڈز) کو بڑی خواہش سے خرید لیتے ہیں، جہاں مجلس اقوام کو اپنے نگران کار ایجنٹس مقرر کر کے یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ تمسکات کے کاروبار کو کنٹرول کرے۔ حکومت کے موجودہ بانڈز محدود استعمال کیلئے ہیں، جبکہ مجوزہ غیر سودی ایسے کوپن، بانڈز، کارڈز، سیونگ سرٹیفکیٹس ہیں جن کی مالیت واپس کرنی پڑے، نہ ہی ان پر سود دینا پڑیگا اور انہیں بلا امتیاز ہر کوئی سرکاری سیکٹر میں 66 فیصد رعایت پر خدمات یا اشیاء خریدنے کیلئے استعمال کر سکے گا۔ علاوہ ازیں مروجہ بانڈز کے برعکس کوپن گھروں میں پڑے رہنے کی بجائے زندگی کے ہر شعبے میں استعمال ہونے کی وجہ سے لوگوں کا معیارِ زندگی بلند ہوگا اور تمام ضروریاتِ زندگی کی سہولیات میسّر ہونا سونے پہ سہاگہ ہوگا۔

جان لیوا مہنگائی کے قاتل ''رعایتی کوپن/ کارڈ'' عام دِنوں میں ایک روپیہ کے دو کوپن ملتے ہیں اور اگر ایک لاکھ روپیہ یا اس کے جز وضربی یعنی دو لاکھ، تین لاکھ، چار لاکھ یا زائد مالیت کے کوپن مالی سال کے پہلے ماہ خریدے جائیں گے تو ایک روپیہ کے چھ کوپن دستیاب ہونگے۔ دوسرے ماہ مذکورہ مالیت کے پانچ کوپن فی روپیہ کی شرح سے ملیں گے۔ جبکہ تیسرے ماہ بشرح چار کوپن فی روپیہ اور باقی سال بھر روپے کے تین کوپن ملتے رہیں گے۔ سال میں صرف ایک بار لاکھ روپیہ خرچ کر کے تین لاکھ بچائے جاسکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حکومت پہلی رعایتی ترغیب کے طور پر ایک لاکھ روپیہ کے چھ لاکھ کوپن اور دوسری چھوٹ ایک لاکھ روپیہ کے کوپن کی خریداری پر دس لاکھ روپے کی ڈیوٹی فری رعایت دے گی۔ حکومتی کنٹرول کی اشیاء اور سہولیات دُگنے کوپن دینے سے ایک تہائی قیمت پر دستیاب ہونگی۔ جیسا کہ عام حالات میں ریلوے کی ایک ہزار روپے کی ٹکٹ دو ہزار کوپن ادا کر کے پانچ صد روپے میں حاصل کی جاسکتی ہے۔ بالکل ویسے ہی سستے خریدے گئے کوپنز پر یہی ایک ہزار روپے کا ٹکٹ چھ کوپن فی روپیہ کے حساب سے (2,000 کوپن ÷ شرح 6) محض 333 روپے، پانچ کے حساب سے 400 روپے اور چار کے حساب سے 500 روپے میں ٹکٹ دستیاب ہوگا۔ کوپنز کی مُدت اور شرح خرید سے ٹکٹ کی نسبت کم یا زیادہ استفادہ ہوگا۔ اسی طرح کرچی سے لاہور پی آئی اے ہوائی جہاز کے ٹکٹ کا تخمینہ لگایا جاسکتا ہے جس کا دس ہزار روپے کا ٹکٹ متذکرہ بالا کلیہ کے تحت صرف (20,000÷6) 3,333 روپے، 4,000 اور 5,000 روپے میں ملے گا۔ یعنی عمومی طریقہ کار کے تحت ٹکٹ اگر 10,000 روپے میں مل رہا ہے تو مجوزہ کوپن سسٹم کے مطابق اس کی ادئیگی 20,000 کوپنز دے کر مقابلتاً 68% کی زائد شرح کے ساتھ بچت کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح ایک روپے کے چھ کوپن کی شرح سے موجودہ قیمت کے مطابق 40 روپے پر دستیاب ایک لیٹر پیٹرول کو ایم بی سی سسٹم میں 80 کوپن دیکر ارزاں نرخوں پر خریدا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی پانچ ہزار روپے بجلی کا بل دس ہزار کوپن دیکر کتاب میں موجود مذکورہ ٹیبل کے مطابق استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

مختصراً یہ کہ دوطرفہ بچت کی تکمیل کیلئے فوائد کے حصول کا یہی طریقہ پیٹرول یا بجلی کے علاوہ پانی، گیس، ٹیلیفون جیسے جملہ یوٹیلیٹی بلز یا سرکاری واجبات، ایندھن، سی این جی، ریلوے یا ہوائی جہاز کے ٹکٹ وغیرہ سمیت **انسانی زندگی کے اخراجات میں مرکزی حیثیت رکھنے والی ہر چیز یا سہولت کوپن کے ذریعہ ایک تہائی نرخوں پر دستیاب ہوگی**۔ نوے فیصد عوام مستفید ہونگے۔ یہ کوپن یا بانڈز تمام حکومتی زیر کنٹرول اشیاء یا خدمات کے سلسلہ میں استعمال کئے جائیں گے۔ یعنی عمومی طور پر حکومت کے براہ راست زیر کنٹرول بجلی، پانی، گیس، ڈاک، سکول، کالج یا سرکاری فیسیں، ریلوے یا پی آئی اے کے ٹکٹس جیسی تمام اشیاء اور خدمات عام آدمی کو ''دُگنے کوپن'' یا عرفِ عام 'اسلامی بانڈ' کی ادائیگی سے دُنیا کے اکثر ممالک کی مانند بہت سستی چیزیں مہیا کی جائیں گی۔ بالواسطہ حکومتی کنٹرول میں آنے والی چیزوں کیلئے ایک مصنوعی یا موجودہ قیمت اور دوسری رعایتی قیمت کی شکل میں دو قیمتیں مقرر ہونگی۔ مصنوعی یا موجودہ قیمت کو حصص یا کوپن خرید کر ریٹس چالیس سے ساٹھ فیصد کم کیے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ کسی بھی خدمت یا شے کی قیمت کے مطابق دوگنے کوپن دے کر بعض مدّوں میں 60 فیصد سے زائد بچت ہوسکتی ہے۔ کوپن کے نظام میں بچت کی اس کیفیت کو ایک جملے میں کچھ یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ **''ٹوٹل بل روپوں میں X کوپن یا کارڈز کی تعداد (دُگنا)''** کا نتیجہ کوپن خریدار کی آسودگی کا باعث بنے گا۔ ہزار یورو جمع کروانے پر حکومت دس ملین روپے ڈیوٹی فری آپشن کی سہولت بھی دے گی جس کے نتیجہ میں حکومت کے پاس پہلے ہی ماہ مالی سال کے آغاز میں دو سو بلین یورو جمع ہو جائیں گے۔ لیکن یہ آپشن صرف ایک ماہ کیلئے ہوگا۔ جو دوسرے ماہ کم ہو کر رعایت سات لاکھ اور تیسرے ماہ پانچ لاکھ روپے تک بالترتیب کم ہوتی چلی جائیگی۔ دس لاکھ روپے مالیت کے مساوی درآمدات پر ادا کی جانے والی ڈیوٹی فری کی مثال کچھ یوں ہے کہ کسی ملک کی فیکٹری قیمت پر ملنے والی تین لاکھ روپے کی ایک مشین یا گاڑی مروجہ معمول کے مطابق تین سو گُنا کسٹم ڈیوٹی کے حساب سے نو لاکھ روپے درآمدی قیمت پڑنے کے بعد مجموعی طور پر بارہ لاکھ روپے میں پڑے گی جس کا موازنہ دس لاکھ روپے تک ڈیوٹی فری ایم بی سی سسٹم سے کیا جائے تو ایک لاکھ روپے کے خریدے گئے کوپن سمیت گاڑی کی تین لاکھ فیکٹری قیمت ادا کرنے کے بعد بارہ لاکھ روپے کی بجائے آٹھ لاکھ کی ایک تہائی بچت کے ساتھ گاڑی صرف چار لاکھ روپے میں پڑے گی۔ تجارت میں ڈیوٹی فری سہولت کی تائید اسلامی روایات میں بھی ملتی ہے۔ نظامِ عشر کے حوالہ سے بہت سی روایات احادیثِ نبویؐ میں موجود ہیں جن میں تجارتی سامان سے جمع کردہ رقوم پر دسواں حصہ عائد کرنے کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کی گئی ہے۔ فقہانے عام طور پر اس محصول (عشر) کے نظام کو فرسودہ رسم قرار دیا ہے جسے حضورؐ نے منسوخ کر دیا تھا۔ اس اعتبار سے ہم یہ بات وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ **اسلام نے مسلمان ممالک کے درمیان کسٹم ڈیوٹی کو رد کیا ہے** جس کی رو سے باہم تجارتی لین دین کسٹم فری ہونا چاہیے۔ یہی موقف MBCS سسٹم میں اختیار کیا گیا ہے۔

اوائل اسلام میں اشیاء کی بین الاقوامی نقل وحمل میں مسلم ممالک کے مابین کوئی تجارتی محصول رائج نہ تھا۔ تاہم صرف غیر مسلم ممالک کے تاجروں پر اُس وقت عشر لگایا جاتا تھا جب وہ اسلامی مملکت کی حدود میں تجارت کرنے کی اجازت طلب کرتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق چند تاجروں نے خلیفہ حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ مسلمان تاجروں کو دورِ جاہلیت کے رسم ورواج کے مطابق اُنکی قابل فروخت اجناس کا دسواں حصہ (عشر) غیر مسلم علاقوں میں محصول کے طور پر ادا کرنا پڑتا ہے، جس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے مساوی بنیادوں پر حکم صادر فرمایا کہ غیر مسلم ممالک سے مسلم ریاست میں آ کر اپنا مال فروخت کرنے والے تاجروں سے عاملین اُسی شرح سے محصول وصول کریں۔ تاہم انہوں نے یہ فرمان جاری کیا کہ جس مسلمان یا ذمی نے معاہدہ کے مطابق اگر زکوٰۃ یا جزیہ اور اخراج ادا کیا ہے تو اُس پر کوئی

عشر (کسٹم ڈیوٹی کا محصول) عائد نہ کیا جائے۔اس طرح محصول کو جمع کرنے کیلئے جو عاملین مقرر کیے جاتے وہ دس فیصد کے حساب سے بیرون ملک کے غیر مسلم تاجروں سے محصول وصول کیا کرتے تھے، جبکہ ریاست کے ذمی تاجر شہریوں سے پانچ فیصد اور مسلمان تاجروں سے اڑھائی فیصد وصول کیا جاتا تھا۔البتہ جنگ کے اختتام پر ہاتھ آنے والا مال غنیمت کا پانچواں حصہ خمسؑ اللہ، رسولؐ، قرابت داروں، یتیموں محتاجوں اور مسافروں کے واسطے ہوتا تھا۔ظہورِ اسلام سے قبل تجارتی سامان پر عائد کردہ دس فیصد شرح محصول آجکل کی کسٹم ڈیوٹی سے مماثلت رکھتا ہے۔اسطرح چونگیوں پر لگائے جانے والے منڈی ٹول ٹیکس اور درآمدی سامان پر عائد کردہ تجارتی محصول میں کوئی خاطر خواہ فرق دکھائی نہیں دیتا کہ ان پر عشر کا اطلاق بھی صادق آتا ہے۔گویا اسلام میں مسلم و غیر مسلم کے دو مختلف تجارت پیشہ طبقات سے الگ حیثیتوں میں محصولات و ٹیکس جمع کرنے کی اسلامی و غیر اسلامی ممالک کی واضح تفریق موجود تھی۔ گویا غیر مسلم ممالک میں مسلمان تاجروں سے محصول لیا جاتا تھا، اس لئے غیر مسلم ممالک کے تاجروں سے بھی دس فیصد محصول لیا جانے لگا تا کہ توازن قائم رہے۔جس کی اصلاح امدادِ باہمی کوپن سسٹم کے نفاذ سے ممکن ہے۔جس میں سب عام و خاص کا بھلا ہے۔

صاحبِ ثروت لوگ جہاں حسبِ ضرورت مالیت کے کوپن پہلے ماہ زیادہ شرح منافع کے ساتھ خرید سکیں گے، وہاں عام آدمی اگر انفرادی طور پر نہیں تو اجتماعی حیثیت میں کمیٹی ڈالنے کے مترادف پول بنا کرسکتے کوپن خریدنے کیلئے پانچ، دس یا بیس سے لے کر سو افراد باہم مل کر بیس ہزار، دس ہزار یا پانچ ہزار سے لے کر ایک ہزار روپے جمع کر کے ایک لاکھ کی شرط کے ساتھ زیادہ سے زیادہ شرح منافع کے چھ کوپن فی روپیہ خرید سکیں گے۔اسطرح ان کی شرح منافع کی رقم پوری ہونے پر اُنہیں کوپن ایجنٹس کو کمیشن دینے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔آج اگر چند افراد مل کر ڈالی گئی کمیٹی کے نکلنے کا انتظار کر کے اپنی ہی بچت میں سے جمع کی ہوئی رقم واپس حاصل کر سکتے ہیں تو منافع زیادہ اور فوری ملنے کا یقین ہونے پر لوگ بلا تامل رقم نہ ہونے کی صورت میں گھر پڑے ہوئے سونے چاندی کے زیورات بیچ کر سستے کوپن خرید لیں گے۔شیڈ ولڈ بینک بھی کوپن کی خرید و فروخت میں اہم کردار ادا کریں گے جو کوپن اکاؤنٹ کھول کر چند ہزار روپے اپنے پاس زرِ ضمانت محفوظ رکھ کر ایک روپے کے پانچ، ساڑھے پانچ اور چھ کوپن تک زیادہ سے زیادہ شرح منافع پر فروخت کرسکیں گے اور جمع شدہ رقم ترقیاتی منصوبوں میں لگا کر خاطر خواہ منافع کمائیں گے۔ **جب کوپنز زرِ مبادلہ یا جنس کی صورت اختیار کر جائیں گے تو کچھ مخیّر حضرات اور کوپن کا کاروبار کرنے والے رجسٹریشن کروا کر یا کوپن ایجنٹس سے ڈسکاؤنٹ کے ذریعے کم قیمت پر کوپن حاصل کرسکیں گے۔** فرض کریں ایک رجسٹرڈ کوپن ایجنٹ ایک ماہ میں تین لاکھ کوپن فروخت کرتا ہے تو سال میں چھتیس لاکھ کوپن فروخت کر کے تین لاکھ ساٹھ ہزار روپے سالانہ منافع کما سکتا ہے۔اگر یہ دو فیصد کمیشن خریدار کو چھوڑ دے تو 2,88,000 روپے سال کے پہلے ماہ میں بھی کما سکتا ہے۔اتنی رقم اگر آج حاصل کرنے کی کوشش کی جائے تو آسانی سے نہیں ملے گی اور اگر مل جائے تو سود سمیت اصل زر بھی واپس کرنا ہوتا ہے۔جبکہ کوپن سسٹم کے تحت یہ رقم اُس کی اپنی ہوگی جس سے جیسا چاہے کاروبار کرے، اس کے وارے نیارے ہو جائیں گے۔ بہت زیادہ سمجھ دار کوپن ایجنٹس پانچ یا سات فیصد تک چھوڑ کر کوٹہ فروخت کریں گے۔ کیونکہ اُن کو پتہ ہے کہ اس رقم کو کاروبار میں لگا کر یا کوپن کی خرید و فروخت سے سال بھر میں دس گُنا کیسے کرنا ہے۔مقابلے کی اس صورتحال کا فائدہ یقیناً غریب آدمی کو ہوگا جو سال کے شروع میں ایک روپے کے چھ کوپن نہیں خرید سکیں گے، اُنہیں بھی ایک روپے کے چھ کوپن ملنے کے مواقع میسّر آسکیں گے۔حکومت مطبوعہ ٹریژری بانڈز، یورو بانڈز اور سیونگ بانڈز یا سرٹیفکیٹس کی شکل میں ایسے کوپنز کا اجراء کرے گی۔

یہ امر قابل توجہ ہے کہ اگر پاکستان میں 10 سے 15 فیصد لوگ صرف ایک لاکھ روپے خرچ کر کے کوپن خرید لیں تو حکومت کو آمدنی سنبھالنا مشکل ہو جائیگی۔جبکہ اب حکومت کا بجٹ اگر 30 کھرب روپے اور آمدنی 19 کھرب روپے ہو تو 11 کھرب کا خسارہ پورا کرنے کیلئے سرکار کو بے تحاشا ٹیکس لگانے پڑیں گے۔جبکہ MBC سسٹم کے نفاذ کے بعد ٹیکسوں کا مکمل خاتمہ ہو جائیگا، کیونکہ جب حکومت کو وافر مقدار میں ضرورت سے بھی زیادہ رقم میسر آجائیگی تو ٹیکس کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ **ایک محتاط اندازے کے مطابق پاکستان میں روزانہ 10 ٹریلین روپے کے لگ بھگ کاروباری لین دین ہوتا ہے۔اگر ہر لین دین پر 15 فیصد کوپن یا بانڈ کی صورت میں رقم حکومت کو ملے تو یہ 250 ارب روپے بنتے ہیں جو بغیر خرچ کیے حکومت کو روزانہ کی بنیاد پر ملیں گے۔** حکومت کیلئے اِسے سونے کی کان سے بھی بڑی نعمت کہا جاسکتا ہے۔اتنی کثیر رقم ملنے کے بعد حکومتِ پاکستان کی معاشی حالت مستحکم ہو جائیگی اور MBCS کوپن کے اجراء کے ساتھ ہی بینکوں میں کسی بھی شرح سود پر رقوم کا جمع رہنا ناممکن ہو جائیگا۔اس سکیم کی بدولت وہ سارا پیسہ جو حکومتی دسترس سے باہر تھا، اب حکومتی کھاتوں میں شامل ہو جائیگا۔

معاشرتی خرابیوں کی ذمہ داری دولت کی غلط تقسیم سمیت زرِ مبادلہ اور سکوں کی اعتدال سے ہٹ کر ہونے والی گردش پر بھی عائد ہوتی ہے۔سکہ کی بجائے محنت کا بدل ''محنت (لیبر) نوٹ'' جاری کیے جانے چاہیں، جو اسٹوروں میں خرید و فروخت کیلئے استعمال ہوں، جہاں بیک وقت خریدار فروخت کنندہ بھی ہو۔یعنی کوئی بھی شہری اپنا تیار کردہ مال بازار میں قائم متعلقہ سٹوروں پر اس کی تیاری میں خودکار نگرانی کے تحت نوٹ کردہ صحیح ترین صَرف شدہ حاصل محنت کے اوقات کار بتا کر فروخت کرسکتا ہے جس کے مطابق اسے لیبر نوٹ ملیں گے جن کے عوض وہ اپنی ضروریاتِ زندگی خریدے گا۔اسطرح جو شخص جتنا زیادہ وقت لگا کر چیزیں پیدا کریگا اُس کی آمدنی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔یعنی سکہ کی تعداد اور پیداوار کی مقدار میں راست تناسب ہونے سے دونوں ہم آہنگ ہو جائیں گے اور یوں افراطِ زر کا مسئلہ بھی ہمیشہ کیلئے حل ہو جائیگا۔ وگرنہ جس رفتار سے پیداوار کی مقدار، حاکمیت اور حلقہ اثر میں اضافہ ہوگا اُسی شرح سے محنت کار کا افلاس بڑھتا چلا جائیگا۔یعنی جتنی زیادہ چیزیں وہ پیدا کریگا، اتنا ہی وہ بحیثیت بازاری جنس سستا ہوتا چلا جائیگا۔ **گویا عالمِ بشری کی ناقدری، براہ راست اسی نسبت سے بڑھتی ہے جس نسبت عالمِ اشیاء کی قدر میں اضافہ ہوتا ہے۔زندگی سستی اور چیزیں مہنگی ہوتی چلی جاتی ہیں۔** نتیجتاً محنت کی پیداوار، محنت کار کی حریف بن کر اُسکے سامنے آکھڑی ہوتی ہے اور وہ اپنی ہی پیدا کی ہوئی چیزوں کا غلام بن کر رہ جاتا ہے۔تاہم سائنس اور ٹیکنالوجی نے اب اتنی ترقی کر لی ہے **اور پیداواری قوتیں اتنی بڑھ گئی ہیں کہ اگر طبقاتی مفادات راہ میں حائل نہ ہوں تو چند گھنٹوں کی محنت سے کرہ ارض کے سبھی رہنے والوں کی روزمرہ کی ضرورتیں بڑی آسانی سے پوری ہوسکتی ہیں۔**

بہر کیف لیبر نوٹ، ٹوکن یا بانڈ کی مانند ایک رسید ہوگا جو قومی دولت میں ایک مخصوص قدر کے اضافے کا ثبوت ہوگا جس کا حامل جب اور جو چیز چاہے خرید سکے گا۔ یہ منصوبہ ناکام اس صورت میں ہوسکتا ہے جب ایکسچینج کے ممبران اپنا مال سٹور میں فروخت کرتے وقت محنت کے اوقات کار کی مقدار کو بڑھا چڑھا کر بتائیں گے، تا کہ اُنہیں زیادہ لیبر نوٹ مل سکیں۔ مگر یہ فائدہ مند اس لئے نہیں ہوگا کیونکہ **ہر شخص کو زندگی گزارنے کیلئے مساوی سطح پر درکار بنیادی سہولیات ملنے کی وجہ سے بے جا مال و دولت جمع کرنا بیکار و بے مقصد ہوگا اور یوں انسانی و قومی فرض اور ذاتی مفاد، ہم آہنگ**

ہوجائیں گے۔ وگرنہ ہرفرد ذاتی مفاد کی خاطر دوسروں سے ذاتی یا کاروباری مخاصمت کی بناء پر مصروفِ پیکار رہے گا۔ جس سماج میں افراد ایک دوسرے کے ساتھ خودغرضی کا معاملہ کریں، کوئی شخص اپنی ذاتی غرض اور اپنے نجی فائدے کے بغیر کسی کے کام نہ آئے، ایک آدمی کی حاجتمندی کو دوسرا آدمی اپنے لئے نفع اندوزی کا موقع سمجھ کر اُسکا بھرپور فائدہ اُٹھائے اور مالدار طبقوں کا مفاد عوام کے مفاد کی ضد بن جائے، جہاں ننگی خودغرضی کے تحت ہر مادی واخلاقی چیز کا بیوپار ہوتا ہو، جس کی قدر کا تعین بازار میں ہوتو ایسا معاشرہ کبھی مستحکم نہیں ہوسکتا۔ **یعنی انسان نے قانونِ قدرت سے انحراف کر کے ایک غیر فطری معاشرہ بنا کر طبقے پیدا کر لئے ہیں،** جنکا مفاد ایک دوسرے سے ہمہ وقت ٹکراتا رہتا ہے۔ **ہر شخص دوسرے شخص میں نئی احتیاج پیدا کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ موجودہ معاشرے کی اساس باہمی تعاون کی بجائے مقابلے اور مسابقت پر ہے۔ ہر طبقے اور پیشے کا انسان خود کی بجائے دوسروں کو اپنا حریف خیال کر کے مقابلہ کرنے کے مرض میں مبتلا ہے۔** ڈاکٹر کی خواہش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ شہری بیمار ہوں، وکیل چاہتا ہے کہ ہر گھر مقدمے بازی میں اُلجھ جائے، موچی لوگوں کے جوتے جلد ناکارہ ہونے کا خواہشمند ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ الغرض **ہماری مہذب دُنیا میں ہر شخص پوری آبادی کے خلاف آمادۂ جنگ دکھائی دیتا ہے۔** کتنے ہی پیشے تھے جو عزت واحترام کے ہالے میں لپٹے ہوئے تھے جسے سرمایہ دار نے چھین کر اُستاد، طبیب، عالم، فنکار، شاعر، سائنسدان سب کو ہی **اُجرتی** بنادیا ہے۔ حتیٰ کہ خاندان کے چہرے کی جذباتی نقاب کو نوچ کر اُسے مادیت صفت 'روپے' کے رشتے میں ڈھال دیا ہے جس سے معاشرہ کا ماحول، تعلیم و تربیت اور اقدار کی فضا اس قدر ابتر ہوچکی ہے کہ انسانی ضمیر کی مطلوبہ آواز مرتب نہیں ہو پارہی کہ **"مال صدقۂ جان اور جان صدقۂ آبرو"** کو مستقل قدر بنایا جاسکے۔ اس لئے سیاسی، سماجی اور معاشی مساوات کی عمارت جس اقتصادی ڈھانچے پر کھڑی کرنی ہے اُس میں **سب انسانوں کے حقوق مساوی ہونے سے دوبارہ احترامِ انسانیت کے ہالے وجود میں آجائیں گے** اور فقہا کی تصریح کے مطابق بھی ہمارے نجی استعمال میں روزانہ آنے والے برتن، کھانہ، کپڑے، گھر، فرنیچر، گھڑی، ریڈیو سیٹ، ٹی وی، سائیکل، موٹر کار اور روزی روٹی کمانے والے آلات جیسی اشیائے صَرف کی یکساں ومنصفانہ تقسیم کے بعد دوسروں کی محنت سے نفع کمانے اور چلنے والی فیکٹریاں، کارخانے (محنت گاہیں)، ذرائع پیداوار، زمین، بینک، معدنیات کی کانیں، جہاز، ریل گاڑیوں جیسی جملہ املاک پر **ذاتی ملکیت** کا حق منسوخ کر کے مشترکہ ومساوی حق کی حامل گاؤں کی شاملات کی مانند ریاستی تحویل میں دے دی جائیں گی جس میں **انفرادی عمل دخل حتمی نہ ہوگا** اور فاضلہ دولت بھی انفرادی کی بجائے **اجتماعی ملکیت** میں تبدیل ہوجائیگی، تاکہ اُسے متعین شرح کے ساتھ افراد میں جسمانی اور ذہنی کام کرنیوالوں کی تخلیقی محنت کی مناسبت سے تقسیم کردیا جائے۔ **کیونکہ صحیح معاشی نظام وہ ہے جس میں فاضلہ دولت کسی (ایک فرد یا گروہ) کے پاس نہ رہے** (2/219)۔ افسوس کہ جن کو سب کچھ ملتا ہے وہ کام نہیں کرتے، جبکہ محنت کرنا قانونِ قدرت ہے جو ہر فرد کو کرنی چاہئے۔ کیونکہ دُنیا کا کوئی جانور ایسا نہیں ہے جو جبلّی طور پر محنت نہ کرتا ہو، یا ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر اپنی ضرورتیں پوری کر لیتا ہو، اور یقیناً یہی وجہ ہے کہ انہیں شوگر، بلڈ پریشر جیسی جسمانی بیماریاں جلد لاحق نہیں ہوتیں۔

لہذا مجوزہ نظام کے تحت زمین اتنی ہی اور اُس شخص کو ملے گی جو خود کاشت کر سکے گا جس کی حد پاکستان میں آٹھ سے دس یا ساڑھے بارہ ایکڑ ہوگی جو جدید ٹیکنالوجی کے حامل ترقی یافتہ بیرون ممالک میں سہولیات میسّر ہونے کی بناء پر چھ سے آٹھ ایکڑ زرعی اراضی اوسط درجے کے خاندان کیلئے نہ صرف کافی ہوگی، بلکہ وہ قومی آمدنی میں اضافے کا باعث بھی بن سکے گا۔ زرعی کارپوریٹ فارمنگ کی مانند ہر قسم کی صنعتی پیداوار میں بھی کارپوریشن کے قیام کی شکل میں اجتماعیت کو فروغ دیا جائیگا۔ جہاں تک صنعتکاری میں افرادی قوت کے باعث آمدنی کا تعلق ہے، وہاں نفع وہ قدرِ زائد ہے جو محنت کے باعث خام اشیاء میں پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ کچا مال، عمارتیں، مشینیں اور اُجرتیں، خود اپنی قدروں میں اضافہ نہیں کرتیں، بلکہ مزدوروں کی محنت کا ثمر ہوتی ہے۔ جامد سرمایہ کی بازار میں قابلِ فروخت گردشی پیداوار کا حقیقی خالق دولتمند طبقہ نہیں، بلکہ مزدور ہوتا ہے جو عددی طور پر ہر دس میں سے آٹھ ہونے کے باوجود پیداوار کا فقط 6/60 حصہ، جبکہ دولت مند طبقہ 54/60 حصہ اپنے تصرف وقبضہ میں رکھتا ہے۔ **پاکستان میں غربت مسلسل بڑھنے سے متوسط طبقے کی شرح آبادی، کل کا 10 فیصد رہ گئی ہے۔** یعنی آبادی میں دولتمندوں کا تناسب فقط 12/60 ہوتا ہے جو پاکستان میں غریبوں کی تعداد بڑھنے سے بتدریج کم ہوتا جارہا ہے اور دیکھا جائے تو دہشت گردی کی اصل وجہ بھی محض غربت ہے، اس کو مذہب سے جوڑنا سراسر غلط ہے۔ ایک متمول یا آسودہ حال شخص خودکش حملہ آور کیونکر ہوسکتا ہے؟ **معاشی ناہمواری ہی دہشت گردی کا اصل محرک ہے۔** غریب ترین علاقوں میں غربت کے ستائے ہوئے نوجوان خودکش بمبار بنتے ہیں جو اپنے اور غیروں کے آلۂ کار بن کر نہ صرف خود مرتے ہیں، بلکہ درجنوں بے گناہوں کی موت کا سبب بھی بنتے ہیں۔ یہاں کا مزدور 8 دن میں فقط ایک دن یا ایک دن میں ایک گھنٹہ اپنے اور اپنے بال بچوں کیلئے کام کرتا ہے اور باقی ماندہ اُسکا وقت دوسروں کی خاطر صَرف ہوتا ہے۔ مزدور کے پاس اپنی قوت ومحنت کے علاوہ کوئی اثاثہ نہیں ہوتا جس کو وہ فروخت کر سکے۔ لیکن فرمایا **معاوضہ صرف محنت کا ہے سرمایہ کا نہیں،** کیونکہ سرمایہ کا معاوضہ ربوٰ ہے، خواہ اس کی کوئی بھی شکل کیوں نہ ہو (53/39)۔ مگر انصاف کا تقاضا ہے کہ سرکار سے معاوضہ پر حاصل شدہ اللہ کے عطا کردہ ذرائع پیداوار کو استعمال کرنے کا معاوضہ سرمایہ دار کو بھی ملنا چاہیے، کیونکہ تیار شدہ مال مشترکہ محنت کا نتیجہ ہوتا ہے، جسے کوئی بھی ایک فریق اکیلے تیار کرنے کا دعویٰ نہیں کرسکتا اور مشینوں اور کچے مال کے بغیر مزدور بیکار ہوسکتا ہے۔ اس لئے فریقین کو شرحِ ادائیگی عدل پر مبنی ہونی چاہیے۔ فیکٹری وکارخانہ کے کاروبار میں خوشگوار یا کٹھن کام کی نوعیت واہمیت کے لحاظ سے اگر سرمایہ دار کو 20/60، محنت کار کو 25/60 اور منتظمین کو 15/60 حصہ کارکردگی کی بنیاد پر دینا ارکان خود طے کریں تو مرورِ زمانہ (بطور حصہ دار) 3/60 حصہ لینے والا آہنگ کا غریب مزدور مذکورہ شرح سے ادارے کا جزوی مالک وشراکت دار ہونے کے ناتے 'میری زمین، میری فیکٹری' کے احساس کے ساتھ زیادہ تندہی سے کام کریگا۔ اس لئے آجر اور آجیر کی طبقاتی جدوجہد تیز کرنے کی بجائے بطور حصہ دار شریک ہوکر پیداواری حصص خریدنے کیلئے محنت کشوں کو آمادہ کیا جائیگا، تاکہ **امدادِ باہمی کے تحت مزدوروں کی ٹریڈ یونینوں کے ذریعہ فنڈ جمع کر کے ایک دولتِ مشترکہ کے سرمایہ سے سرمایہ داروں اور مزدوروں کی ہمہ قسم جوائنٹ سٹاک کمپنیوں کی ملکیتی فیکٹریاں اکائی سطح پر کھولی جائیں گی** جس سے یقیناً حقیقی خوشحالی آئیگی۔ **مزدور یا کارکن کو منافع کا کچھ حصہ بطور مزدور ملنے کے علاوہ کچھ حصہ بطور حصہ دار (بونس) ملے گا اور منتظم منتخب ہونے پر الگ سے حصہ ملے گا** تو ایسے میں ریاستی زمینیں اور صنعتیں سونا اُگلیں گیں۔ جبکہ **پیداواری تقسیم کی اساس،** رسد وطلب کی بجائے **عدل واحسان پر ہوگی۔** مختصراً یہ کہ **زرعی اصلاحات کے ساتھ ساتھ سرمایہ کی بھی ازسرِ نو تشکیل کر کے صنعت وتجارت میں افرادی قوت کیلئے حصص کی واضح حد بندی کی جائیگی۔**

8- انتظامی یونٹس کی حامل وحدتی ریاست

ملک، ریاستیں، صوبے، ڈویژن، اضلاع یا تحصیلوں جیسی انتظامی تقسیم حقیقی عوامی ترقی وخوشحالی اور زیادہ آسانیوں کیلئے ہوتی ہے، نہ کہ اشرافیہ وحکمران نسلوں، خانقاہی سیاستدانوں، بیوروکریٹس، وکلاء، ججز، مخصوص صحافیوں اور جرنیلوں کی مزید اجارہ داری و بالادستی قائم ہو؟ ہمارا حکمران طبقہ مال ودولت کی بنیاد پر مقرر ہوتا ہے، کوئی غریب سوچ بھی نہیں سکتا۔ حالانکہ سورہ بقرہ (247) میں طالوت کی حکمرانی سے اس امر کی نفی کی گئی ہے۔ لہذا انفاق وتفریق کے حامل موجودہ بڑے حجم کے صوبوں کا خاتمہ کیا جائیگا اور ملک کو ون یونٹ کے مصداق ممکنہ اضلاع پر مشتمل انتظامی یونٹس (اکائیاں) بنایا جائیگا، تاکہ کثیر صوبوں والی وحدتی ریاست میں پنجابی، سندھی، پختون اور بلوچی جیسی عوام کو تقسیم کرنے والی متعصب صورتوں اور علیحدگی پسند آوازوں کا ازخود خاتمہ ہو جو عوام کو قوم نہیں بننے دیتیں۔ البتہ وزیراعلیٰ، گورنرز، وزراء اور اُنکی فوج ظفر موج نہیں ہوگی۔ اضلاع میں تمام چکوک اور قصبوں کے نام حسابی نمبروں میں تبدیل کر دیئے جائیں گے۔ وسائل کی مؤثر، منصفانہ اور متوازن تقسیم سمیت اختیارات بتدریج مرکز سے اضلاع اور اُنکی خودمختار مقامی اکائیوں کو سونپ کر ہر شخص کو اُس کی دہلیز پر مفت انصاف دیا جائیگا، جس میں تادیبی قسم کے نوآبادیاتی نظام انصاف کی بجائے انسدادی ضابطہ حیات تیار کیا جائیگا۔

9- پیشہ ورانہ افواج اور تربیت یافتہ مُنظّم قوم۔۔۔ نچلی سطح سے بلاامتیاز محکمانہ بھرتی کا آغاز۔۔۔ معاشرے کو غیر طبقاتی بنانے کی ایک کوشش!

انسان کی فطری کمی تو پوری نہیں کی جاسکتی ہے، لیکن یہ سچ ہے کہ انسان کی تشکیل اس کے گردوپیش سے ہوتی ہے جسے انسانی بنانے کیلئے سب کو ایک جیسا ماحول اور سہولتیں دے کر تعلیم واخلاق کے مطلوبہ معیار پر بنیادی پے سکیل کے ساتھ ابتدائی عہدہ میں تعینات کیا جائیگا۔ یعنی تعلیم کا مطلوبہ معیار مقرر کرکے نچلی سطح سے محکمانہ بھرتی کی جائیگی، تاکہ کوئی بھی ملازم دورانِ ملازمت شخصی وفنی صلاحیتوں، اخلاقی ظرف اور دُنیاوی ودینی تعلیم کے بل بوتے پر اپنی تعلیمی قابلیت اور عمدہ پیشہ ورانہ کارکردگی کی بنیاد پر مقابلے کی فضا میں ترقی کے ادنیٰ سے اعلیٰ مدارج طے کرتا چلا جائے۔ یعنی ہر ایک کا درجہ اور مرتبہ اسکے اعمال وکردار کے مطابق متعین کیا جائیگا (46/19) اور جو سب سے زیادہ حسن عمل کا پیکر ہوگا، وہ سب سے زیادہ واجب العزت ٹھہرے گا (49/13)۔ انسان کو اپنی ساکھ پر زندہ رہنے اور رکھنے کیلئے عزت کا معیار دولت واقتدار کی بجائے تقویٰ وکردار کی اعلیٰ صفت پر رکھا جائیگا۔ قرآنی معاشرہ میں ہر شخص کی عزت بلاتمیز قوم، رنگ، نسل، پیشہ، محض اُس کے انسان ہونے کی جہت سے ہوگی۔ کسی کو پست یا ذلیل نہیں سمجھا جائیگا۔ یعنی قرآنی معاشرہ میں کوئی کسی کا محکوم ومحتاج نہیں ہوگا۔ کسی شخص کی برتری کا معیار فرائض کی بجاآوری میں محنت اور دیانت سے کام لینے کے علاوہ نوعِ انسانی کو فائدہ پہنچانے کی قابلیت ہوگا۔ نیچے سے لے کر اوپر تک، عزت کا ہر مقام ہر شخص کیلئے کھلا ہوگا جسے وہ اپنی قابلیت اور حسن سیرت کی رو سے بطورِ حق حاصل کر سکے گا جو اس سے کوئی نہیں چھین پائیگا۔ ہم نے ایسا معاشرہ متشکل کرنا ہے جس میں ہر فرد وہ کچھ بن سکے جو اس میں بننے کا امکان ہے۔ بنیادی سہولتوں کی بلاتناسب دی جانے والی مراعات کے فرق کو منصفانہ تقسیم کے تحت مٹا دیا جائیگا۔ یعنی مزدور، ماہرین، منتظمین وغیرہ پر مشتمل عوامی درجہ بندی کے نظام کے تحت تنخواہوں اور سہولیات میں یکسانیت لاکر سماجی نظم وضبط برقرار رکھنے کی کوشش کی جائیگی۔ گویا بنیادی تنخواہ کا ایک مطلوبہ معیار مقرر کرکے عہدہ وکارکردگی کے حساب سے افسر یا ماتحت کے اہل خانہ کیلئے بنیادی تعلیم، صحت اور دیگر گھریلو اخراجات کی تفاوت کو ختم کرکے زمین آسمان کے فرق کو مٹایا جائیگا۔ قومی یکجہتی کیلئے ریاستی اداروں کو وفاقی سطح پر افواج کے انتظامی ڈھانچہ کی مانند منظم کیا جائیگا۔ جیسا کہ بعض مسلم وغیر مسلم ممالک کی افواج کے انتظامی ڈھانچہ کے تحت ایک مقررہ معیار پر ابتدائی عہدہ (سپاہی رینک) میں بھرتی کرکے محکمہ کے سربراہ بننے تک سب کو مساوی مواقع دیئے جاتے ہیں۔ بلاتخصیص ملازمین (خدّام) کے تبادلے ملکی سطح پر ہونگے۔ قومی دفاع کو مؤثر بنانے کی خاطر ہر بالغ مرد وزن شہری کو سالانہ بنیادوں پر مخصوص عرصہ کیلئے لازمی عسکری تربیت دی جائیگی جس کی تجدید بھی بوقت ضرورت کی جاتی رہے گی۔ نظام کے مکمل نفاذ تک مساجد میں بھی سکولوں کی طرح کلاسز کا اجراء ممکن بنایا جائیگا، جہاں سبکدوش ملازمین کام میں لائے جاسکیں گے جن کے معاونین تعلیم مکمل کرنے والے طلباء وطالبات پہلے ایک یا دو سال اعزازی طور پر لازماً مناسب اعزازیہ کے ساتھ اپنے مضمون کی مناسبت سے تعلیمی خدمات کیلئے اپنے آپ کو وقف کریں گے، جس کے بعد اُنہیں متعلقہ مقامی اکائی کے NOC ملنے پر ڈگری جاری کی جائیگی۔ اسی طرح ہر مرد وزن کیلئے فوجی تربیت حاصل کرنا بھی لازمی ہوگی۔ ہر مقامی اکائی کے پاس عسکری تربیت دینے والا ماہر فوجی عملہ مستقل طور پر موجود رہیگا، جس کی زیر نگرانی اس علاقہ کے زیر تربیت افراد کی تعداد کے مطابق تربیت گاہ پر اسلحہ وساز وسامان ہمہ وقت موجود رہیگا، اور اس تربیت گاہ اور متعلقہ اکائی کے تھانہ کا احاطہ ایک ہی ہوگا۔ مسلح تربیت یافتہ قوم کے ہوتے ہوئے کوئی بالواسطہ یا بلاواسطہ شب خون مارنے کی بیوقوفی بھی نہیں کر سکے گا۔

10- ملکی ترقی اور فنی قوتوں کا ضامن ادارہ

تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے تربیت یافتہ اور غیر ہنرمند افراد کو حکومت کی سرپرستی میں اُن کی چھپی ہوئی مہارتوں وصلاحیتوں کو فروغ دینے اور نکھار پیدا کرنے کے یکساں مواقع مہیا کیے جائیں گے۔ مقامی وضلعی اکائیوں کے توسط سے یہ ادارہ تمام بے روزگار وتعلیمی اداروں کے فارغ التحصیل افراد کیلئے روزگار کی سفارشات کریگا اور مقامی اکائیوں کی معاونت سے ان افراد کی تازہ ترین فہرست مکمل اور تجدید کے ساتھ برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ اُجرتوں کے معیار کا تحفظ بھی یقینی بنائیگا۔ معاوضے ومطالبے، اوقات کار کی تقسیم اور اس کے تعین اور ماحول کی بہتری کو یقینی بنانے کے علاوہ میرج بیورو کے فرائض بھی ادا کرکے والدین وبالغان کیلئے بروقت عائلی زندگی کے آغاز میں معاونت کریگا، تاکہ فراڈ، جعلسازی اور لواطت وہم جنس پرستی کی طرف مائل ہونے کے مواقع مفقود ہو جائیں۔

11- نظام تعلیم اور ہمارا شعور

قرآن علم کو خیر کثیر قرار دیتا ہے۔ اس لئے ملک میں ایک جیسا جدید تحقیق پر مبنی کردار ساز اور علم بخش نظام تعلیم نافذ کیا جائیگا، جس میں طلباء وطالبات کے ذہنی رجحان کے مطابق اُن کی راہنمائی کی جائیگی اور تعلیمی اداروں سمیت جملہ سرکاری وپرائیویٹ ملازمین کیلئے یونیفارم کا نفاذ ممکن بنایا جائیگا، تاکہ امیر وغریب ایک ہی سطح پر آسکیں۔ ہر ضلعی اکائی میں لازمی طور پر یونیورسٹی، ضرورت کے مطابق کالجز اور مقامی اکائی میں کم ازکم سکولوں کا قیام یقینی بنایا جائیگا، جہاں شفٹ وار تعلیم دی جائیگی، تاکہ ملازم پیشہ افراد بھی خواہش اور ضرورت کے مطابق اپنے دفتری اوقات کار کی مناسبت سے مطلوبہ تعلیم حاصل کرسکیں۔ خوشامدآنہ ذہن اور غلامانہ سوچ کی حوصلہ شکنی کیلئے ازقسم درخواستوں اور خطوط کے اندر کسی قسم کے بے جا التجائی فقرے لکھنے کی ممانعت ہوگی، جو انسانی فطرت کے خوشامدی

رجحان کو مہمیز دیتے ہیں۔ کھمبوں، سڑکوں، چوراہوں، درختوں پر مبارکباد اور خوش آمدید جیسے تمام بینرز اور اشتہاری بورڈوں کا خاتمہ کر کے بہت مجبوری یا دیگر ممالک کے سربراہوں کیلئے محض علامتی جھنڈیاں لگائی جاسکتی ہیں۔ جبکہ راؤ، راجہ، ملک اور چوہدری وغیرہ جیسی کسی شخصی یا علاقائی نسبت کے ناموں کے ساتھ گھروں یا دفاتر کے باہر عہدوں کے بورڈ بھی آویزاں نہیں کیے جائیں گے۔ گاڑیوں وغیرہ کی نمبر پلیٹوں یا سکرینوں پر آرمی، پریس، ایڈووکیٹ یا پولیس وغیرہ کے سٹکر اور لکھائی پر مکمل پابندی ہوگی، جس سے ذہنی پستی ظاہر ہوتی ہو اور قانون کو تحدید اور دھمکی ملنے کا تاثر ملتا ہو۔ تخلیقی عمل کے تحت دُنیاوی اور دینی تعلیم ایک ہی وقت میں دی جائیگی، نہ کہ ایک دوسرے کی ضد بنا کر متوازی نظام ہائے تعلیم نافذ کر دیئے جائیں۔ کیونکہ اسلامی مملکت میں شریعت کے مسائل ریاستی قوانین سے الگ نہیں ہوتے جس سے کسی الگ اور خاص گروہ کی ضرورت پڑے۔ ہر رائے پر تنقید اور نئی بات کا خیر مقدم اس انداز میں ہوگا کہ عقل و شعور کی فصل کاشت کی جاسکے۔ نئی نسل کی تعلیم و تربیت ابتدائی بارہ سالوں میں کرنے کی غرض سے قرآن مجید و احادیث، اخلاقیات، تہذیبی اقدار اور تاریخ پاکستان کا مطالعہ سکول دور میں ہی شروع کرانا ہوگا، کیونکہ اعلیٰ تعلیمی ادارے، بہر کیف اس کام کیلئے نہیں ہوتے۔ جبکہ انگریزی تعلیم جیسی کسی بھی زبان کو نصاب کا لزوم نہ بنا کر حصول تعلیم میں رکاوٹ بننے نہیں دیا جائیگا، جس سے یقیناً تعلیمی شرح میں اضافہ ہوگا اور کسی بھی زبان کے سیکھنے کا عمل انفرادی خواہش پر چھوڑ دیا جائیگا۔ اس سلسلہ میں عالمی سطح پر رائج ممالک کے نظامِ تعلیم کا تقابلی جائزہ بھی لیا جائیگا۔ مسلمانوں کی احسن اور ضروری تربیت کیلئے **اسلامی تاریخ، قرآن و سنت اور تمام فقہ کی جملہ احادیثِ مبارکہ، ہر اُمتی کو بلا معاوضہ مہیا کی جائیں گی۔** جب نظریۂ ترغیب کے تحت ہر شہر، قریہ اور گاؤں کے اندر اسلام کے متعلق قرآن اور احادیث میں سے سوالات کے امتحانات لے کر پانچ فیصد نمبر حاصل کرنے والوں کو پانچ سو روپے، جبکہ سو فیصد نمبر لینے والوں کو دس ہزار روپے (ماہانہ و سالانہ) دیئے جائیں گے تو یقیناً رغبت بڑھے گی۔ بیشک اس سلسلہ میں قرآن و احادیث کے اندر ''سزا و جزا'' اور رعایات و ترغیبات کا اصول پیش کر کے اچھے راستے پر چلنے کے نتیجہ میں انعامات کی ترغیب دی اور بداعمالی پر سزا تجویز کی گئی ہے۔

اِن تمام امور میں انفرادی و اجتماعی تجربہ کو مزید وسیع کرنے کیلئے ہر مقامی اکائی کے جملہ رائے دہندگان کو بطور مجلس عاملہ، باہم متعارف ہونے اور مجموعی اصلاح کرنے کی خاطر سال میں کم از کم ایک دفعہ سالانہ اجتماع یا اکٹھ میں متعلقہ اکائی حلقہ کے لوگوں کو کم از کم فی گھر ایک فرد کو لازماً شرکت کرنا ہوگی۔ **ہر اکائی اپنی ہم پلہ اکائی کے مرحلہ وار دورے بھی کیا کریگی، جبکہ شہری لوگوں کو دیہات اور گاؤں والوں کو شہروں میں معینہ مدت کیلئے وقت گزارنے کی ترغیب دے کر ثقافتی عدم تفاوت دور کی جائیگی،** جس سے سماج میں مرورِ زمانہ کے تغیر و تبدل کا نفوذ بآسانی ہوسکے گا۔ اس کارروائی کا مقصد ایسا مخلوط کلچر پیدا کرنا ہے کہ شہری و دیہی ماحول اور مرد و زن کا امتیازی فرق کم سے کم ہو جائے۔ جیسا کہ آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر مسلمان مردوں اور عورتوں کو باہم مل کر طواف، سعی، رمی اور وقوف عرفات کی اجازت مرحمت فرما کر مرد و زن کی مخلوط مثال قائم کی تھی۔ اگرچہ عورت کیلئے عدت کی پابندی (2/228) کے سبب مرد ایک درجہ آگے ہے۔ لیکن عورت کی بچوں کو جنم دینے کی اہلیت ایک درجہ مرد سے آگے ہے؟ مگر کیا کمال ہے کہ آدمی سے عورت پیدا کر کے پھر ہمیشہ کیلئے عورت سے آدمی پیدا کرایا جانے لگا۔ بہر طور **بعض حیثیتوں میں مردوں کو عورتوں اور عورتوں کو مردوں پر فوقیت حاصل ہے۔** مرد (لڑکا) اکتسابِ رزق خود سمیت بیوی بچوں کیلئے کرتا ہے، جبکہ عورت (لڑکی) کے ذمہ اپنی کفالت ہوتی ہے، نہ اپنے خاندان کی، جس کے سبب لڑکے (بیٹے) کو زیادہ حصہ دینے کا کہا گیا ہے اور جہاں ایسی صورت نہیں وہاں عورت اور مرد کا حصہ برابر رکھا گیا ہے۔ جبکہ ماں باپ میں ہر ایک کا حصہ 1/6 یا کلالہ کی صورت میں بہن اور بھائی میں سے ہر ایک کا حصہ 1/6 ہے۔ گویا موقع مناسبت سے دونوں اعمال و خصائل باہم مشروط ہیں۔ اس لئے ہمیں اجتہادی نقطہ نظر سے لڑکے اور لڑکی کو وراثت میں برابر کا حصہ دار بنانے پر غور کرنا چاہیے جو یقیناً خاندانی اکائی کو برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہوگا۔

12- ہماری پہچان... قومی زبان

بیشک کوئی بھی قوم اپنی تہذیبی روایات سے ناطہ توڑ کر کبھی ترقی نہیں کرسکتی اور ہمیشہ احساس کمتری میں مبتلا رہ کر فکری بحران کا شکار اور قومی سوچ کے لحاظ سے بانجھ رہتی ہے۔ **دُنیا کے ترقی یافتہ ملکوں نے ترقی کے مدارج اپنی ہی قومی زبان کے بل بوتے پر طے کیے ہیں۔** زبان، سیاسی و سماجی شعور کو جلاً بخشنے کا ذریعہ اور فکری اُٹھان کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس لئے ملکی سطح پر قومی زبان ''اردو'' کی نسبت ایک ایسا سرکاری ادارہ قائم کیا جائیگا جو زمانہ کی جدت کے لحاظ سے متروک الفاظ کے متبادل نئی جہتوں کے ساتھ نئے الفاظ پر مبنی تجدید لغت کا اہتمام کرنے سمیت جملہ غیر زبانوں کی تمام مفید کُتب کا اُردو میں ترجمہ کر کے ملکی لائبریریوں کی زینت بناتا رہیگا۔ برٹش (UK)، امریکہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور کسی حد تک کینیڈا جیسے انگریزی زبان کے حامل چند ممالک کے علاوہ فرانس، اسپین، پُرتگال، اٹلی، یونان، جرمنی، ناروے، سویڈن، جاپان، چین، ایران، کوریا، عربی و افریقی اور بہت سے دیگر تمام ترقی یافتہ ممالک نے اپنی اپنی مادری زبانوں میں ہی ترقی کی منازل طے کی ہیں۔ **بیشک قوموں کے ملّی وجود کے تحفظ کیلئے قومی زبان کا تحفظ نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اپنی زبان مٹ جانے سے قومی تشخص بھی مٹ جاتا ہے۔**

13- ہمارا سماج اور خاندانی منصوبہ بندی

نظامِ ربوبیت میں ربّ العالمین نے سب کو رزق دینے کی یقین دہانی کروائی ہے، جس میں بھوک و مفلسی کے خوف سے اپنی اولادوں کو قتل کرنا، خدا کی رزاقیت پر ایمان کے منافی ہے (6/152,17/31,11/6)۔ اس لئے انتہائی پہلوؤں کے تحت ضبطِ تولید کا اختیار کردہ ہر وہ طریقہ جس سے اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ہی مکمل طور پر ختم ہو جائے، وہ ناجائز اور حرام ہوگا یا **عقل و شعور کے بغیر افزائش نسل کا سلسلہ جاری رکھنا بھی اسلامی اخلاقیات کے منافی ہوگا۔** البتہ ملکی و شخصی حالات کو دیکھ کر ضرورتوں کے تابع مانع حمل کی جملہ صورتیں، خواہ وہ عزل وغیرہ کی صورت میں ہوں یا کسی دوا اور انجکشن یا خارجی تدابیر کا عمل ہو، اُنکے استعمال کی گنجائش اسلامی روایات کی روشنی میں پیدا کرنی ہوگی۔ **لیکن خاندانی منصوبہ بندی کو اولاد کا قتل سمجھ لینا نامناسب ہوگا، کیونکہ حمل قرار نہ پانے کی صورت میں جو بچہ وجود میں ہی نہیں آیا اُسے قتل کس طرح تصور کیا جاسکتا ہے۔** کیونکہ مادۂ تولید کے ایک قطرہ میں لاکھوں کروڑوں جرثومے ہوتے ہیں، مگر ہر جنسی اختلاط کے نتیجہ میں ضروری نہیں کہ حمل قرار پا جائے اور حمل کا سبب بننے والے ایک جرثومہ کے علاوہ باقی تمام ضائع شدہ جرثوموں کو لاکھوں بچوں کا ہلاک اولاد تصور کرنا کس طرح جائز ہوگا؟ نیز استقرارِ حمل کے بعد جنسی اختلاط کرنے کی

صورت میں مذکورہ بالاسوچ اور نظریہ کے مطابق تمام جرثومے ضائع ہونا یا بیوی کے عقیم (بانجھ) ہونے کی صورت میں مستقلاً جرثومے ضائع ہوتے رہنا کس نظر سے دیکھا جائیگا؟ چنانچہ **معتدل سوچ کے مطابق فطرت نے اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت کو انسان کی مرضی کے تابع رکھا ہی اس لئے ہے کہ وہ صاحبِ اختیار وارادہ ہونے کے ناتے ضبطِ ولادت پر کامل رہے۔ فطرت نے حیوانات یعنی چرند پرند کے جنسی جذبہ پر خود تحدید لگادی ہے جن کے جنسی ملاپ کا جذبہ فطری منصوبہ بندی کے تحت اولاد پیدا کرنے کے وقت خاص موسم اور مخصوص اوقات میں بیدار ہوتا ہے۔ گویا حیوانات، خاندانی منصوبہ بندی خود نہیں کر سکتے، کیونکہ انہیں اختیار ہی نہیں دیا گیا** اور محض لذّت کی خاطر جنسی اختلاط پر قادر نہ ہونے کے سبب اُن کی توانائیاں ضائع ہونے سے بچ جاتی ہیں۔ یعنی فطرت مجبور اشیاء کی روش زندگی کا نام ہے، مگر صاحبِ اختیار وارادہ کی فطرت کیا ہوسکتی ہے۔ اس لئے اولاد کی خواہش کو انسانی دل کی گہرائیوں میں پیوست کر کے **فطرت نے انسان کو اُس کی اپنی منصوبہ بندی کے تحت آفزائش نسل کا پورا اختیار دے کر بہت بڑی گنجائش سے نوازا ہے۔** حیوانوں کی طرح بے بس ومجبور نہ بنا کر عقل وشعور کی اضافی خوبی کے ساتھ عندالضرورت بچے پیدا کرنے کی آزادی دے کر اس نسبت تحدید بھی کردی ہے۔ کیونکہ **خاندانی منصوبہ بندی کا تعلق عقل وفکر، جبکہ جنسی لذّت کے حصول کا تعلق جذبات سے ہے۔** لہذا جب بھی انسان عقل وفکر کو جذبات کے تابع رکھے گا، نقصان اُٹھائے گا۔ لیکن جب وہ قرآن کے اسباق کے تحت عقل وفکر سے راہنمائی لے کر جذبات کو ضرورتوں کے تابع رکھے گا تو کامیاب ہوگا۔ گویا جذبات کو عقل اور عقل کو وحی (قرآن) کے تابع رکھنے میں ہی انسان کی بھلائی ہے۔

چنانچہ سماجی طور پر کامیاب زندگی شادی کر کے **بلاسوچے سمجھے بچے پیدا کرنے کا نام نہیں ہے۔** خصوصاً جب نظامِ ربوبیت کی عدم موجودگی میں بلامنصوبہ بندی پیدا ہونے والے بچے خوراک اور دیگر بنیادی وسائل کی کمی کے سبب رینگ رینگ کر کسمپرسی وبیمار زندگی بسر کر کے قبل از وقت مرجاتے ہیں جو قتل کرنے کے مترادف ہیں، تو **ایسے ناکافی مؤثراتِ زندگی کے حالات میں بچوں کو جنم دینا گناہ اور اخلاقی جرم ہوگا،** جنہیں اچھی خوراک مل سکتی ہے اور نہ ہی عمدہ تعلیم، پہننے کو اچھے کپڑے ملتے ہیں، نہ ہی بہترین ماحول جیسی بنیادی انسانی ضروریات مہیا ہوتی ہیں۔ بلکہ ایسے میں وہ معاشرے کے صحتمند شہری بننے کی بجائے بہت سی نفسیاتی پیچیدگیوں کا شکار ہو کر سماجی مسائل کا سبب بنتے ہیں۔ ازدواجی زندگی کا مقصد اگر **عندالضرورت بچے پیدا کرنا ہو تو جنسی اختلاط کو ثانوی حیثیت مل جانے سے ازخود افزائشِ نسل کی تحدید ہوجائے گی،** اور بحیثیت انسان ایسا کرنے سے رفاقتِ باہمی، سکون، محبت اور رحمت بھی میسّر آجائے گی۔ **بیوی کے پاس محض لذّت کیلئے جانے سے وہ کھیتی نہیں رہتی، بلکہ عیاشی کا سامان بن جاتی ہے** جو مسافحین کی صورت میں مقاربت کہلائے گی۔ **اس لئے معاشرہ میں عورت کو وہ عزت کا مقام دیا جائے جس سے وہ جنسی جذبہ کی تسکین کا ذریعہ متصور ہونے کی بجائے وجۂ تکریم انسانیت سمجھی جائے۔ جبکہ خواتین بھی اپنے آپ کو یوں سمیٹ لیں کہ اُن کے پہناوے، چال ڈھال سے اُن تمام اسباب وذرائع کا سدباب ہوسکے جو جنسی جذبہ کی بیداری کو عام کرتے ہیں۔** اگرچہ حصول لذت ممنوع نہیں، مگر ضبط خویش کے تحت ضرورت کے تابع رہنی چاہیے۔ **یعنی جنسی اختلاط حصول لذّت کی بجائے افزائشِ نسل کیلئے ہونا چاہیے،** بصورت دیگر ''جنسی بدنہادی'' (Sex Perversion) کہلائے گی۔ لہذا اختلاط کے نتیجہ میں محصنین کی صورت میں نطفے کو رحم میں حفاظت سے رکھنے یا مسافحین کی شکل میں بہا دینے کی دوصورتیں، حلال نکاح یا حرام زنا بالترتیب سامنے آتی ہیں (4/24)۔ صدحیف کہ **زر، زن اور زمین جو محض تسکین کی بجائے انسانی ضرورتیں تھیں، ان کے معاملات میں انسان نے لذّت وعیاشی کی صورت میں جذبات کو عقل وفکر پر غالب (کر) رکھا ہے،** جس کا نتیجہ معاشرے میں فساد ہی فساد ہوتا چلا جارہا ہے۔ چونکہ مخصوص موسم میں ازخود بیدار ہونے والے **حیوانی جذبہ کے برعکس انسانوں میں جنسی جذبہ اُن کے خیالات کے تابع واقع ہوا ہے۔ اس لئے جنسی اشتعال (انگیز خیالات) پیدا کرنے والی فلمیں، تصاویر،** پست درجہ کے عشقیہ گانے، **بے باک جنسی لٹریچر، برہنہ آرٹ، خواتین میں نمودِ حسن کا جذبہ اور اس کیلئے متنوع طرق واسالیب اور قسم قسم کے مواقع وتقاریب، انٹرنیٹ وسوشل میڈیا کی عریانیت وغیرہ کے سرعام مظاہر پر پابندی عائد کرنا لازم ہے، جن کے مجموعی اثر کی وجہ سے نوجوان طبقہ بالخصوص، اپنے خیالات پر کنٹرول کرنے میں بے بس ہوجاتا ہے۔** بیشک جنسی جذبہ اُس وقت تک ازخود نہیں اُبھرتا جب تک پردۂ بصارت کی وساطت سے ذہن میں خیالات جنم نہیں لے لیتے۔ البتہ بھوک، پیاس، نیند وغیرہ جیسی اضطراری حالتوں اور اُن کی تکمیل کے مقاصد کی صورت میں طبعی تقاضوں کا بیدار ہونا انسانوں اور حیوانوں میں مشترک ہیں، جو ازخود اُبھر کر انہماک پر آخر کار غالب آجاتے ہیں اور عدم تکمیل کی صورت میں زندگی کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ جبکہ جنسی تقاضا میں ایسا نہیں ہوتا، مگر اس کے باوجود اسلامی اقدار کی عدم موجودگی میں عقل وشعور سے کام نہ لینے کی وجہ سے پراگندہ خیالات کے سبب جنسی جذبہ انسان کی اضطراری حالتوں پر حاوی رہتا ہے، جس کا واحد ومستقل علاج نظامِ ربوبیت کے نفاذ میں ہے، جس میں بروقت نکاح کے ساتھ مؤثراتِ زندگی میسّر ہونے سے برائیوں کا خاتمہ ممکن ہوجائیگا۔

14- مفادِ عامہ کی تکمیل کے اجتماعی پہلو

حکومتِ وقت بے روزگاری وظیفہ، معمر وپیرانہ سالی، ضعیفوں اور معذوروں کیلئے مالی وجانی تحفظ، مزدوروں کیلئے کام کے اوقات کار کا تعین، کم سے کم اُجرت اور پنشن وغیرہ کے قانون بنانے کو ترجیح دیگی۔ **ہر اکائی اپنی حدود میں رہنے والے تمام ضعیف العمر مرد وزن کیلئے ہسپتال اور اُن سے ملحقہ مکمل دیکھ بھال اور تمام بنیادی سہولیات کی حامل رہائشگاہیں، اولڈ ایج ہومز، دارالامان اور دارالاطفال بھی قائم کریگی۔ عوام کا سلسلہ وار میڈیکل چیک اَپ کروانے سمیت ہر فرد کی میڈیکل ہسٹری اور بلڈ گروپ کا ریکارڈ ہر دم تیار رکھے گی۔** ہر مقامی اکائی زچہ بچہ سنٹر کھولنے کے علاوہ ضلعی اکائی کی سطح پر ایک ایسا شعبہ بھی قائم کریگی جس میں ہر مرد وزن، بچہ، بوڑھا، آزاد (غلام)، مسلم اور غیر مسلم اپنا مسئلہ ریکارڈ کرواسکے گا، جسے سال کے اختتام پر کتابی شکل میں بطور رپورٹ مرتب کیا جائیگا، جس پر اگر ضروری ہوا تو قانون سازی کر کے سب کیلئے آسانیاں پیدا کی جائیں گی۔ البتہ بزرگوں سے حالتِ تندرستی میں **اُن کی دانش وتجربہ سے استفادہ کیلئے مناسب وقفوں کے ساتھ اُنکی سربراہی میں نوجوانوں کیلئے محفلیں بھی سجائی جاتی رہیں گی۔**

15- تعمیری سرگرمیوں کا احاطہ

کھیل کُود اور ورزش جیسی تعمیری سرگرمیوں اور صحتمند تفریحات کو زندگی کا معمول بنا کر معاشرے کا جزوِخاص بنا دیا جائیگا۔ اکائیوں کی زیرنگرانی ملک کے اندر ہر سطح پر سابقہ ماہرین وکھلاڑیوں کی سرپرستی میں ہمہ قسم کھیلوں پر مشتمل اکیڈمیاں اور کلب بنا کر مقامی، ضلعی وقومی سطح پر ہمہ جہت مقابلے منعقد کروائے جائیں گے، تاکہ ملکی سطح کے حقیقی کھلاڑیوں کا چناؤ عمل میں لایا جاسکے۔ تمام مضرِ صحت اشیاء، مثلاً سگریٹ پان وغیرہ پر مکمل پابندی عائد کردی جائیگی۔ انسانیت کی بھلائی میں حصّہ دار تمام شعبہ ہائے زندگی کو ترقی کے یکساں مواقع فراہم کرکے ایلوپیتھی (سرجری)، ہومیوپیتھی (جراحت) اور حکمت (طب) کو انسانی بھلائی کیلئے بیک وقت فائدہ مند بنایا جائیگا۔

16- سمعی وبصری آلودگیوں کے خاتمہ کی کوشش

دھیمی آواز کے ساتھ لاؤڈ سپیکر کا استعمال، اذان، جمعہ وعیدین جیسے خطبات اور ضروری اعلانات تک محدود کردیا جائیگا۔ خوشی غمی جیسے روزمرہ زندگی کے امور میں بے جا خرچہ وشاہانہ نمود ونمائش کرکے اِترانے پر **مکمل پابندی ہوگی۔** مختصر برات میں چند قریبی رشتہ داروں اور ہمسایوں کی شمولیت تک تقریبات کو محدود کرنے کی کفایت شعار روایت ڈال کر مقرر کردہ کھانے کا خرچہ مقامی اکائی کی زیرنگرانی کیا جائیگا، تاکہ محروم طبقات کیلئے ہر میانہ روی کے اصول سے سماجی تقاریب میں گھٹن دور ہوسکے۔

17- کفایت شعاری اور ماحولیاتی آسودگی

باہمی ہمدردی کے رجحان میں کمی لانے والے تمام عناصر کا خاتمہ کرتے ہوئے **غیر ضروری سامان آرائش وآسائش کو محدود تر کیا جائیگا۔ سائیکل اور پبلک ٹرانسپورٹ کے استعمال کو اوّلین ترجیح دی جائیگی۔** اوورہیڈ وزیرزمین گزرگاہوں کے علاوہ مرکزی (مین) شاہراؤں اور ریلوے لائینوں کو یکطرفہ آمدورفت (ون وے) میں تبدیل کرکے اجتماعی ٹرانسپورٹ کو فروغ دیا جائیگا۔ پارکنگ کی منصوبہ بندی جدید خطوط پر کی جائیگی۔ شجرکاری کو زندگی کا جزوِخاص بنایا جائیگا۔ پیدل چلنے والوں، سائیکل سواروں، تانگے اور ریڑھی بانوں اور گاڑیوں کی فِٹنس سمیت ٹریفک کے جملہ نظام سے متعلق بے ضابطگی کی اصلاح کیلئے قوانین سازی اور ان پر سختی سے عملدرآمد کروایا جائیگا۔ بس اڈوں پر مسافروں کی شکایات کا فوری ازالہ کیا جائیگا۔ اللہ نگہبان۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل
لوگ ساتھ آتے گئے کارواں بنتا گیا

اللہ توکل اس میدانِ پُرخار میں قدم رکھا ہے۔
بیشک کامیابی وکامرانی ربِّ کریم کے اختیار میں ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کیلئے آسانیاں پیدا فرمائے۔ آمین۔

مسودہ آئین (دستور)

پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)

PAKISTAN TEHREEK-E-IJTIHAD (**PTI**)

ELECTION COMMISSION OF PAKISTAN

Islamabad, the 10th May, 2017

NOTIFICATION

No. F. 2(38)/2016-Confd. - In pursuance of Article 12 (3) of the Political Parties Order, 2002 read with sub-Rule (2) of Rule 7 of the Political Parties Rules, 2002, the Election Commission of Pakistan is pleased to direct that the certificate containing the information with regard to conduct of intra-party elections, the Names, Designations and Addresses of the party office bearers, the detail of election result alongwith copy of party notification declaring result of the election in respect of **"Pakistan Tehreek-e-Ijtihad(PTI)"** are hereby published for public information as per Annexure.

By Order of the Election Commission,

(Fida Muhammad)
Additional Secretary

Copy forwarded for information to the Mr. Altaf Hussain, Markazi President, **Pakistan Tehreek-e-Ijtihad (PTI)**, 13-C, Civil Area, Okara Cantt., Okara.

(DEPUTY DIRECTOR)
Confidential

حرفِ تمنّا: (تمہید) :

انتہائی اختصار سے عرض ہے کہ ملکِ خداداد ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کے قیام سے لے کر آج تک غریب کے حالات نہیں بدلے، بلکہ پہلے سے بھی بدتر ہوئے ہیں۔عوام جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا تحفظ کرنے والی اور قرآنی احکامات کے منافی قائم ہونے والی تمام گروہی پارٹیوں سے بیزار آچکے ہیں جن کی سیاست صرف انتخابات اور لوٹ مار تک محدود ہوتی ہے، جو آخر کار مفاد پرست آمریت کا سبب بنتی ہے۔جبکہ مذہبی جماعتوں نے بھی ملک وقوم کو فرقہ وارانہ تقسیم اور جنونیت کے سوا کچھ نہیں دیا۔فرمایا **جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقے ڈالے اور مختلف پارٹیوں میں تقسیم ہوگئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں ہے** (6/159)۔ بیشک قرآن نے اختلاف اور افتراق کو عذابِ عظیم قرار دیا ہے جو وقتی اور ہنگامی نہیں بلکہ استمراری اور دوامی ہوگا۔ **قرآن کا دعویٰ ہے کہ وہ ہر قسم کے اختلافات کو مٹانے کیلئے آیا ہے**۔قوانینِ خداوندی کے ساتھ وابستگی ایک اجتماعی عمل ہے اور دین کا اشتراک ہی اُمتِ واحدہ ووجہٗ جامعیت ہے جس کے مطابق جب تک اُمت نظامِ صلوٰۃ وزکوٰۃ پر قائم رہی، فرقوں میں نہ بٹی۔ بانیانِ قوم ''پاکستان'' کا قیام اس نظریہ کے تحت عمل میں لائے تھے کہ اس میں ایک ایسا حقیقی اسلامی نظامِ اجتماعیہ قائم کیا جاتا جس میں نوعِ انسانی بالخصوص بنیادی سہولتوں سے فیضیاب ہوسکتی اور بلاتفریق و بلاتعصّب سب کی مشکلات حل ہوتیں اور ملک وقوم میں مستحکم جمہوری روایات، ترقی وخوشحالی، امن وسلامتی، اتحاد ویکجہتی، سالمیت کو دوام اور خودانحصاری قائم ہوتی۔ جہاں عبادات کی عملی زندگی کے ساتھ یوں تطبیق ہو پاتی کہ حقوق العباد اور حقوق اللہ بیک وقت یکسانیت سے ادا ہورہے ہوتے اور **'عوام واسلام'** کا غلط استعمال واستحصال نہ ہو پاتا اور نہ ہی قوم منقسم وغیر منظّم ہو پاتی، بلکہ معاشی وسماجی انصاف کے راستے پر ملک وقوم کو گامزن کیا جاسکتا۔مگر بدقسمتی سے ایسا نہ ہوسکا اور بدیں وجہ ملک وقوم آج انتہا پسندی، دہشت گردی اور کرپشن کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں۔ریاست کے اندر ریاست قائم ہے۔اس نسبت اصلاحِ احوال کیلئے حسبِ ذیل تنظیم کا قیام عمل میں لایا جارہا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کیلئے آسانیاں پیدا فرمائے۔آمین۔

ضمن-1: تحریک (جماعت) کا نام:

یہ کہ صحافی ومصنف الطاف حسین انور (ساقی) کی چھ صد صفحات پر مشتمل تصنیفِ اوّل **''کیا یہ ممکن ہے''** میں تحریر وتجویز کردہ قوم کو دعوتِ اصلاح پر مبنی انقلابی **تحریک ''پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)**: **Pakistan Tehreek-e-Ijtihad (PTI)**'' کے نام سے ایک حقیقی عوامی سیاسی جماعت تشکیل دینے کا باقاعدہ آغاز کیا جارہا ہے، تاکہ وطنِ عزیز **'اسلامی جمہوریہ پاکستان'** کو ایک ایسی مثالی وجدید اسلامی فلاحی ریاست بنایا جاسکے، جہاں بنیادی انسانی حقوق کی پاسداری ہو اور بلاامتیاز ہر شہری ہمہ قسم تفریق وتعصّب کے بغیر امن وسکون اور اطمینان کی زندگی بسر کرسکے۔آزادیٔ اظہار کا تحفظ یقینی ہو، تاکہ برائیوں کے خلاف عام آدمی کو بھی ایمان کا اوّل درجہ استعمال کرنے کی ترغیب وحوصلہ مل سکے۔ **پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)** قرآن کا یہ دعویٰ سچ ثابت کرنے کیلئے میدانِ عمل میں اُتر رہی ہے کہ **''انسانوں کا بنایا ہوا کوئی قانون اور نظامِ 'قرآن' کی جگہ لے ہی نہیں سکتا''**۔لہٰذا **جب تک ہم اپنے معاشرہ کو بدل کر اس کی جگہ حقیقی قرآنی معاشرہ قائم نہیں کر لیتے، اُس وقت تک اصلاحِ حال کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے**۔

ضمن-2: پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی) کے مقاصد:

پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)/ Pakistan Tehreek-e-Ijtihad (PTI) کا قیام ملک کے معروضی حالات کا شعوری، تاریخی وسیاسی اظہار ہے۔جس کے اولین مقاصد میں تحریر کردہ لف **منشور** پر عمل درآمد کروایا جانا اس کی عین منشاء ہے، تاکہ مفاد پرستی وخودغرضی کا کلچر، دوہرے تہرے معیار، وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم اور بے راہ روی، جاگیرداری وسرمایہ داری جیسے وی آئی پی کلچر، دولت وطاقت کے ناجائز استعمال سمیت ہمہ قسم جارحیت اور معاشرے کے پسے ہوئے طبقات کے خلاف سرکاری وپرائیویٹ سطح پر ہونے والے ارادی وغیر ارادی جبر کا خاتمہ، تمام سماج دشمن عناصر اور اُن کی عوام دشمن سرگرمیوں کو جڑ سے ختم کرنا، ایسا انتخابی نظام رائج کرنا کہ عام آدمی کی بھی اقتدار تک رسائی ہوسکے۔ نیز کاشتکاری کو ذریعہ کفالت بنانے کیلئے بے زمین افراد میں خودکاشتکاری کی مجوزہ شرائط پر مقرر کردہ یونٹس کے مطابق زرعی اراضی تقسیم کرنا، حقوق وفرائض اور آمدن وخرچ میں توازن پیدا کرنا، اسلامی روایات واقدار کی روشنی میں ٹیکس کے نظام کی اصلاح ونظر ثانی کرنا، یکساں نظامِ تعلیم کا نفاذ جس کے تحت سب کیلئے تعلیم وتربیت حاصل کرنا لازم قرار دینا اور فنی تعلیم کی حوصلہ افزائی کرنا، طبقاتی معاشرے کا خاتمہ، صنعتی وزرعی میدان میں جدّت اور منصفانہ اُجرتوں کا نظام لانا، پنشن میں یکسانیت پیدا کرنا، **خواتین کے حقوق کا تحفظ یقینی بنانے کیلئے اُن کی بھی مجوزہ نظام کے تحت اقتدار اور دستور ساز اداروں میں قرآن کے احکامات کی روشنی میں مساوی بنیادوں پر شرکت یقینی بنانا تاکہ خواتین پر گھریلو تشدد جیسے گھناؤنے جرائم اور اُن سے لاعلمی کا خاتمہ ہو**، کیونکہ حکومتی معاملات میں مرد اور عورتیں، دونوں برابر ذمہ دار ٹھہرائے گئے ہیں۔ رسولؐ کی وفات کے بعد **''امر بالمعروف ونہی عن المنکر''** پر عمل کروانے کے **فریضۂ رسالت کی ادائیگی حکومتی شکل میں بحیثیت جانشیں پوری اُمت (مردوزن) کے ذمہ مشترکہ طور پر عائد ہوتی ہے** (3/110) **اور حکومت قائم کرنا کسی ایک فرد یا پارٹی کا نہیں بلکہ پوری اُمت (مردوزن) کا کام ہے** (3/100-5) جس میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہونگے **اور ویسے بھی آئینِ پاکستان کے آرٹیکل 34 کے تحت خواتین کی قومی زندگی کے تمام شعبوں میں مکمل شمولیت کو یقینی بنایا گیا ہے۔جس کی عملی تعبیر کیلئے آئین کے آرٹیکل 17 کے تحت جماعت ہٰذا رجسٹرڈ کروائی گئی ہے تاکہ اس کے انقلابی منشور کے مطابق سرکاری وپرائیویٹ سطح پر آئین کی بلاتعطل عمل پذیری لازمی طور پر یقینی بنا کر آرٹیکل 25 کی تکمیل کی جاسکے جس میں جملہ مردوزن کو برابر کا شہری بنانے اور بچوں اور خواتین کو ممکنہ تحفظ دلانے اعادہ کیا گیا ہے۔جس سے قوم کے درمیان علاقائی، نسلی، قبائلی، فرقہ وارانہ اور صوبائی تعصبات کی حوصلہ شکنی ہونے سے آرٹیکل 33 کی تکمیل ہوگی اور آرٹیکل 36 کے تحت اقلیتوں کو تحفظ ملے گا جس سے یقیناً آرٹیکل 40 کی منشاء کے مطابق عالمِ اسلام اور بین الاقوامی امن کو فروغ حاصل ہوگا**۔اس کے علاوہ اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اقلیتی برادری کے حقوق کا ہم وطنوں کے طور پر لازمی تحفظ کرنا، ابلاغ عامہ کی حقیقی آزادی کے تحت مخصوص معیار کے حامل رپورٹرز اور صحافیوں کے حقوق کا ادارہ جاتی تحفظ اور پریس والیکٹرونک صحافت کی دہی و شہری سطح تک موجودگی یقینی بنا کر اُسے سرمایہ داری نظام کے چُنگل سے آزاد کروانا، محکمہ پولیس کے نظام میں کارآمد وعوام دوست اصلاحات لانا، ووٹرز کی رجسٹریشن خودکار طریقہ کار کے تحت عمل میں لانا، تاکہ ہر

مردوزن بلوغت کی عمر کو پہنچتے ہی بغیر ووٹ رجسٹرڈ کروائے بائیومیٹرک ووٹنگ (رائے دہی) کے ذریعہ اپنا ووٹ ڈال سکے اور مرورِ زمانہ کی تبدیلیوں کے سنگ قومی مشاورت کے ساتھ ووٹر کی عمر کی حد کو بلوغت کی کم از کم عمر سے لاگو کرنا، تارکین وطن کو بھی بذریعہ آن لائن رائے دہی میں شامل کرنا، عوامی استصواب رائے کے ساتھ آزاد خارجہ پالیسی کا نفاذ کرنا، دفاع کو ناقابل تسخیر بنانے کیلئے بلاامتیاز پوری قوم کو فولادی بنانے کیلئے عسکری تربیت لازمی قرار دینا اور فرقہ واریت ودہشت گردی کا خاتمہ کرنا صرف **پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)** کے مجوزہ نظام کے تحت ہی ممکن ہے جس کا ایجنڈا **'Divide & Rule'** کی بجائے **"Unite & Rule"** کے تحت **"اقتدار میں عوام-انصاف بن دام-احتساب سرعام"** کو ممکن بنانے کیلئے عوام کا ملکی/قومی سطح پر **تنظیمی ڈھانچہ** بنانے کی جانب پیش قدمی کی جارہی ہے، تاکہ صحیح معنوں میں نہ صرف مساوات، اتحاد اور یگانگت وبھائی چارہ کو فروغ مل سکے، بلکہ بااثر حلقوں کی بجائے **'بیدار عوام'** پر مبنی قوم حقیقتاً **'مقتدرِ اعلیٰ (Establishment)'** بن سکے۔ خصوصاً **پاکستانی ہونے کی شناخت کو قابلِ فخر ومقدم بنایا جائیگا۔** اِن مقاصد کے حصول کیلئے **'عوام کا مقدمہ'**، **'عوام ہی کی عدالت میں'** پیش کیا جارہا ہے، تاکہ **'سماعت'** اور **'فیصلہ بھی عوام ہی کرے'** !

ضمن-3: تنظیمی ڈھانچہ:

پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)/ **Pakistan Tehreek-e-Ijtihad (PTI)** کے تنظیمی ڈھانچہ میں مردوزن کی اکائیاں مساوی بنیادوں پر یکساں طریقہ کار اور اختیارات کی حامل ہونے کے ناتے ایک ہی طرز پر مقامی، ضلعی اور قومی (مرکزی) سطحوں کی تنظیموں پر مشتمل ہونگی، جن میں تاجران اور ہر شعبہ ہائے زندگی سے متعلق جملہ پیشہ ورانہ خصوصی تنظیموں کے صدور اور جنرل سیکرٹریز بھی تحریک ہذا کے منشور میں اکائیوں کے وضع کردہ قواعد کے مطابق نمائندگی کرکے اپنی برادری کے مسائل کو متعلقہ پارٹی تنظیموں (اکائیوں) کے سامنے پیش کرنے میں معاون ومددگار ثابت ہونگے، مگر ایسی پیشہ ورانہ تنظیموں کے ممبران رائے شماری میں حصہ نہیں لے سکیں گے۔ جبکہ تمام سطح کی تنظیمیں اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے پارٹی کے اغراض ومقاصد کو آگے بڑھانے پر کاربند ہونگی۔ البتہ بانی تحریک کی وفات کے بعد **پاکستان تحریکِ اجتہاد** (پی ٹی آئی) کے دیگر جماعتوں کی مانند کسی وجہ سے پارٹی میں پیدا ہونے والے دھڑوں میں سے کوئی بھی فرد یا دھڑا ضمن نمبر (E)3 میں **وضع شدہ مجوزہ طریقۂ انتخاب** کے تحت چناؤ کے علاوہ تحریک ہذا کے نام کے ساتھ کوئی اضافی نام لکھ کر الگ سے پارٹی رجسٹرڈ کروانے کا مجاز نہیں ہوگا۔ ایسا کرنا پارٹی آئین وقانون اور عدل کے ہی خلاف نہیں ہوگا، بلکہ قرآن وسنت کے بھی منافی ہوگا، کیونکہ قرآن مجید میں نفاق اور فرقوں کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے جس کے تحت الیکشن کمیشن آف پاکستان اور عدلیہ بھی پارٹی کی اس نسبت حمایت کریں گے، تاکہ اجتماعیت قائم رہے اور پارٹی کے اندر جمہوری اقدار فروغ پاتی رہیں اور تحریک ہذا کے نام پر ہی اس کے ممبران پارٹی کے آئین وقانون کے مطابق اندرونی انتخابات کا مرحلہ مکمل کرکے جیتنے والے ہی پارٹی کو چلانے کے حقدار ہونگے جس سے موروثی سیاست کے خاتمہ میں مدد ملے گی۔ اس طرح مقامی وبنیادی سطح کے ممبران ہی دراصل اقتدار (اعلیٰ) کی کلید ہونگے جن کے ذریعے زیریں تا بالا تنظیموں کے ممبران مجوزہ طریقہ کار کے تحت منتخب ہونگے جن کی حتمی منظوری بانی تحریک و قومی/مرکزی صدر دے گا۔ تاہم مجوزہ نظام کے مکمل نفاذ پر کسی بھی تنظیم کے ممبران کی مُدتِ معیاد اُن کی کارکردگی کی اساس پر وضع کردہ طریقۂ کار اور معیار کی بنیاد پر غیر معینہ مدّت کیلئے بھی ہوسکے گی۔

(A)3: ایک ہی طرز پر قومی/مرکزی، ضلعی اور مقامی سطح کی تنظیموں کے ممکنہ حسبِ ذیل عہدیداران بمعہ اُن کی استعداد کار اور انضباطی معاملات:

استعداد کار اور انضباطی معاملات کی نسبت منشور میں وضع کردہ مردوزن کی اکائیوں کے طریقہ کار کے تحت مجموعی طور پر کوئی بھی پاکستانی شہری دستور ہذا کی ضمن (A)9 کے تحت ضمن (B)9 کی تکمیل کے بعد پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی) کا رُکن بن کر اپنے علاقہ کی مقامی محفل مدّبران/معاونین خصوصی کی تنظیم میں شمولیت اختیار کرلے گا۔ اس طرح یہ بنیادی تنظیم مجلس عاملہ کا متبادل اور اپنی متعلقہ کارفرما اکائیوں کے اعمال کے بارے میں بطور حزبِ اختلاف **"تنقید برائے اصلاح"** کے فرائض انجام دے کر اصلاح احوال کا سبب بنے گی۔ اس عمومی نگران تنظیم کی تکمیل کے بعد مجوزہ طریقہ کار کے تحت مقامی، ضلعی اور مرکزی (قومی) کارفرما تنظیمیں تشکیل پائیں گی جن میں سے مرکزی (قومی) تنظیم، اضلاعی تنظیموں سمیت مقامی تنظیموں کی کارکردگی جانچنے کی مجاز ومحاسب ہوگی۔ تاہم ضلعی تنظیمیں اپنی اپنی مقامی تنظیموں کی نگران ہونے کے ناتے اُن سے مسلسل رابطے میں رہ کر اپنی تصفیہ طلب کمیٹیوں کے ذریعہ ضمن (A)7 کی روشنی میں اُن کے باہمی جملہ تنازعات پر مبنی اپیلیں، انتخابی عذرداریاں اور دیگر ہمہ قسم اختلافات کو فوری ختم کروا کر مرکزی قیادت کو اعتماد میں لیں گی۔ علاوہ ازیں مقامی وضلعی تنظیمیں اپنی اپنی حدود میں پارٹی دفاتر قائم کرنے اور اُن کا ریکارڈ اَپ ٹو ڈیٹ رکھنے کی ذمہ دار ہونگی۔ مقامی اکائی کے ریکارڈ کی ایک کاپی ضلعی تنظیم کے پاس محفوظ رکھی جائے گی، جبکہ دوسری کاپی مرکزی تنظیم کو بھیجی جائے گی۔ اسی طرح ضلعی تنظیم اپنی کارروائی کی ایک کاپی مرکزی تنظیم کے پاس بھیجے گی۔ تمام تنظیموں کا تنظیمی ریکارڈ پارٹی کی پراپرٹی ہوگا جسے صیغہ راز میں رکھا جائیگا۔ مقامی وضلعی تنظیمیں ہمہ وقت مرکزی تنظیم سے رابطے میں رہ کر قیادت کے فیصلوں اور بانی تحریک کے تحریر کردہ دستور ومنشور کو جاندار کردار کے ساتھ مؤثر بنانے کے اقدامات کرنے سمیت ضلعی تنظیمیں، مقامی تنظیموں کے تعاون سے پارٹی کے جلسے اور ریلیاں منعقد کروائیں گی اور مقامی تنظیموں کی جانب سے ارسال کردہ سفارشات کو ضلعی تنظیمیں، قومی/مرکزی تنظیم کے پاس بلاتوقف بھیجنے کی پابند ہونگی جس کی کاپی اگرچہ مقامی اکائی نے براہ راست بھی مرکزی اکائی کو ارسال کی ہوگی، مگر ضلعی اکائی کی سفارشات وصول ہونے پر باقاعدہ کارروائی عمل میں لائی جائیگی اور اگر ضلعی اکائی مقامی اکائی کی بھیجی گئی سفارشات پر ایک ماہ تک کارروائی نہیں کرتی تو اس صورت میں تیس یوم کے بعد مرکزی/قومی صدر، ضلعی تنظیم سے جواب طلبی کریں گے اور معاملہ کو فوری حل کروائیں گے۔ اس نسبت ایک ہی طرز پر قومی/مرکزی، ضلعی اور مقامی سطح کی تنظیموں کے ممکنہ عہدیداران حسبِ ذیل ہونگے۔

(i)- 'بانی' پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)/ Pakistan Tehreek-e-Ijtihad (PTI)

'بانی تحریک' الطاف حسین انور (ساقی) ہیں جو ایک صحافی اور مصنف بھی ہیں اور پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)/ **Pakistan Tehreek-e-Ijtihad (PTI)** کے منشور ودستور کی تیاری وتحریر، اُن کی ذاتی کاوشوں کا نتیجہ ہے جو مرورِ زمانہ کی تبدیلیوں کے مدِ نظر بتدریج آفاقی نوعیت کے دائرہ کار کے حامل تیار کیے گئے ہیں۔ اس لئے وہ تحریک ہذا (پارٹی) کی جملہ تنظیموں کا بانی تحریک ہونے کے ناتے 'تاحیات مرکزی صدر' بھی ہوگا اور پورے ملک کے اندر زیریں تا بالا تمام دیہی وشہری علاقوں میں مکمل تنظیم سازی و پارٹی دفاتر کھلنے تک **'بانی تحریک'** ہمہ قسم تنظیموں کا عبوری ڈھانچہ تشکیل دینے کا مجاز ہوگا۔ پارٹی کا مشترکہ اکاؤنٹ

بانی پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی) بطور مرکزی صدر اپنی زندگی میں اپنے دستخطوں سے چلائے گا اور حسبِ ضرورت خرچ کرنے کا مجاز ہوگا جس کے بعد حسبِ ضابطہ منتخب ہونے والے مرکزی صدر، جنرل سیکرٹری یا اور سیکرٹری خزانہ کے دستخطوں سے پارٹی اکاؤنٹ اپریٹ ہوگا۔ البتہ صرف 'بانی تحریک' بطور مرکزی صدر پارٹی کے مستقل اخراجات اور اغراض ومقاصد کی تکمیل کی نسبت بتدریج پیدا ہونے والی ضرورتوں کو پورا کرنے کی خاطر معاشی ہدف پورے کرنے کیلئے ازخود فنڈز جمع کرنے کرانے کی الگ سے پالیسیاں مرتب کرسکتا ہے۔ تاہم اکائیوں کے صدور اس نسبت حالات کے پیش نظر بانی تحریک کی ہمہ وقت معاونت کرتے رہیں گے۔ بانی تحریک کو بطور مرکزی صدر یہ اختیار بھی حاصل ہوگا کہ وہ اپنے اختیارات میں سے کوئی ایک یا زائد اختیارات اپنی تنظیم کے کسی بھی عہدیدار کو سونپ دے یا اُس کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے والے کسی بھی ممبر یا عہدیدار کو وہ 'ہٹا' یا 'معطل' کرسکتا ہے اور اُس کے اختیارات خود سمیت کسی بھی پارٹی ذمہ دار کو دے سکتا ہے۔ علاوہ ازیں 'بانی تحریک' پارٹی آئین کی توسیع/ترمیم اور تنظیموں کے فیصلے رد کرسکتا ہے۔

(ii)- سرپرست اعلیٰ:

اس عہدہ کیلئے ہر سطح کی محفل مدّبران/ معاونینِ خصوصی کی تنظیم کا قدرے بزرگ، تجربہ کار اور عاقل و بالغ شہری منتخب کیا جائیگا جو اپنی متعلقہ اکائی کے اجلاس میں بھی اپنے عہدہ کے وقار کے ساتھ سیکرٹری سمیت شمولیت اختیار کرکے تجاویز دے سکے گا مگر رائے شماری میں حصہ لے سکے گا۔ جبکہ سرپرست اعلیٰ کی عدم موجودگی میں بوقتِ ضرورت سیکرٹری کی سربراہی میں محفل مدّبران/ معاونینِ خصوصی کی تنظیم کا اجلاس منعقد کیا جاسکے گا جس کی کارروائی سے بلا تعامل وتساہل سرپرست اعلیٰ کو (فوری) مطلع کیا جانا لازم ہوگا۔

(iii)- صدر:

مقامی، ضلعی اور قومی/ مرکزی تنظیم (اکائی) کا صدر اپنی اپنی تنظیم کا منتظمِ اعلیٰ چیف ایگزیکٹو ہونے کے ناتے اجلاسوں کی صدارت کرے گا اور اپنی اپنی تنظیم پر کنٹرول رکھے گا۔ جبکہ کوئی بھی عہدیدار کسی معینہ مُدت کیلئے مرکزی صدر کو اعتماد میں لے کر خود کے اختیارات اپنے صدر کو سونپ سکے گا جس کی مُدت کا تعین حالات پر ہوگا۔ مرکزی صدر، تنظیموں کی جانب سے کی گئی سفارشات پر وسائل کی مناسبت سے ازخود پارٹی دفاتر کیلئے تنخواہ دار ملازمین بھرتی کرنے کے علاوہ اس نسبت وظائف تفویض کرنے کا مجاز ہوگا۔ البتہ ذیلی اکائیوں کے صدور اس نسبت بوقتِ ضرورت اقدامات اُٹھانے سے قبل مرکزی صدر سے پیشگی طور پر تحریری اجازت ومنظوری لیں گے جس میں اس حوالہ سے پوری وضاحت وصراحت کردی جائے گی۔ جبکہ تنظیمی معاملات کی نسبت مقامی اکائی، ضلعی اکائی کی جانب سے سُستی وعدم تعاون پر ایک ماہ کے بعد براہ راست بھی مرکزی سطح پر اپنی سفارشات ارسال کرسکتی ہے۔ مگر ایسا کیے جانے کی وجہ تحریری طور پر ساتھ بھیجنا ہوگی، جس پر حسبِ ضرورت مرکزی صدر، تیس (30) یوم کے اندر اندر، ازخود یا صورتحال سنگین ہونے پر مرکزی تنظیم کا اجلاس بلا کر معاملہ نمٹائے گا اور تادیبی کارروائی عمل میں لائے گا۔ صدر کی عدم موجودگی میں کسی مطالبہ (ریکوزیشن) کے آنے پر متعلقہ تنظیم کے ایک تہائی (1/3) ممبران اجلاس بلوا کر سینئر نائب صدر/ نائب صدر کی سربراہی میں فیصلہ کریں گے۔

(iv)- سینئر نائب صدر (سیکرٹری خواتین):

یہ عہدہ صرف مقامی سطح پر مرد وزن کی اکائیوں کے مخلوط اجلاس ہونے کی صورت میں وضع کیا گیا ہے جو خواتین کی متعلقہ تنظیموں کی صدور کیلئے مختص ہوگا، تاکہ مرد وزن کے اختیارات میں ممکنہ طور پر توازن پیدا ہوسکے۔ لہذا خواتین کی مقامی تنظیمیں بھی مردوں کی مانند ہونگی اور جب تک مقامی، ضلعی اور مرکزی/قومی سطح پر خواتین کی تنظیم سازی کا مرحلہ مکمل نہیں ہوجاتا، تب تک سینئر نائب صدر بطور سیکرٹری خواتین، عورتوں کی تنظیموں کے معاملات کی نگران ہوگی۔ لیکن جب خواتین کی مردوں کے ہم پلہ مقامی تنظیموں کا ڈھانچہ قائم ہوجائے گا تو پھر اُن کے عہدیدار وممبران کا طریقہ کار بھی مردوں کی تنظیموں کی مانند ہوگا جس کے بعد سیکرٹری خواتین کا عہدہ غیر مؤثر تصور ہوگا۔ جبکہ مرد وزن کی تنظیموں کے اکٹھے (مخلوط) اجلاس منعقد ہونے کی صورت میں مردوں کی تنظیموں کے صدور ایسے اجلاسوں کی صدارت کریں گے، جبکہ عورتوں کی تنظیموں کی صدور اِن اجلاسوں میں سینئر نائب صدور ہونگی جو مردوں کی تنظیموں کے صدر/ صدور کی عدم موجودگی میں مخلوط اجلاسوں کی صدارت کرسکیں گی اور یہی طریقہ کار دیگر عہدوں کیلئے اپنایا جائیگا۔

(v)- نائب صدر:

اپنے صدر کی جانب سے دی گئی ذمہ داریوں کو پورا کرے کرائے گا اور صدر کی غیر حاضری میں بطور قائم مقام صدر فرائض سرانجام دے گا اور اس دوران تنظیمی پالیسی کے مطابق جنرل سیکرٹری کی جانب سے وضع شدہ تنظیمی امور کی نگرانی میں معاون ہوگا۔ جبکہ صدر کی موجودگی میں تنظیمی معاملات کی نسبت صدر کو مشاورت دینے کے علاوہ تفویض وضائف بروئے کار لائے گا۔

(vi)- جنرل سیکرٹری:

اپنے صدر کے احکامات کی تکمیل کروانے کا پابند ہوگا اور صدر کی مشاورت سے اپنی تنظیم کا ایجنڈا تیار کرکے تنظیم سے دستاویزی منظوری لے گا اور اپنے تنظیمی اجلاسوں کی کارروائیوں اور دیگر جملہ متعلقہ معاملات کا ریکارڈ مرتب کرے گا۔ صدر کو اعتماد میں لے کر اپنی تنظیم کے فروغ کیلئے تجاویز پر عمل کروائے گا اور کسی عہدیدار کے خلاء کو مجوزہ طریقۂ کار کے تحت پُر کرنے کے اقدامات اٹھائے گا۔ یعنی کسی بھی ممبر وعہدیدار کی وفات یا مستقل معذوری یا عہدے سے علیحدگی کی صورت میں جنرل سیکرٹری تیس (30) یوم کے اندر اندر اپنی متعلقہ تنظیم کا اجلاس بلوا کر (پارٹی) الیکشن کمیشن کی مدد سے نئے ممبر وعہدیدار کا انتخاب مکمل کروائیگا۔ جبکہ ذیلی تنظیموں کے جنرل سیکرٹریز مرکزی قیادت کے علم میں لا کر اپنے اراکین وعہدیداران کی بوجہ وفات یا کسی بھی سبب خالی ہونے والی سیٹوں پر مجوزہ طریقۂ کار کے تحت معیار پر پورا اُترنے والے فرد/ افراد کی فوری تقرری عمل میں لانے کا اہتمام کریں گے اور کسی بھی عہدیدار کے خلاف عدم اعتماد یا شکایت آنے کی صورت میں تنظیم کا جنرل سیکرٹری انضباطی اقدامات اٹھانے کیلئے تنظیم کا اجلاس بلوائے گا اور جنرل سیکرٹری کے خلاف ایسا ہونے پر جوائنٹ سیکرٹری ضابطے کی کارروائی مکمل کرے گا۔ تاہم صدر معاملے کی سنگین صورتحال کے تحت متعلقہ عہدیدار کو تاوقتِ فیصلہ عہدے سے الگ کرنے کا مجاز ہوگا۔ مگر اس مُدت کیلئے معطل ممبر/ عہدیدار کے اختیارات، صدر ہاؤس کی مشاورت سے اپنے پاس رکھ سکے گا۔ جنرل سیکرٹری اس بات کو بھی یقینی

بنائے گا کہ تنظیم سے متعلقہ، زبانی وتحریری احکامات، تمام تنظیموں کو پہنچ رہے ہیں اور تنظیمیں اپنے اپنے اجلاس بلوا کر ممبران وعہدیداران کو اعتماد میں لے رہی ہیں۔ بانی تحریک کی جانب سے بطور مرکزی صدر، کسی بھی سطح پر بھرتی کیے گئے ملازمین کی نگرانی میں جنرل سیکرٹری، صدر کا معاون ہوگا اور اُنہیں پالیسی کے مطابق مشورہ دینے کا ذمہ دار ہوگا۔ مرکزی تنظیم کا جنرل سیکرٹری اپنے صدر کی مشاورت و اجازت سے ذیلی تنظیموں کو تحریری احکامات جاری کر کے ان پر عمل درآمد کو یقینی بنائیگا اور ایسا اعلیٰ تنظیم کا ہر جنرل سیکرٹری اپنی ذیلی تنظیم کیلئے کر سکے گا۔

(vii)- جوائنٹ سیکرٹری:

تنظیم کی جانب سے تفویض وضائف/ فرائض کی تکمیل کیلئے اپنے جنرل سیکرٹری کی مدد ومعاونت کرے گا اور اُس کی غیر موجودگی میں اُس کے فرائض سرانجام دیگا۔

(viii)- سیکرٹری مالیات (خزانہ):

کسی بھی سطح کا سیکرٹری مالیات اپنی تنظیم کے صدر کو اعتماد میں لے کر مرکزی فنانس سیکرٹری کو جوابدہ ہوگا جو بانی تحریک/ مرکزی صدر کو جوابدہ ہوگا۔ جبکہ مرکزی سیکرٹری خزانہ، آمدن کی رسیدات جاری کرنے اور اخراجات کا دستاویزی حساب کتاب آڈٹ کرانے اور ایسی جملہ کارروائی کے ریکارڈ کو پارٹی کے مشترکہ مرکزی اکاؤنٹ کیلئے محفوظ نگرانی میں رکھنے کا پابند ومجاز ہوگا۔

(ix)- سیکرٹری اطلاعات:

عوامی وتنظیمی رابطوں کو مؤثر وبحال رکھنے کیلئے پارٹی پالیسی کے مطابق 'بطور پارٹی ترجمان' بیان جاری کر سکے گا اور اس نسبت ریکارڈ اور مرکز سے رابطہ ہمہ وقت مکمل رکھے گا۔

(x)- سیکرٹری نشرواشاعت:

پارٹی پالیسی کے مطابق بروقت مطبوعہ مواد کی تیاری وترسیل کا ذمہ دار ہوگا۔

(xi)- سیکرٹری سوشل میڈیا:

پارٹی پالیسی کے مطابق پارٹی کی سوشل میڈیا کوریج وای میل اور ویب سائیٹ اپ ڈیٹ کرنے سمیت اس نسبت جملہ امور نمٹانے کا ذمہ دار ہوگا اور اس نسبت اپنے صدر کو ہمہ وقت اعتماد میں لے گا۔

(xii)- سیکرٹری خواتین:

جب تک ملکی سطح پر مردوں کی تنظیموں کی مانند خواتین کا تنظیمی ڈھانچہ قائم نہیں ہوجاتا، تب تک خواتین کے معاملات کی 'نگران' مرکزی سطح کی سیکرٹری خواتین ہوگی جو بانی تحریک ومرکزی/ قومی صدر کے تابع کام کرے گی۔ لیکن خواتین کی مردوں کے مماثل مقامی، ضلعی اور مرکزی/ قومی سطح کی تنظیم سازی مکمل ہونے کے بعد سیکرٹری خواتین کا عہدہ غیر مؤثر تصور ہوگا۔ مگر پھر خواتین کی مردوں کے ہم پلہ ہونگی اور ایسے میں خواتین کی تنظیموں کی صدور مخلوط اجلاس ہونے کی صورت میں سینئر نائب صدر ہونگی جو مردوں کی متعلقہ تنظیم کے صدور کی عدم موجودگی میں ایسے مخلوط اجلاسوں کی صدارت کر سکیں گی۔

(xiii)- سیکرٹری نوجوانان:

مجوزہ طریقہ کار کے تحت عمل میں آنے والی نوجوانوں کی ہر سطح کی تنظیمیں، پارٹی پالیسی کو فروغ دینے کیلئے اپنی اپنی مقامی وضلعی تنظیموں کی مددگار ومعاون ہونے کے ناتے ان کے صدور کو جوابدہ ہونگی جن کا مرکزی سطح پر مجموعی نگران، بانی تحریک/ مرکزی (قومی) صدر کی جانب سے نامزد کردہ سیکرٹری نوجوانان ہوگا جس کی نامزدگی کی توثیق مرکزی تنظیم کرے گی جو پارٹی پالیسی کے مطابق نوجوانوں کی تنظیموں کے اعمال وافعال کو مقامی وضلعی تنظیموں کے ساتھ مربوط رکھوانے کا ذمہ دار ہوگا۔ نوجوانوں کی کسی بھی سطح کی تنظیم کا صدر بطور سیکرٹری نوجوانان اپنی متعلقہ مقامی، ضلعی یا قومی سطح کی تنظیم کے اجلاسوں کی کارروائی میں نمائندگی کر کے معاون ثابت ہوگا۔

(xiv)- سیکرٹری قانونی امور:

بوقت ضرورت پارٹی کو بالواسطہ وبلاواسطہ ہر فورم پر اپنی لیگل ٹیم کے ساتھ بلا معاوضہ قانونی راہنمائی فراہم کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔

(xv)- محفل مدبران/ معاونین خصوصی (Think-Tank):

دستور ہذا کی ضمن 9(A) کے تحت ضمن 9(B) کی تکمیل کرتے ہوئے **پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)** کی رُکنیت حاصل کرنے والی متعلقہ حلقہ کی جملہ مردوزن پر مشتمل 'عوام' اس تنظیم کی رُکن تصور ہوگی جنہیں تنظیمی شکل میں متحرک وفعال رکھنے کی خاطر ان کی سربراہی کیلئے سرپرست اعلیٰ، سیکرٹری اور کم از کم پانچ یا حسبِ ضرورت زائد ممبران، قومی، صوبائی یا مقامی سطح پر اعلیٰ خدمات سرانجام دینے اور کوئی نیک نامی پانے والے افراد میں سے منتخب کیے جائیں گے جنہیں میرٹ کی بنیاد پر متعلقہ کارفرما تنظیموں کے صدور نامزد کریں گے جن کی منظوری متعلقہ کارفرما تنظیمیں دیں گی اور انہیں ضمن 9(A) اور 9(B) پر بھی پورا اُترنا ہوگا۔ جبکہ اس تنظیم کے اجلاسوں کی اطلاع اس کی رُکن عوام کو بھی دی جائے گی تاکہ اُن میں سے میسر افراد ممکنہ طور پر شمولیت کر سکیں۔ گویا اس تنظیم سمیت تمام اکائیوں کے اجلاس عوام کیلئے کھلے ہونگے۔ تاہم مرکزی، ضلعی اور مقامی کارفرما اکائیوں کے منتخب عہدیداران وممبران اس تنظیم کے اجلاسوں کی کارروائیوں کا حصہ نہیں بن سکیں گے، لیکن ان کی بنیادی رُکنیت برقرار رہے گی۔ کیونکہ متعلقہ کارفرما اکائیوں کا ہمہ وقت محاسبہ ان کی یہ متعلقہ محفل مدبران/ معاونین خصوصی کی تنظیمیں کرتی رہے گی اور بوقتِ ضرورت متعلقہ کارفرما تنظیموں میں ناقص کارکردگی کے

حامل ممبران وعہدیداران کے خلاف عوامی منشاء کے مطابق نہ صرف عدم اعتماد کی تحریک کی سفارش کرسکیں گی، بلکہ بطور تھینک ٹینک، پارٹی کے معاملات اور کارکردگی کی نسبت ہمہ وقت 'تنقید برائے اصلاح' کی بنیادوں پر متعلقہ کارفرما تنظیم کے اعمال وافعال کا جائزہ لیتی رہیں گی اور اس نسبت اصلاح کیلئے پارٹی میں بہتری لانے کی خاطر کارگر مشورے، تجاویز اور سفارشات مرتب کرتی رہیں گی۔

3(B): قومی (مرکزی) تنظیم:

پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی) کی قومی (مرکزی) تنظیم، تمام اضلاع کے مردوزن کی حامل کارفرما اکائیوں کے منتخب صدور، جنرل سیکرٹریز (ممبران) پر مشتمل تنظیم ہوگی، لیکن ہر ضلعی اکائی کسی بھی صورت میں ایک مرد اور ایک عورت کے مساوی تناسب کو برقرار رکھتے ہوئے مرکزی (قومی) تنظیم کیلئے ممبران منتخب کرے گی جس کیلئے باہمی طور پر مرد ممبران، مردوں میں سے اور خواتین ممبران، عورتوں میں سے مطلوبہ تعداد میں ممبران منتخب کریں گی، لیکن میاں بیوی میں سے متفقہ طور پر یا قرعہ اندازی کے ذریعہ ایک ہی ممبر منتخب کیا جائیگا۔ اس کے علاوہ اگر صدور اور جنرل سیکرٹریز کے عہدوں پر خواتین پہلے سے ہی موجود ہونگی تو اس شرح کی مطابقت سے اُن میں سے منتخب کیے جانے والے ممبران کی تعداد میں کمی ہو جائے گی۔ یہی طریقہ کار مرد حضرات کیلئے بھی اپنایا جائیگا۔ گویا قومی (مرکز) اکائی کیلئے مجوزہ طریقہ کار کے تحت باہم رائے شماری کے ذریعہ ضلعی اکائی سے منتخب کیے جانے والے مردوزن ممبران کی تعداد ہر صورت میں برابر رکھی جائے گی اور اس اکائی کے اجلاس مخلوط ہونگے۔ مگر اس مرکزی (قومی) اکائی کا 'تاحیات صدر' بانی تحریک ہوگا جس کی وفات کے بعد مرکزی/قومی تنظیم (اکائی)، مجوزہ طریقہ کار کے تحت اپنا صدر منتخب کریگی۔ تاہم جب تک پارٹی کا ملکی سطح پر مکمل تنظیمی ڈھانچہ تشکیل پذیر نہیں ہوجاتا، تب تک 'بانی تحریک' دستور سے ہٹ کر بھی تنظیم ہذا کا عبوری تنظیمی ڈھانچہ تشکیل دے کر مرکزی تنظیم سمیت دیگر تنظیموں کا عمومی یا ہنگامی اجلاس بوقتِ ضرورت بلاسکتا ہے، جس میں کیے گئے فیصلے، اضلاع کے صدور اور جنرل سیکرٹریز، اپنے اپنے اضلاع کی تنظیموں کے اجلاس بلوا کر اُنہیں اعتماد میں لیتے ہوئے اِن فیصلوں کو مقامی تنظیموں تک پہنچائیں گے جو اپنے اپنے اجلاس بلوا کر عملدرآمد کریں گی۔

جبکہ

3(C): تنظیم کی طرز پر وضع کردہ حکومتی ڈھانچہ:

منشور میں حکومتی سیٹ اَپ کی غرض سے دستور ہذا کے برعکس مردوزن کی مقامی اکائیوں کی وساطت سے وجود میں آنے والے قومی اور ضلعی اسمبلیوں (اکائیوں/تنظیموں) کیلئے 'ممبران' مجوزہ طریقہ کار کے تحت ضلعی اور مقامی اسمبلیوں (اکائیوں) کے بالترتیب صدور، جنرل سیکرٹریز اور دیگر منتخب عہدیداروں کی بجائے اکائیوں کے 'ممبران' میں سے تجویز کیے گئے ہیں جن کا انتخاب ملکی آئین کے مطابق مقررہ چیف الیکشن کمیشن اور اُس کا تنظیمی ڈھانچہ اپنی نگرانی میں پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی) کے مرکزی الیکشن کمیشن کی معاونت سے کروائے گا۔ اس کے علاوہ یہ بھی مناسب اقدام ہوگا کہ حکومتی ڈھانچے کا حصہ بننے کیلئے انتخابات سے قبل کسی بھی سطح کے عہدیداران وممبران تنظیمی رُکنیت سے از خود دستبردار ہوجائیں۔ بصورتِ دیگر حکومتی ڈھانچہ کیلئے منتخب ہونے کے فوری بعد حلف اُٹھانے سے قبل متعلقہ ممبران وعہدیداران اپنی اپنی کارفرما اکائیوں سے دستبردار تصور ہونگے، مگر اُن کی متعلقہ بنیادی محفل مدّ بران/ معاونین خصوصی کی رُکنیت برقرار (بحال) رہے گی، مگر 'بانی تحریک' کو اِس نسبت مکمل استثنا حاصل ہوگا۔ جبکہ کسی ابہام کی صورت میں پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)/ Pakistan Tehreek-e-Ijtihad (PTI) کے لف منشور اور 'بانی تحریک' سمیت اُن کی کتاب ''کیا یہ ممکن ہے؟'' کے اندر وضع شدہ اکائیوں کے نظام سے راہنمائی لی جائے گی۔

3(D): ضلعی تنظیم:

پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی) کے وضع شدہ لف منشور کی شق نمبر 8 کی روشنی میں صوبوں کے مماثل، ضلعی تنظیم، ضلع میں موجود مردوں اور عورتوں کی تمام مقامی اکائیوں کے صدور اور جنرل سیکرٹریز پر مشتمل (مخلوط) ہوگی جس کے مرد ممبران اور خواتین ممبران مخلوط طور پر باہمی رائے شماری کے ساتھ اپنے مشترکہ صدر اور جنرل سیکرٹری سمیت جملہ عہدوں کا انتخاب مجوزہ طریقہ کار کے تحت کریں گے۔ ضلعی اکائی کے اجلاس مخلوط ہونگے۔ جبکہ مرکزی اکائی (قومی اسمبلی) کیلئے ضلعی اکائی کے مرد ممبران مردوں میں سے اور خواتین ممبران عورتوں میں سے مطلوبہ تعداد میں مساوی بنیادوں پر اُس کے ممبران کا انتخاب کریں گے۔

3(E): 'مقامی تنظیم' اور ہر سطح کے عہدیداران وممبران کے 'چناؤ کا مجوزہ طریقہ کار':

معاملہ تنظیمی ہو یا حکومتی، مخلوط اجلاس کی حامل مگر الگ الگ تشخص کے ساتھ مردوں اور عورتوں کی بنیادی اکائیوں کے ممبران کا انتخاب بڑی اہمیت، توجہ اور مرکزیت کا حامل ہے۔ کیونکہ یہی مقامی اکائیاں اپنے سے بالا تنظیموں کے ممبران منتخب کریں گی۔ لہذا پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)/ Pakistan Tehreek-e-Ijtihad (PTI) کے مجوزہ نظام میں ہر محلّہ، کالونی اور گاؤں میں مقامی معزز بزرگوں اور قابلِ احترام خواتین پر مشتمل اکائیاں تشکیل دی جائیں گی، جو ملکی انتظامی ڈھانچے میں شہد کی مکھیوں کے چھتے کے خانوں کی مانند اندرونی طور پر (نیم) خود مختار ہونے کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر ٹیکنالوجی سے مطابقت پذیر ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ آن لائن یوں مربوط ہونگی کہ وحدت کا نظارہ پیش کریں گی۔ انتخابی کونسل چناؤ کیلئے نامزد ممبران کی اہلیت کے بارے میں پڑتال کریگی اور دولت کے قائم کردہ معیار کے منافی ووٹرز اور اُمیدوار چناؤ میں حصہ نہیں لے سکیں گے۔ عوام اُن اہل افراد کے نام بھی تجویز کرسکتی ہے جو خود حصہ لینے کی منشاء نہ رکھتے ہوں، مگر اہلیت کے حامل ہوں اور اپنی آزاد منشاء کے تحت دستور ہذا کی ضمن (A)9 اور (B)9 پر پورا اُتر کر محفل مدّ بران/ معاونین خصوصی میں شمولیت اختیار کرچکے ہوں۔ کیونکہ رسولؐ نے فرمایا کہ ''امارت مانگ کر مت لو'' (بخاری ومسلم) اور یہ کہ ''اللہ کی قسم ہم کسی ایسے شخص کو اپنی اسلامی حکومت میں کوئی عہدہ (منصب) نہیں دیں گے جو خود مانگے یا اُسکی خواہش رکھے'' (متفق علیہ)۔ جبکہ سقراط نے بھی کہا تھا کہ ''بادشاہ اُسے بناؤ جو نہ بننا چاہے''۔ اِن اقوال زریں کے پیش نظر مقامی اکائی کی تشکیل سے قبل گاؤں کے عوام خفیہ طور پر، اُمیدواروں کے انتخابات لڑنے کیلئے، اہل یا نااہل ہونے کا

فیصلہ'ہاں یاناں' میں رائے دے کر کریں گے، جس کے بعد اہل قرار پانے والے نامزد ممبران، باہم ایک دوسرے کے متعلق رائے دے کر اکائیوں کی تکمیل کا مرحلہ مکمل کریں گے۔ تاہم انتخابی مراحل کے آغاز سے اختتام تک کوئی کسی کو ووٹ لینے، دینے یا نہ دینے کے بارے میں قطعاً مائل یا آمادہ نہیں کریگا۔ بصورت دیگر ملوث ثابت ہونے پر ووٹر اور ممبر نا اہل تصور ہوگا۔ نیز مجوزہ نظام کے مکمل نفاذ کے بعد اعلانیہ رائے شماری کو ترجیح دی جائیگی۔ تاہم مروجہ نظام میں ملازمین اپنی پسند نا پسند کی بنیاد پر ووٹ تو ڈال سکتے ہیں، مگر غیر فطری طور پر وہ حسبِ منشاء کسی جماعت کے رُکن نہیں بن سکتے؟ جبکہ مجوزہ جماعتی نظام میں بلاامتیاز کوئی بھی شہری بیک وقت حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کا کردار ادا کرنے کے قابل ہو (سکے) گا۔ اس طرح اکثریتی رائے سے بالائی درجہ پانے والے اُمیدوار، مطلوبہ تعداد (گیارہ) میں اسمبلی/مجلس/کمیٹی یا پنچایت کے بنیادی ممبران ہونگے، جن کی باہمی رائے دہی میں اوّلیت پانے والا اکائی کا سربراہ (صدر)، دوسرے نمبر پر آنے والا نائب صدر، تیسرے پر جنرل سیکرٹری، چوتھے پر جوائنٹ سیکرٹری، پانچویں پر سیکرٹری مالیات (خزانہ)، چھٹے پر آنے والا سیکرٹری اطلاعات ہوگا، جبکہ باقی زائد نمبروں والے مطلوبہ تعداد میں ممبران ہونگے جن کی تعداد حسبِ ضرورت بڑھائی جاسکتی ہے۔ تاہم سیکرٹری نشر و اشاعت اور سیکرٹری سوشل میڈیا جیسے دیگر ٹیکنیکل عہدے (بھی) موزونیت کے لحاظ سے صدور نامزد کریں گے جن کی منظوری مجوزہ طریقہ کار کے تحت متعلقہ تنظیم دے گی۔

چنانچہ'ہاں یاناں' کی صورت میں کامیاب ہونے والا رائے دہندہ نامزد ممبر، دوسرے نامزد ممبران کے متعلق رائے زنی کرتے وقت چناؤ کے مجوزہ فارم میں اپنے متعلق کسی بھی قسم کی کوئی رائے نہیں دیگا اور'دی ہوئی رائے کے سامنے' باقی مجموعی (نامزد) ممبران کی تعداد کے نمبر شمار کی گنتی کو ترتیبِ نزولی کے ساتھ، الٹی گنتی کی شکل میں لکھ دیگا، جو ممبران کے درجہ بدرجہ حاصل کردہ نمبر شمار ہونگے۔ مثلاً گاؤں کی عوام نے کھڑے ہونے والے A تا Z (یعنی انتخابات میں حصہ لینے والے تمام) اُمیدواروں کے متعلق'ہاں یاناں' کی صورت میں فیصلہ دے کر C, B, A اور D وغیرہ مطلوبہ مقامی اکائی کے نامزد ممبران انتخابات کیلئے منظور کیے ہیں، جن میں سے "A ممبر کی باقی نامزد ممبران کے بارے میں حسبِ ذیل مجوزہ چناؤ فارم پر دی گئی رائے کی ترتیب" یوں ہے۔

نمبر شمار	نامزد ممبر کا نام	دیئے گئے نمبروں کی معقول وجہ	حاصل کردہ نمبر
1	C	محبّ وطن عالم ہے	3
2	D	تعلیم یافتہ مگر نوجوان ہے	2
3	B	جذباتی ہے	1

"B ممبر کی باقی نامزد ممبران کے بارے میں دی گئی رائے کی ترتیب" یوں ہے۔

نمبر شمار	نامزد ممبر کا نام	دیئے گئے نمبروں کی معقول وجہ	حاصل کردہ نمبر
1	A	بین الاقوامی امور میں ماہر ہے	3
2	D	کم پڑھا لکھا ہے مگر دیانتدار ہے	2
3	C	قوت فیصلہ کا حامل مگر ان پڑھ ہے	1

"C ممبر کی باقی نامزد ممبران کے بارے میں دی گئی رائے کی ترتیب" یوں ہے۔

نمبر شمار	نامزد ممبر کا نام	دیئے گئے نمبروں کی معقول وجہ	حاصل کردہ نمبر
1	A	عسکری معاملات میں عالمی اتھارٹی ہے	3
2	B	نظریاتی و جغرافیائی علوم کا ماہر ہے	2
3	D	انسان دوست ہے	1

"D ممبر کی باقی نامزد ممبران کے بارے میں دی گئی رائے کی ترتیب" یوں ہے۔

نمبر شمار	نامزد ممبر کا نام	دیئے گئے نمبروں کی معقول وجہ	حاصل کردہ نمبر
1	B	عالم، مفکر اور دردمند دل کا مالک ہے	3
2	A	قوت فیصلہ کا مالک لیکن انتہا پسند ہے	2
3	C	درمیانے درجہ کا اعتدال پسند تعلیم یافتہ ہے	1

مجموعی رائے شماری میں A ممبر کے حاصل کردہ نمبر : 3+3+2 = 8 نمبر

مجموعی رائے شماری میں B ممبر کے حاصل کردہ نمبر : 1+2+3 = 6 نمبر

مجموعی رائے شماری میں C ممبر کے حاصل کردہ نمبر : 3+1+1 = 5 نمبر

مجموعی رائے شماری میں D ممبر کے حاصل کردہ نمبر : 2+2+1 = 5 نمبر

اس طرح گاؤں، قصبہ یا شہروں کی مقامی اکائیوں کیلئے C, B, A یا D وغیرہ نامزد ممبران میں سے بالائی مقام حاصل کرنے والے مطلوبہ ممبران کی تعداد (گیارہ) پر مشتمل مجوزہ نظام کی کلیدی اکائی یعنی بنیادی مقامی اسمبلی تشکیل پا جائیگی اور A ممبر کی طرح سب سے زائد نمبر حاصل کرنے والا ممبر اس بنیادی مقامی اکائی کا سربراہ (صدر)، دوسرے نمبر پر آنے والا نائب صدر، تیسرے پر جنرل سیکرٹری، چوتھے پر جوائنٹ سیکرٹری، پانچویں پر سیکرٹری مالیات (خزانہ) اور چھٹے پر آنے والا سیکرٹری اطلاعات ہوگا، جبکہ باقی زائد نمبروں والے مطلوبہ تعداد میں ممبران ہونگے جن کی تعداد حسبِ ضرورت بڑھائی جاسکتی ہے۔ تاہم سیکرٹری نشرواشاعت اور سیکرٹری سوشل میڈیا جیسے دیگر ٹیکنیکل عہدے (بھی) موزونیت کے لحاظ سے (متعلقہ) صدور نامزد کریں گے جن کی منظوری مجوزہ طریقہ کار کے تحت متعلقہ تنظیم دے گی۔ **یہ مجوزہ طریقہ کار تمام سطحوں پر عہدیداران و ممبران کے چناؤ کیلئے اپنایا جائیگا۔** جبکہ C اور D کی مانند ایک جیسے نمبر حاصل کرنے والوں کا فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا۔ تاہم حکومتی ڈھانچہ میں جس طرح مجوزہ طریقہ کار کے تحت منتخب ہونے والے **مقامی اکائیوں کے صدور یا کوئی بھی دیگر منتخب ہونے والے عہدیداران، ضلعی اسمبلی کے رُکن نہیں بن سکیں گے، بالکل ویسے ہی ضلعی اسمبلی کے منتخب صدور یا دیگر منتخب عہدیداران، مرکزی یا قومی اسمبلی کے رُکن نہیں بنیں گے۔ البتہ مقامی اکائی کا ممبر جو ضلعی اسمبلی کا رُکن منتخب کیا جائیگا، وہ باقی ممبران کی نسبت قدرے زیادہ پڑھا لکھا، تجربہ کار اور عاقل و بالغ ہونا چاہئے۔** ایسے ہی ضلعی اسمبلی کا رُکن جو مرکزی اسمبلی کا رُکن چنا جائیگا وہ بھی ضلعی اکائی کے دیگر ممبران میں سے قدرے زیادہ شعوری بلوغت کا حامل پڑھا لکھا ہونا چاہئے۔ خصوصاً جب مجوزہ نظام میں ہر مردوزن کو یکساں مواقع میسّر ہونگے تو ایسے میں سبھی ممبران کا پڑھا لکھا ہونا ضروری ہوگا اور خلافت میں خلافِ اسلام وراثت کو فروغ دینے کی بجائے مسندِ خلافت کے حقدار کیلئے علم و دیانت کو معیار بنایا جائیگا۔ اس لئے جب تک تعلیم جیسی بنیادی سہولتیں سب کیلئے یکساں طور پر مہیا نہیں ہو جاتیں، تب تک آغاز میں محلے، شہر اور ملک کا نظم و نسق چلانے کا حق اَن پڑھ غریب لوگوں کو بھی اتنا ہی ہوگا، جتنا کہ پڑھے لکھے امیر زادوں کو ہے، تاکہ ہر ایک کو اپنے اچھے بُرے اعمال کا ذمہ داری کے ساتھ احساس رہے۔ جبکہ مجوزہ نظام کے (مکمل) نفاذ کی صورت میں ابتدائی مراحل کے بعد، **مقامی اکائی کا تجربہ رکھنے والا ہی آئندہ کیلئے ضلعی و قومی اسمبلی کا ممبر بن سکے گا** اور سربراہ مملکت سیاسی وابستگی وحمایت کی بجائے رائے دہی سے منتخب ہوگا۔ **البتہ پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی) کے وضع کردہ اکائیوں کے نظام ہذا میں مساوی بنیادوں پر تنظیم سازی کیلئے مرد اور عورتیں الگ الگ اپنی تنظیمیں تشکیل دیں گے اور حکومتی ڈھانچہ کیلئے ذیلی سے بالا اکائیوں میں مساوی بنیادوں پر کم از کم ایک مرد اور ایک خاتون کے تناسب سے مجوزہ طریقہ کار کے تحت ممبران منتخب کر کے مقامی، ضلعی اور مرکزی (قومی) تنظیموں (اکائیوں) کا تنظیمی ڈھانچہ مکمل کیا جائیگا اور عوامی مسائل سے متعلق بالعموم، جملہ امور مردوزن کی مقامی اکائیوں کے مخلوط اجلاسوں میں طے ہونگے۔ تاہم مقامی اکائیوں کی خواتین کو اس حد تک استحقاق حاصل ہوگا کہ وہ عورتوں سے متعلق بالخصوص، بعض اخلاقی وحساس معاملات کی نسبت الگ سے بھی اپنے اجلاس بلوا سکیں گی جس میں موقع مناسبت سے خواتین کی اکائی اگر ضروری خیال کرے تو امام مسجد (قاضی) کو بطور سیکرٹری شامل کرسکتی ہے اور کیے گئے فیصلہ سے مردوں کی اکائی کے صدر کو اعتماد میں لے کر معاملات نمٹا سکتی ہے۔ بصورتِ دیگر مردوزن کی اکائیوں کے مشترکہ و معمول کے مخلوط اجلاس میں کیس کا میرٹ پر حتمی فیصلہ کیا جائیگا جس میں سینئر نائب صدر خواتین کی مقامی اکائی کی صدر ہوگی جو صدر کی عدم موجودگی میں ایسے مخلوط اجلاسوں کی صدارت کرسکیں گی۔ گویا مردوزن کی الگ الگ پہچان کی حامل مقامی اکائیاں صرف مقامی سطح کی حد تک خواتین کے مخصوص وحساس معاملات کیلئے الگ تصور ہونگی۔ جبکہ ضلعی و قومی اکائیوں میں مخلوط نمائندگی ہونے کی وجہ سے مردوزن پر مشتمل ان اکائیوں کے اجلاس مخلوط (اکٹھے) ہونگے۔** اکائیوں کے اراکین و عہدیداران اپنے فرصت کے لمحات میں (بھی) بلا معاوضہ کام کرتے رہیں گے۔ یعنی اپنے علاقوں تک محدود رہ کر اپنی نجی گھریلو و کاروباری زندگی کو متاثر کیے بغیر وقت کی قید یا کسی سرکاری وغیر سرکاری چھٹی ہونے کے باوجود عوامی مسائل کے فوری حل کیلئے لوگوں کی پہنچ میں ہمہ وقت میّسر رہ کر ہنگامی اور معمول کے امور موقع پر باآسانی نمٹا سکیں گے۔ یعنی **''عوام کا سرکاری اداروں سے براہ راست رابطہ منقطع کر کے انفارمیشن ٹیکنالوجی کو استعمال میں لاتے ہوئے پبلک سیکٹر کے متعلقہ جملہ امور مقامی اکائیوں کے ذریعے تعین شدہ دورانیہ میں انجام پائیں گے کہ کرپشن کا از خود خاتمہ ہو کر اصلاح پر مبنی خود احتسابی کا لاجواب اجتہادی نظام وجود میں آجائے گا''۔** اکائی ممبران کو معمولی اعزازیہ کے علاوہ صرف کسی سرکاری سلسلہ میں اپنے علاقہ سے باہر جانے کی صورت میں ہی طے شدہ سفری الاؤنس دیا جائیگا۔ قاضی صاحبان اپنی قابلیت و گریڈ کے مطابق سرکاری مشینری کا باقاعدہ حصّہ ہونے کی بناء پر تنخواہ بشمول الاؤنسز یا مراعات حاصل کر پائیں گے۔ **تاہم اسمبلیوں میں پہنچنے والے تمام اراکین و عہدیداران کو سیاست، معیشت، تجارت، سفارت اور ملکی و بین الاقوامی تاریخ کی باقاعدہ دی جانے والی ٹریننگ حاصل کرنا ہوگی۔**

(F)3: تارکینِ وطن جیسی خصوصی تنظیمیں:

بیرونِ ممالک جہاں پاکستانی آباد ہونگے ، اُن کی دعوت پر وہاں بھی مجوزہ طریقہ کار کے تحت تارکین وطن کیلئے بتدریج ہر ملک میں **پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی) / Pakistan Tehreek-e-Ijtihad(PTI)** کی تنظیم سازی کی جائے گی جن کے صدور اور جنرل سیکرٹریز، پاکستان میں موجود مرکزی/قومی سطح کی تنظیم (اکائی) کے ممبر ہونگے۔ اس کے علاوہ بھی ضرورت پڑنے پر دیگر خصوصی تنظیمیں بنائی جاسکیں گی۔

(G)3: تنظیم کا عکسی گوشوارہ: پاکستان یکِ اجہتی (پی ٹی آئی) کے مجوزہ نظام کا عکسی گوشوارہ

بشمول وفاق اوراس کے زیراثر PATA/FATA کے علاوہ گلگت بلتستان اور آزاد جموں اینڈ کشمیر کے علاقوں سمیت اضلاع کی موجودہ تعداد غالباً 156 بنتی ہے جبکہ مستقبل کی ضرورتوں کے تحت 300 اضلاع فرض کئے جاتے ہیں جن میں عملی نفاذ کے وقت ضرورت کے تحت کمی بیشی کی جاسکتی ہے

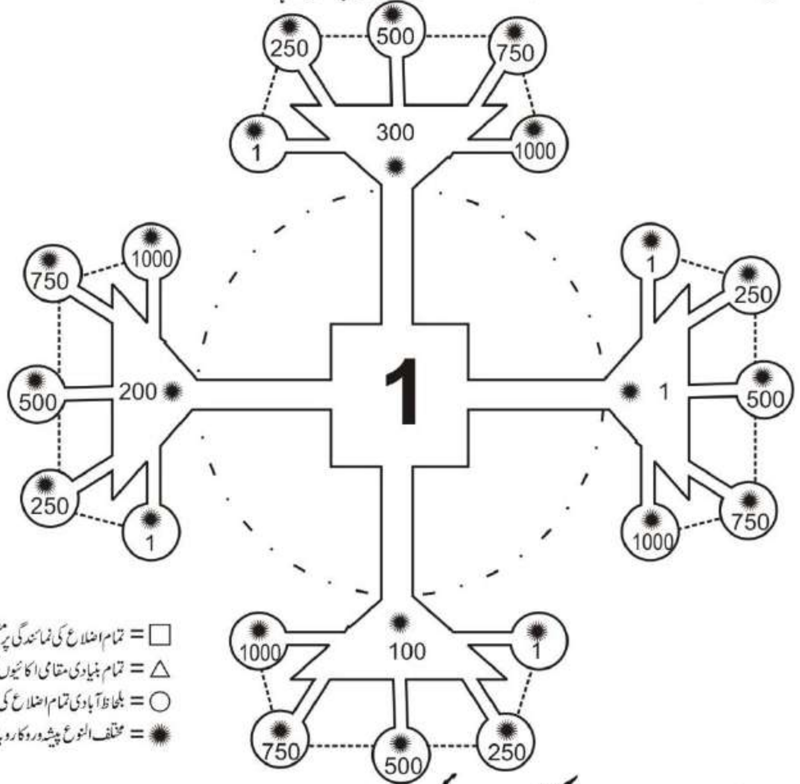

□ = تمام اضلاع کی نمائندگی پر مشتمل پاکستان کی ایک مرکزی رقومی اسمبلی
△ = تمام بنیادی مقامی اکائیوں کی نمائندگی پر مشتمل ہر ضلع کی ضلعی اسمبلیاں
○ = بلحاظ آبادی تمام اضلاع کی مقامی اکائیاں راسمبلیاں (یعنی 1 تا 1000 مجالس رکمیٹیاں رپنچائتیں)
✹ = مختلف النوع پیشہ ورو کاروباری افراد پر مشتمل انجمنیں رتنظیمیں

ضمن-4: دفتری معیاداوراجلاسوں کی کارروائی:

ہرسطح کی تنظیموں (اکائیوں) کی دفتری معیاد چار (04) سال کی مُدت کیلئے ہوگی جس کے اختتام سے تین ماہ قبل تنظیمی انتخابات کا عمل شروع کر کے مکمل کیا جائیگا۔ البتہ آغاز میں تنظیموں کی دفتری معیاد ملکی سطح پر پارٹی کا مکمل تنظیمی ڈھانچہ تشکیل پانے تک قابل تجدید مگر کارکردگی سے مشروط ہوگی۔ تاہم بانی تحریک کسی بھی صورت میں، تاحیات مرکزی صدر برقرار رہیں گے۔ جبکہ ہمہ قسم اکائیوں اورتنظیموں کے اجلاس عوام کیلئے کھلے ہونگے تاکہ کوئی بھی پاکستانی شہری اور بین الاقوامی مندوبین کارروائی ملاحظہ کرسکیں۔

ضمن-5: عدم اعتماد کی تحریک:

کسی بھی ممبر وعہدیدار کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک ناقص کارکردگی، آئین وقانون اور پارٹی ضابطوں کی خلاف ورزی پر متعلقہ محفل مدّ بران/ معاونین خصوصی کی سفارش پر یا ازخود اکائی کی جانب سے لائی جاسکے گی۔ مردوزن پر مشتمل، مقامی، ضلعی یامرکزی سطح کی کسی بھی تنظیم (اکائی) کے عہدیداران/ممبران میں سے کسی کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک (آنے) لانے سے 15 یوم قبل متعلقہ ممبر/ عہدیدار کوتحریری اطلاع دی جائے گی جومتعلقہ تنظیم کے کم ازکم 1/4 اراکین کی طرف سے دستخط شدہ ہوگی جس پر متعلقہ تنظیم 2/3 اکثریت کی بنیاد پر ضابطے کی بقیہ کارروائی مکمل کرے گی اور مقامی تنظیم کی سطح پر ایسی عدم اعتماد کی تحریک کامیاب ہونے پر مجوزہ طریقہ کار کے تحت متبادل فرد یا افراد کا انتخاب کیا جاسکے گا اور عدم اعتماد کی تحریک ناکام ہونے کی صورت میں آئندہ ایسا کرنے کیلئے چھ ماہ انتظار کرنا ہوگا۔ تاہم ضلعی یامرکزی تنظیم کی سطح پر عدم اعتماد کی تحریک پاس ہونے کی صورت میں متعلقہ فرد/ افراد کو واپس اُن کی مقامی تنظیموں کے سپرد کردیا جائیگا اور مستعفی نہ ہونے کی صورت میں وہ اپنی مقامی تنظیم سے مجوزہ طریقہ کار کے تحت اعتماد کا ووٹ حاصل کرکے کم ازکم عرصہ تین سال کیلئے مقامی اکائی کی حدتک محدود ہوجائیگا اور عدم اعتماد کی تحریک کامیاب ہونے پر تنظیم سے فارغ تصور ہوگا، مگر اپنی بنیادی محفل مدّ بران/ معاونین خصوصی کی تنظیم کا ممبر رہے گا۔ البتہ اس مرحلہ پر اکائی کا یہ صوابدیدی اختیار ہوگا کہ وہ عدم اعتماد کی کارروائی کو اکائی حلقہ کے عوام سے 'ہاں یاناں' کی صورت میں منظوری سے مشروط کرے یا نہ کرے۔ جبکہ پارٹی کے تحریر کردہ منشور پر مکمل طور پر عمل درآمد کروانے اور پارٹی کو صحیح بنیادوں پر کامیاب ہونے تک بانی تحریک بطور مرکزی صدر کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک نہیں لائی جاسکے گی، کیونکہ فطری طور پر بانی تحریک سے زیادہ کسی دیگر فرد/ افراد کو پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)/ (PTI) Pakistan Tehreek-e-Ijtihad کے ساتھ مخلص تصور نہیں کیا جاسکتا اور اُس کی بحیثیت پارٹی خالق یہ اولین خواہش ہوگی کہ پارٹی جلد از جلد اپنے مقاصد کی تکمیل اور مقام کو حاصل کرے۔ اس لئے اُس کی ذات کی حدتک اُسے ناقابل مواخذہ قرار دے کر 'تاحیات مرکزی صدر' کے طور پر بعض مدّوں میں مناسب خیال کرتے ہوئے تحریر کردہ صوابدیدی اختیارات (ویٹو پاورز) دیئے جاتے ہیں، تاکہ پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی) بغیر کسی رکاوٹ کے قلیل ترین عرصہ میں کامیاب

ہو سکے۔ البتہ بانی تحریک کو حاصل جملہ "صوابدیدی اختیارات" اُس کی وفات کے بعد مرکزی صدر کے اختیارات سے ماقوف تصور ہونگے اور پھر مرکزی صدر کا چناؤ مجوزہ طریقۂ کار کے تحت ہی عمل میں لایا جاتا رہے گا جس کے خلاف حسبِ ضابطہ عدم اعتماد کی تحریک لائی جا سکے گی۔ البتہ مرکزی، ضلعی یا مقامی صدر یا اس کے کیے گئے فیصلہ کے خلاف ملک کے کُل اضلاع، ضلع میں موجود جملہ مقامی اکائیوں یا مقامی اکائی کی متعلقہ محفل مدّ بران کے ممکنہ ممبران بالترتیب میں سے 2/5 کے تناسب سے تحریک پیش کر کے قومی اکائی، ضلعی اور مقامی اکائیوں، جبکہ ضلعی اکائی، اپنی مقامی اکائیوں اور مقامی اکائی اپنی محفل مدّ بران/ معاونین خصوصی کے ممکنہ ممبران کی سادہ اکثریت سے بذریعہ استصواب رائے (جس کی صراحت لف منشور میں کر دی گئی ہے) نظر ثانی کروا سکتے ہیں۔

ضمن-6: آئین میں ترمیم کا اختیار:

پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)/ Pakistan Tehreek-e-Ijtihad (PTI) کے آئین میں ترمیم کیلئے مجوزہ طریقہ کار کے تحت ملک کے کُل اضلاع کے ممبران میں سے 2/5 اضلاع کے ممبران کی طرف سے پیش کی گئی ایسی تحریک پر مقامی تنظیموں کی وساطت سے بذریعہ استصواب رائے اکثریتی فیصلہ قابل عمل ہوگا۔ تاہم جب تک ملکی سطح پر تمام تنظیموں کا ڈھانچہ تشکیل نہیں ہو پاتا، تب تک ابتدائی ممبران جو محفل مدّ بران/ معاونین خصوصی کے اراکین اور ووٹرز بھی ہونگے اُن میں سے 'بانی تحریک' عبوری تنظیمی ڈھانچہ قائم کرنے کا نہ صرف مجاز ہوگا بلکہ آئین و قانون میں مناسب ترامیم کرنے اور کوئی عہدہ ختم یا قائم کرنے میں بھی بااختیار و مجاز ہوگا۔ یعنی بانی پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی) تحریک کے عملی نفاذ کیلئے اساسی اصولوں کے علاوہ جس اصول میں بھی ضروری خیال کرے، استثناء پیدا کر لئے، جو مضر خیال کرے ساقط کر دے۔

ضمن-7: پارٹی کا الیکشن کمیشن:

پارٹی کا مرکزی سطح پر باقاعدہ ایک 11 رُکنی الیکشن کمیشن ہوگا جو تمام سطحوں کی تنظیموں کے انتخابات کروانے کا ذمہ دار ہوگا، جس کے اراکین، سیکرٹری اور اِن کا الیکشن کمیشنر، بانی تحریک/ مرکزی صدر کی جانب سے قومی سطح کی محفل مدبران/ معاونین خصوصی کی تنظیم میں سے نامزد کیے جائیں گے جن کی توثیق مرکزی تنظیم کرے گی۔ یہ الیکشن کمیشن مرکزی صدر کی منظوری و مشاورت کے ساتھ ہر سطح کے انتخابات کروانے اور ان کے نتائج کا اعلان کرنے کا مجاز ہوگا جو انتخابات کروا کر اپنی معیاد پوری کر لیں گے اور آئندہ کے انتخابات کیلئے اسی طریقۂ کار کے تحت دوبارہ الیکشن کمیشن کے ممبران کا انتخاب عمل میں لایا جائیگا جو خود انتخابات میں حصہ نہیں لے سکیں گے۔ تاہم چیف الیکشن کمیشنر برقرار رہے گا جو تمام سطح کی تنظیموں کے پارٹی اراکین کا ریکارڈ مرتب کرنے کے علاوہ ذیلی ضمن 7(A) کے مطابق تنازعات کا تصفیہ کروانے میں بھی اپنا کردار ادا کرے گا۔ نیز مُنصفانہ الیکشن کروانے کیلئے بانی تحریک/ مرکزی صدر کی مشاورت و اجازت سے مرکزی الیکشن کمیشن قواعد و ضوابط وضع کر سکے گا اور انتخابات کی بے قائدگیوں کے متعلق اُمیدوار آخری اپیل ایسی نو (09) رُکنی کمیٹی میں دائر کر سکے گا جو مرکزی محفل مدبران/ معاونین خصوصی کی تنظیم میں سے مرکزی صدر کی جانب سے نامزد کی گئی ہوگی۔ اِس تصفیہ طلب کمیٹی کی سربراہی مرکزی صدر کرے گا جس کا فیصلہ حتمی تصور ہوگا۔ جبکہ چیف الیکشن کمیشنر اس کمیٹی کا سیکرٹری ہوگا۔ نیز بانی تحریک/ مرکزی صدر کی مشاورت سے مرکزی الیکشن کمیشن حسبِ ضرورت اپنی سہولت کے پیش نظر ہر سطح کی تنظیم کے انتخابات منعقد کروانے کیلئے الگ سے ذیلی الیکشن کمیشن/ انتخابی کونسلیں/ کمیٹیاں، مرکزی صدر کی منظوری سے نوٹیفائیڈ کر سکے گا۔ مگر ایسے کمیشن اور کونسلوں میں متعلقہ اکائی کی جانب سے اپنی محفل مدّ بران/ معاونین خصوصی میں سے متفقہ طور پر یا مجوزہ طریقہ کار کے تحت پانچ رُکنی کمیٹی منتخب کی جائے گی جو مجوزہ طریقہ انتخاب کے تحت اپنا سربراہ چنے گی جو بطور سیکرٹری اپنا کردار ادا کرے گا جس کی سربراہی مرکزی الیکشن کمیشن کا نمائندہ کرے گا اور ایسی کونسل/ کمیٹی انتخابات کا شیڈول جاری ہونے پر مرکزی الیکشن کمیشن کی جانب سے نوٹیفائی کی جائے گی جو انتخابات کی عذرداریوں اور اپیلوں کے نمٹائے جانے تک برقرار رہے گی جس کے بعد بوقتِ ضرورت دوبارہ تشکیل دی جا سکے گی۔ البتہ ایسی پانچ رُکنی کمیٹی کا سربراہ بطور سیکرٹری اس وقت تک کام کرتا رہے گا جب تک ایسی کمیٹی کے صدر کو اس کی ضرورت رہے گی۔ اس طرح یہ پانچ رُکنی کونسل/ کمیٹی پر مبنی ذیلی الیکشن کمیشن نتائج مرتب کر کے مرکزی الیکشن کمیشن کو ارسال کر دیگا جو جائزہ لے کر مرکزی صدر کی منظوری سے حتمی نتائج کا اعلان کریگا جس کے بعد مرکزی الیکشن کمیشن کا نمائندہ جو اس ذیلی الیکشن کمیشن/ کونسل/ کمیٹی کی سربراہی کر رہا تھا الیکشن کروانے کے بعد غیر مؤثر تصور ہوگا اور آئندہ اس کا انتخاب مرکزی الیکشن کمیشنر کی جانب سے از سر نو ع ہوگا۔

7(A): پارٹی تنازعات کا تصفیہ/ ممبران و عہدیداران کی معطّلی و برخاستگی/ بحالی کا طریقہ کار:

ضمن 3(A) کی روشنی میں سادہ اکثریت کے ساتھ بالائی تنظیم کی سات (07) رُکنی تصفیہ طلب کمیٹی جس کا سربراہ متعلقہ تنظیم کا صدر ہوگا۔ جبکہ ضمن 7 میں تحریر کردہ پانچ رُکنی ذیلی الیکشن کمیشن/ کونسل کا سربراہ ایسی کمیٹی کا سیکرٹری ہوگا جس کے باقی ممبران محفل مدبران/ معاونین خصوصی میں سے متعلقہ تنظیم کا صدر نامزد کرے گا جس کی منظوری اُس کی تنظیم دے گی، اپنی ذیلی تنظیم کے تنازعات، انتخابی اپیلیں یا پارٹی آئین اور تنظیمی مفادات کے خلاف سرزد ہونے والی جملہ بے قاعدگیوں پر متعلقہ ممبر/ عہدیدار کو صفائی کا مناسب موقع دے کر ہمہ قسم انضباطی کارروائی عمل میں لانے اور ذیلی تنظیم کی سفارشات کی روشنی میں ممبران و عہدیداران کی معطّلی و برخاستگی یا بحالی کی ذمہ دار ہوگی جو تیس یوم کے اندر اندر فیصلہ کر کے مرکزی الیکشن کمیشنر کو رپورٹ پیش کرنے کی پابند ہوگی جس کا جائزہ لے کر مرکزی الیکشن کمیشنر فیصلہ میں کچھ سقم باقی رہ جانے کی صورت میں اپنی سفارشات کے ساتھ معاملہ نظر ثانی کیلئے واپس فیصلہ کرنے والی کمیٹی ہی کے پاس بھیج دے گا جو دوبارہ شنوائی کر کے پہلے کی مانند کیس مرکزی الیکشن کمیشنر کے پاس ارسال کر دے گی جس کے بعد مرکزی الیکشن کمیشن نوٹیفکیشن جاری کر دے گا۔ تاہم ایسے فیصلوں کے خلاف متاثرہ فریق فیصلہ کی تحریری مصدقہ کاپی وصول ہونے کے بعد تیس یوم کے اندر ضمن 7 میں تحریر کردہ مرکزی سطح کی نو (09) رُکنی کمیٹی میں اپیل دائر کر سکے گا جس کا فیصلہ حتمی ہوگا۔ تنازعات پر پیشرفت کی ایسی کسی بھی کارروائی کے متعلق اپنے سے بالا تنظیم، مرکزی الیکشن کمیشن اور مرکزی صدر کو باقاعدہ زبانی و تحریری نشاندہی کرنا متعلقہ ذیلی تنظیم کے جنرل سیکرٹریز کی ذمہ داری ہوگی جس کی نسبت وہ اپنے صدر کو پیشگی اعتماد میں لے گا۔ البتہ حسبِ ضرورت بانی تحریک 'عبوری دور میں' اس نسبت حصول مقصد کیلئے بلا مشاورت خود سے احکامات جاری کر سکے گا جو حتمی تصور ہونگے۔

ضمن-8: آڈٹ:

پارٹی کے مالی معاملات کا آڈٹ بانی تحریک/ مرکزی صدر کی جانب سے نامزد کردہ قومی سطح کی محفل مدبران/ معاونین خصوصی کی تنظیم میں سے سات (07) رُکنی کمیٹی کرے گی جس کی صدارت خود بانی تحریک/ مرکزی صدر کرے گا اور محفل مدّبران/ معاونین خصوصی کا سرپراست اعلیٰ اس کمیٹی کا سیکرٹری ہوگا۔ اسی طرز پر ذیلی اکائیوں کی بھی آڈٹ کمیٹیاں ہونگی جو مرکزی آڈٹ کمیٹی کو جوابدہ ہونگی اور اُس کی معاونت کریں گی، تاکہ آڈٹ کی نسبت پارٹی کا متعلقہ ریکارڈ ہمہ وقت مکمل و تیار رہ سکے۔ اس نسبت تمام سطح کی تنظیمیں بانی تحریک/ مرکزی صدر کو جوابدہ ہونگی اور جہاں ضروری ہوا، وہاں اُسے اعتماد میں لے کر اپنے اپنے مالی معاملات درست رکھنے اور اُن کی پڑتال (آڈٹ) کروانے کی بھی پابند ہونگی۔

ضمن-9: اعمال وافعال:

پاکستان کے تمام اضلاع، شہروں اور قصبوں سے حسبِ ضابطہ بنیادی ممبرز بنا کر اُنکے جاندار و مرکزی کردار سے رُکنیت کیلئے یوں تنظیم سازی کی جائیگی کہ خواہشمند افراد اپنے اپنے ضلع کے ڈپٹی کمشنر کے آفس سے اضلاع کے نقشے حاصل کر کے اُن پر موجود جملہ شہری و دیہی اور قصبوں کی آبادیوں سے **پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)/ Pakistan Tehreek-e-Ijtihad (PTI)** کی ممکنہ و مربوط ملک گیر ممبر سازی میں مددگار و سہولت کار کا کردار ادا کریں گے۔ تحریک دوست افراد اپنی حیثیت اور قانونی تقاضوں کے مطابق ہر شہر اور قصبے میں **پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)** کا جھنڈا اپنی عمارتوں پر لہراتے چلے جائیں گے اور ضلع کی ممبر سازی کا عمل مکمل ہوتے ہی وہاں اجتماع کیا جائیگا۔ تاہم ایسے عوامی اجتماع اشرافیہ کے نمائندہ ہوٹلوں میں کرنے کی بجائے کھلے میدانوں اور عام مقامات پر کیے جائیں گے اور یہ سلسلہ ملک بھر میں جاری رہیگا۔ اِس کاوش کے مزید فروغ کیلئے پارٹی کی ویب سائیٹ سے تیار شدہ مواد کو ڈاؤن لوڈ کر کے رکشوں، ٹرکوں، بسوں اور ویگنوں پر آویزاں کرتے ہوئے تحریک کو مختصر ترین عرصہ میں متحرک وفعال بنانے کی خاطر آمد و رفت کے جملہ ذرائع کے حصول کیلئے چندہ دینے سمیت نشر و اشاعت، ہورڈنگ، اشتہاری مہم چلانے اور دفاتر و فرنیچر جیسے اُٹھنے والے ہمہ قسم اخراجات برداشت کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہونگے۔ جبکہ تحریک کے منشور و دستور ہٰذا سے متعلق مطبوعہ وغیر مطبوعہ مواد کی ترسیل کیلئے بک ڈپو اور ابلاغ عامہ وہدایتکاران و فلم ساز جیسے کاروباری حضرات سے بھی رجوع کیا جائیگا۔ پاکستان میں انقلابی اقدام کے ذریعے **نظریۂ پاکستان** کے عین مطابق نظامِ اجتماعیہ (ربوبیت) کی صورت میں نفاذِ اسلام کیلئے رائج فرسودہ نظام کی فوری تبدیلی کے خواہشمند **Unite & Rule** کی تکمیل کیلئے قدم بڑھائیں۔ فتح ہماری منتظر ہے۔ **انشاللہ۔**

اس کے علاوہ **پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)** کی تمام تنظیمیں عوام کو مجوزہ شرائط پر پارٹی میں شامل ہونے کیلئے قائل کرنے سمیت پارٹی پروگراموں کی اپنی علاقائی و قانونی حدود میں عمل پذیری کا سبب بنیں گی۔ مقامی و ضلعی تنظیمیں اپنے اپنے علاقوں کے سیاسی و سماجی اور ترقیاتی معاملات و مسائل سے ہمہ وقت باخبر رہ کر اُنہیں حل کروانے میں بھرپور کردار ادا کرتے ہوئے مرکزی قیادت اور تنظیم کو بھی آگاہ کرتی رہیں گی، تاکہ حالات کے مطابق قومی سطح پر پارٹی پالیسیاں وضع کی جاتیں رہیں۔ گویا معمول اور ہنگامی حالات میں بوقتِ ضرورت، مربوط رابطوں سے تنظیمیں اپنے اپنے علاقوں میں مؤثر کردار ادا کرتی رہیں گی اور اس نسبت عوام میں شعور و آگہی کے سلسلہ کو قائم رکھتے ہوئے لوگوں کو سرکاری و پرائیویٹ سطح پر موجود ہر قسم کی بے قائدگیوں کی اصلاح احوال کی نسبت متحرک وفعال بنا کر اس تسلسل کو جاری رکھیں گی جس کیلئے کسی مناسب مرحلہ پر تنظیمی معاونت سے تحریک اپنے اخبار و جرائد اور نیوز و انٹرٹینمنٹ چینلز بھی نکال اور کھول سکتی ہے۔ نیز **پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)** کی تنظیمیں معاشی و سماجی طور پر متاثرہ لوگوں کی معاونت کرتی رہیں گی اور وقتاً فوقتاً پارٹی آئین و منشور کے مطابق مرکزی قیادت و تنظیم کی جانب سے جاری کردہ تمام پالیسیوں اور احکامات وہدایات پر مکمل دیانت وذمہ داری کے ساتھ لازماً خود سمیت دوسروں سے بھی عمل کریں کرائیں گی۔

ضمن-9(A): ممبران کی رُکنیت سازی اور اُن کی اہلیت و نااہلیت:

بیشک پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)/ Pakistan Tehreek-e-Ijtihad (PTI) کی کامیابی اور **"بانی تحریک جیسے دیوانے کے خواب لاحاصل" کا "حاصل" کیا جانا یقیناً فضلِ الٰہی اور آپ کے مصمم ارادہ و مرضی کے علاوہ حیثیت کے مطابق آپ کی اخلاقی و مالی مدد ہی سے ممکن ہے۔** **پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)** کی رُکنیت کیلئے اہلیت و نااہلیت کی مجوزہ شرائط کے مطابق پاکستان کے ہر گاؤں، محلّہ اور شہری متوسط طبقات کے جملہ مردوزن، مخنث، بچے بوڑھے، غریب، محنت کش، مزدور، کسان، ہاری، مزارعین، کان کُن، گزر بسر کرنے والے کاروباری و دوکاندار، ریڑھی بان، کوچوان، بس، ٹرک، وین، ٹیکسی اور رکشہ ڈرائیور حضرات، بے گھر، یتیم، مسکین، بے بس و بے اولاد، بیوہ، اپاہج، فاقہ کش، بے روزگار، مشنری صحافی و اساتذہ، محنتی طلباء و طالبات، عدلیہ کی آزادی و پاسداری، قانون کی حکمرانی، آئین کی بالادستی، عوام کی ہر سطح پر اقتدار میں شمولیت اور خوشحالی کے آرزومند اور غریب سائلین کے ہمدرد و قابلِ برداشت فیس لے کر قلیل ترین مدت میں انصاف دلانے والے وکلاء، ججز، ملازمین، افواج اور پولیس کے محبّ وطن غیور جوان، جونیئر و سینئر ایماندار افسران جو بذریعہ صحتمند رائے دہی اپنے ملک و قوم سے پیار کرتے ہوں اور اسلام کے فطری ولازوال سنہری اصولوں پر عمل پیرا موجوداتِ کائنات کا علم رکھنے اور اس کی عملی تطبیق کا ہنر جاننے والے قابلِ تعظیم ائمہ کرام، دیارِ غیر میں آباد اور ممکنہ طور پر برائی سے بچنے والے قوم کے افراد جو بلا امتیاز اور قطعِ نظر مقام وحیثیت، مذہب، عقیدہ و مسلک، قومیت، ذات برادری، جنس، لسانی و نسلی تفرقات سے بالاتر ہو کر سوچنے، سمجھنے اور عمل کرنے والے مخلص پاکستانی جو پارٹی کے لف منشور و دستور پر مبنی اغراض و مقاصد سے بھی مکمل طور پر حلفاً اتفاق کرتے ہوں، وہ **پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)** کے رُکن بننے کے اہل ہونگے، جنہیں پارٹی رُکنیت کے حصول کیلئے اپنی مقامی تنظیم سے رابطہ کرنا ہوگا جو مجوزہ رُکنیت فارم پُر کر کے جماعتی الیکشن کمیشن کو ارسال کردے گی جسے متعلقہ ضلع و تحصیل کے نام کے اندراج کے ساتھ اُس شخص کا قومی شناختی کارڈ نمبر/ فارم ب ہی بطور پارٹی رُکنیت نمبر (رجسٹریشن نمبر) الاٹ کر کے تحریک میں شامل کر لیا جائیگا جو متعلقہ تنظیمی انتخابات میں ووٹر بھی شمار ہوگا۔ تاہم ممبر شپ کی حتمی منظوری مرکزی صدر دے گا۔ البتہ جب تک ملکی سطح پر تحریک کا تنظیمی ڈھانچہ پوری طرح قائم نہیں ہو جاتا، تب تک بانی تحریک/ مرکزی صدر ممبر سازی کرنے کا مجاز ہوگا۔ جبکہ مشترکہ وغیر مشترکہ جائیداد کے حصہ میں سے آدھ مربعہ زرعی اراضی سے زائد فالتو رقبہ اپنے خاندان، عزیز، رشتہ دار اور اہلِ محلّہ کے مستحق افراد میں تقسیم نہ کرنے والے اور ایک مکان/ گھر یا پلاٹ اور اپنی ضرورتوں سے زائد جائیداد/ دولت رکھنے والے فطراً کرپٹ مردوزن، قرض معاف کرنے اور کرانے والے ملک دشمن وائٹ کالر کرائم میں ملوث صحافی، جج، جرنیل، بیوروکریٹس، جاگیردار و سرمایہ کار اور ضمیر فروش وانتہاپسند مُلّاں وائمہ اور مسلح گروہ اور اُن کے حامی، غریب سائلین کو ذبح کرنے والے بے رحم اور حصول عدل میں

ملک دُشمن وائٹ کالرکرائم میں ملوث صحافی، جج، جرنیل، بیوروکریٹس، جاگیردار وسرمایہ کار اور ضمیر فروش وانتہا پسند مُلّاں وائمہ اور مسلح گروہ اور اُن کے حامی، غریب سائلین کو ذبح کرنے والے بے رحم اور حصول عدل میں رکاوٹ بننے والے منفی سوچ کے حامل جو قرآنی ہدایات (4/105+107,28/17) کی نفی کرنے والے وکلاء اور دانستہ فساد کے خواہشمند، برائی کے طلبگار اور نفاق و بگاڑ کا سبب بننے والے افراد، چاہے کسی بھی مذہب، فرقہ، نسل یا گروہ سے ہوں، وہ پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی) کے ممبر بننے کے اہل نہیں ہونگے، تاوقتیکہ وہ اپنی اصلاح نہ کرلیں اور میرٹ پر پورا اُترنے کے قابل نہ ہوجائیں۔

ضمن-(B)9: چندہ/فنڈز (امداد):

کوئی بھی مسلمان بالعموم اور پاکستانی بالخصوص چاہے وہ دُنیا کے کسی بھی حصہ میں رہ رہا ہو، وہ تحریک کا رُکن بنے بغیر بھی پارٹی کو مقررہ پیمانہ سے زائد جتنا چاہے چندہ دے سکتا ہے۔ تاہم متعین کردہ ماہانہ چندہ رُکنیت سازی کے فارم پر دستخط کرتے وقت ادا کرنا ہوگا جو کم از کم 50 روپے ہوگا اور رجسٹریشن و رُکنیت سرٹیفکیٹ کی الگ سے 500 روپے فیس ادا کرنا ہوگی جو آغاز میں رُکنیت حاصل کرتے وقت چندہ کے علاوہ دینا ہوگی۔ البتہ پارٹی چندہ کی زیادہ سے زیادہ حد ممبر کی مرضی ومنشاء اور حالات پر منحصر ہوگی۔ جبکہ ممبر سالانہ بنیادوں پر پیشگی یکمشت چندہ بھی ادا کرسکتا ہے جس کی رسید سیکرٹری خزانہ جاری کریگا۔ البتہ لگاتار تین ماہ تک پارٹی کو چندہ نہ دینے والا رُکن پارٹی انتخابات میں ووٹ ڈالنے کے حق سے محروم تصور ہوگا۔ جبکہ بغیر اطلاع، مسلسل چھ ماہ تک چندہ نہ دینے والے ممبر کی پارٹی رُکنیت ازخود ختم ہوجائے گی جس کی بحالی کا طریقہ کار اس یقین دہانی کے ساتھ ازسرنو ع ہوگا کہ وہ آئندہ ایسی روش اختیار نہیں کرے گا۔ جبکہ مقصد ہذا کیلئے ماہانہ چندہ فیس کی ادائیگی پر **'قومی شناختی کارڈ نمبر/ فارم ب'** ہی بطور پارٹی **'رُکنیت نمبر'** الاٹ کیا جائیگا جو چندہ فیس کی رسید، ایک تازہ فوٹو اور شناختی کارڈ کی کاپی ارسال کرنے پر جاری ہوگا جس سے متعلق ڈیٹا پارٹی کی ویب سائیٹ پر بھی اَپ لوڈ کردیا جائیگا۔ فیس کسی بھی مروجہ قانونی ذرائع، ایزی پیسہ کیلئے بانی تحریک الطاف حسین انور کا شناختی کارڈ نمبر 35302-2021730-7 استعمال کرنے سمیت پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی) کے نام سے پارٹی کا شیڈول بینک میں انٹر پرائیس آن لائن اکاؤنٹ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ نیز جو افراد پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی) / **Pakistan Tehreek-e-Ijtihad (PTI)** کے رُکنیت سازی فارم کو پُر کریں گے اُن کی کسی دوسری جماعت کی رُکنیت ختم تصور ہوگی۔ تاہم مجوزہ نظام کے مکمل نفاذ تک وہ اپنے ووٹ کا آزادانہ استعمال کرسکیں گے۔

ضمن(C)9: رُکنیت فارم

یہاں ممبر کی فوٹو لگنی ہے

بخدمت جناب بانی/ مرکزی صدر پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)؛ السلامُ علیکم!

میں مسمی/ مساۃ __________ ولد/ دختر/ زوجہ __________ تاریخ پیدائش/ عمر __________

تعلیم/ پیشہ/ تجربہ __________ قومی شناختی کارڈ نمبر: __________

فون/ فیکس/ ای میل __________

مستقل پتہ __________

موجودہ پتہ __________

کا رہائشی ہوں اور آج مؤرخہ ______ بروز ______ بمقام ______ بوقت ______ بخوشی ورضامندی فوری اقرار کرتا/ کرتی ہوں کہ یہ تحریر کردہ کوائف میرے علم ویقین کے مطابق درست ہیں اور پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی) / (Pakistan Tehreek-e-Ijtihad (PTI کے فلاحِ انسانی پر مبنی لف منشور ودستور پر مبنی اغراض ومقاصد جو ملک وقوم کی بہتری کیلئے ہیں اور ہونگے، انہیں تسلیم کرتے ہوئے شعور وآگہی کے ساتھ صدقِ دل سے آزادانہ طور پر تحریک کا رُکن بن کر پوری احساسِ ذمہ داری کے ساتھ نہ صرف خود عمل کروں اور کراؤں گا، بلکہ کم از کم دس افراد کو پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی) کا فوری رفیق بنانے کی عملی تدابیر کرکے مؤثرات تحریک کا سبب بنوں گا۔

ا __________ م __________ ح __________ لف

اُمیدوار برائے رُکنیت کے دستخط/ نشان انگوٹھا:

متعلقہ حلقہ ہی سے گواہ نمبر-1:	متعلقہ حلقہ ہی سے گواہ نمبر-2:
نام ______ ولدیت/ زوجیت ______	نام ______ ولدیت/ زوجیت ______
کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ نمبر ______	کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ نمبر ______
موجودہ پتہ ______	موجودہ پتہ ______
مستقل پتہ ______	مستقل پتہ ______
رابطہ نمبر: ______	رابطہ نمبر: ______
دستخط بمعہ نشان انگوٹھا: ______	دستخط بمعہ نشان انگوٹھا: ______

مورخہ: __________ مقامی تنظیم کے صدر کی جانب سے جاری کردہ رُکنیت نمبر: __________ مقامی صدر کے دستخط/ نشان انگوٹھا: __________

مورخہ: __________ ضلعی صدر کے دستخط/ نشان انگوٹھا: __________

مورخہ: __________ برائے منظوری رُکنیت، دستخط ومہر، بانی/ مرکزی صدر پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی) __________

ضمن-(D)9: رُکنیت سرٹیفکیٹ:

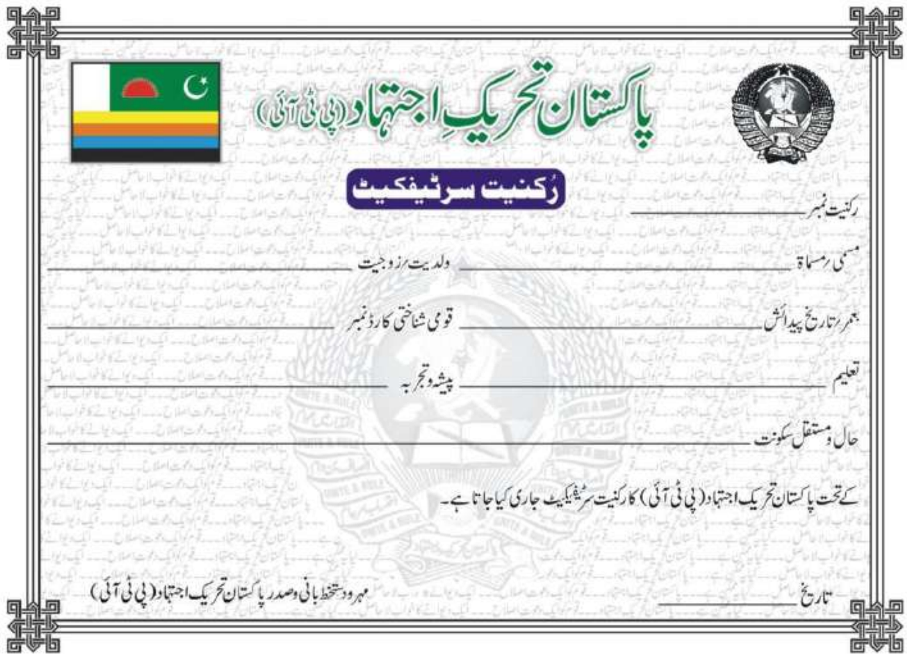

پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)

رُکنیت سرٹیفکیٹ

رکنیت نمبر ____________

مسمی رمسماۃ ____________ ولدیت رزوجیت ____________

عمر رتاریخ پیدائش ____________ قومی شناختی کارڈ نمبر ____________

تعلیم ____________ پیشہ و تجربہ ____________

حال و مستقل سکونت ____________

کے تحت پاکستان تحریک اجتہاد (پی ٹی آئی) کا رکنیت سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے۔

تاریخ ____________ مہر و دستخط بانی وصدر پاکستان تحریک اجتہاد (پی ٹی آئی)

ضمن-10: منظوری:

لہذا محولہ بالاتحریر پرمبنی پاکستان تحریکِ اجتہاد (پی ٹی آئی)/ **Pakistan Tehreek-e-Ijtihad (PTI)** کے کنونیئر اجلاس ہذا میں آج مورخہ **06** فروری **2017**ء کو متفقہ طور پر لف منشور و دستور اور حسبِ ذیل عبوری مرکزی کارفرما تنظیم اور محفل مدّبران/ معاونینِ خصوصی کی ہر دو مرکزی تنظیموں کا چناؤ/ انتخاب (نامزدگی) عمل میں لایا گیا، جس کے بعد انہوں نے اپنے اپنے دستخط ثبت کر کے پارٹی ہذا کو فوری طور پر الیکشن کمیشن آف پاکستان، اسلام آباد میں رجسٹرڈ کروانے کا فیصلہ دے کر رجسٹریشن کی بقیہ کارروائی بانی تحریک کے ذریعہ مکمل کروانے کی قرارداد پاس کی ہے۔

ضمن-11: مرکزی کارفرما تنظیم:

نمبر شمار	ممبر/عہدیدار کا نام و پتہ	عہدہ	دستخط/نشان انگوٹھا
1-	الطاف حسین انور ولد محمد ابراہیم ساقی، سکنہ C-13 سول ایریا اوکاڑہ چھاؤنی۔ 0305-333-345-320-312-2880393	مرکزی (قومی) صدر (بانی تحریک)	

ضمن-12: محفل مدّبران/ معاونین خصوصی:

نمبر شمار	ممبر/عہدیدار کا نام و پتہ	عہدہ	دستخط/نشان انگوٹھا

نوٹ: یرہذا کا مختصر ترین خلا ۰۰بھی آپ کی آ نی کیلئے ا مکذ صفحات بھلستی پتی یا جا رہا ہے۔